فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون

علم وہ خزانہ ہے جس کی کنجیاں سوال ہے، سوال کرو کہ اس میں چار شخصوں کو ثواب ملتا ہے: (۱) مسئلہ دریافت کرنیوالے کو (۲) مسئلہ بتانے والے عالم کو (۳) سننے والے کو (۴) اس کو جو ان سے محبت رکھتا ہو۔

مُنیَۃُ الطَّالِبِ وَمِنَّۃُ المَالِکِ

شرح

عُمدَۃُ السَّالِکِ وَعُدَّۃُ النَّاسِکِ

جلد اول

تالیف:

خادم دارالافتاء

مکتبہ نوریہ

مفتی محمد نور یوسف پٹیل

امام مسجد پاڑا محلہ، پنویل

نام کتاب منية الطالب و منة المالك (جلد اول)

شرح عمدة السالك وعدة الناسك

اشاعت دوم مع تخفیف واضافہ : شوال المکرم ۱۴۳۹ھ جون ۲۰۱۸ء

قیمت ۲۵۰ روپئے

(ملنے کا پتہ)

محمد نور یوسف پٹیل (امام مسجد پاڑا محلہ پنویل) رائے گڈھ

مہاراشٹر، انڈیا، پن:۔ ۴۱۰۲۰۶

Mo: 9322737752

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(تقریظ)

از:فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب مد ظلہ العالی

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی محمدﷺ وعلی آلہ الطاہرین واصحابہ الکاملین امابعد!

اسلامی علوم وفنون کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اور اس سلسلہ کا ایک اہم ترین فن فقہ اسلامی ہے۔ فقہ، دراصل کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کا عطر اور نچوڑ ہے۔ قرآن وحدیث میں زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق احکام بکھرے ہوئے ہیں وہ حالات اور واقعات کی مناسبت سے نازل ہوئے ہیں فقہاء نے ان احکام کو مرتب ومدون کیا ہے۔ اور ہر موقع سے متعلق احکام کو ایک جگہ جمع فرمایا ہے۔ نیز جن احکام کے بارے میں قرآن وحدیث میں کوئی صراحت موجود نہیں ہے ان میں کتاب وسنت کی دوسری نظیروں کو سامنے رکھ کر امت کی رہنمائی کی ہے۔ اس طرح فقہ نے قرآن وحدیث کے منشا پر عمل کرنا اور اس کے سانچے میں اپنی زندگی کو ڈھالنا آسان کر دیا ہے۔

اسی لئے فقہ ہمیشہ علماء کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ خاص کر ائمہ اربعہ متبوعین۔۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، کی فقہ پر بڑی محنتیں کی گئی ہیں اور امت نے ان کو اپنی چشم محبت کا سرمہ بنایا ہے۔ اردو زبان میں بھی اس موضوع پر بہت سارا کام ہوا ہے۔ اور بڑی وقیع فقہی تالیفات وجود میں آئی ہیں لیکن زیادہ تر یہ کتابیں فقہ حنفی میں ہیں کیونکہ اردو بولنے والے حلقہ میں غالب ترین تعداد احناف ہی کی ہے تاہم برصغیر اور خاص کر ہندوستان کے ساحلی علاقوں میں شوافع کی اچھی خاصی تعداد ہے اس مناسبت سے اردو میں فقہ شافعی پر کم کام ہوا ہے۔ اور جو کچھ ہوا ہے، اس میں عزیز گرامی قدر مولانا مفتی محمد نور یوسف پٹیل کی آسان شافعی فقہ خاص طور پر قابل ذکر ہے جس میں فقہ کے تمام ابواب کو حوالہ کے اہتمام کے ساتھ سوال وجواب کی شکل میں واضح کیا گیا ہے۔ یہ کتاب

شائع ہو کر مقبول خاص و عام ہو چکی ہے۔ فقہ شافعی کی ایک اہم کتاب ابن نقیب مصری کی "**عمدة السالک و عدة الناسک**" ہے جو فقہ شافعی کا نہایت اہم متن ہے جس میں مفتی بہ اقوال کے نقل کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ یہ کتاب بہت سے مدارس میں داخل نصاب بھی ہے۔ ضرورت تھی کہ اس کتاب کو اردو کا جامہ پہنایا جائے اور ترجمہ کے ساتھ ساتھ اس کی مناسب تشریح بھی کی جائے۔ چنانچہ مولانا موصوف نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے "**منية الطالب و منة المالک**" کے نام سے اس کا اردو ترجمہ اور تشریح کا بیڑا اٹھایا ہے۔ چنانچہ اس وقت اس کی جلد اول میرے سامنے ہے۔ جو طہارت اور صلوۃ کے کچھ حصہ پر مشتمل ہے۔ راقم الحروف پورے مسودہ کو تو نہیں دیکھ سکا لیکن جابجا نظر ڈالی اور خوشی ہوئی کہ موصوف نے واضح اور سلیس ترجمہ کیا ہے۔ ایسی تشریح کی ہے جو نہ زیادہ طویل ہو اور نہ بہت مختصر، مستند کتابوں سے فقہی جزئیات کا اضافہ بھی کیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب اساتذہ و طلبہ اور عوام سبھوں کے لئے مسائل و احکام کا مفید مجموعہ بن گیا ہے۔

کتاب کے شروع میں مبادیات فقہ، امام شافعی، امام رافعی، اور امام نووی کے حالات پر روشنی ڈالی ہے۔ موصوف کے اور رسائل بھی اس سے پہلے طبع ہو چکے ہیں۔ امید ہے کہ ان کی یہ نئی علمی کوشش بھی لوگوں کے لئے نافع اور رہنما بنے گی۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالی ان کے علم و قلم میں برکت عطا فرمائے اور ان سے دین اور علم دین کی خوب خوب خدمت لے۔

واللہ هو المستعان۔

خالد سیف اللہ رحمانی

ناظم: المعهد العالی الاسلامی حیدرآباد

جنرل سیکریٹری: اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

بسمہ تعالی

(تقریظ)

از: حضرت مولانا عبدالسلام حجو صاحب

مد ظلہ العالی

حضرات! فقہ شافعی میں جو کتابیں مدارس کے نصاب میں داخل ہیں، اسمیں سب سے عمدہ "عمدة السالک" ہے جو درجۂ عربی سوم میں عموما پڑھائی جاتی ہے، راقم نے بھی جامعہ عربیہ میں ایک سال پڑھائی ہے، چونکہ یہ عربی کتاب ہے اسلئے اس کی تشریح اردو میں ہونا چاہیئے تھی۔

الحمد للہ مفتی محمد نور پٹیل سلمہ کو اس فن سے دلچسپی ہے، اور اس سے قبل بھی چند کتابیں لکھ چکے ہیں، لیکن درسی کتاب پر قلم اٹھانا ایک ذمہ داری کی بات ہے اسکے باوجود انھوں نے اپنی سعی کے مطابق اس کتاب کی شرح لکھی ہے، راقم نے ابتدا کے صفحات کو دیکھا ہے، الحمد للہ کتاب کے مقدمہ کے ساتھ امام شافعی کے حالات بھی لکھے ہیں، اور اس کا نام **منیۃ الطالب ومنۃ المالک** تجویز کیا ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب طلبہ وغیر ہم کیلئے مفید ثابت ہوگی۔ اللہ تعالی انکی اس شرح کو قبول فرماکر سعادتِ دارین سے نوازیں۔ اہل علم حضرات سے درخواست ہے کہ ان کی ہمت افزائی کریں۔

فقط

عبد السلام

معلم جامعہ اسلامیہ، برمنگھم، یو۔ کے۔

(فہرست مضامین)

مُنیۃُ الطَّالِبِ وَ مِنَّۃُ الْمالِکْ (جلد اول)

تقریظ	۳
تقریظ	۵
فہرست مضامین	٦
پیش لفظ	۱٦
مقدمہ	۱۸
فقیہ کی تعریف	۲۳
خیر القرون اور تفقہ فی الدین	۲۳
فقہ فی الدین کی حقیقت	۲۳
کتب فقہ میں لفظ اعلم اور تنبیہ کا استعمال	۲۳
مقدمہ مصنف	۲۴
درود شریف کا حکم	۳۰
فضیلت	۳۰
درود نہ پڑھنے پر وعید	۳۰
مذہب کی تعریف	۳۲
امام کی تعریف	۳۲
امام شافعیؒ کے مختصر حالات	۳۲
شیخینؒ سے مراد	۳۵
امام رافعیؒ کے مختصر حالات	۳۵
امام نوویؒ کے حالات	۳٦

کتب متقدمہ	۳۸
تنبیہ	۳۸
مذہب میں معتمد قول	۳۸
اقوال کسے کہتے ہیں	۳۸
اوجہ کسے کہتے ہیں	۳۹
طرق کسے کہتے ہیں	۳۹
ضروری کسے کہتے ہیں	۴۰
ضرورت کسے کہتے ہیں	۴۰
مشقت کسے کہتے ہیں	۴۰
مفتی مقلد کے لئے تنبیہ	۴۰
تقلید کی تعریف	۴۰
دلیل کی لغوی اور اصطلاحی تعریف	۴۱
قطعی وظنی الدلالۃ کی تعریف	۴۱
قطعی وظنی الدلالۃ کی مثال	۴۱
پاکی کابیان	۴۳
مٹی اور پانی سے طہارت مشروع ہونے کاراز	۴۵
(فصل)اوانیٔ طہارت کے بیان میں	۵۳
مطلق مکروہ سے مراد تحریمی یا تنزیہی	۵۷
مکروہ تحریمی اور تنزیہی کی مثال	۵۷
سوراخ میں پیشاب کرنامکروہ تنزیہی ہے	۵۸
حرام اور مکروہ تحریمی کے درمیان فرق	۵۸
عرف کی تعریف	۵۸
(فصل) مسواک کے بیان میں	۵۹
اسلام میں مسواک کی حکمت	۵۹
مسواک کی اہمیت	۶۰

سنت کی دو قسمیں ہیں	۶۱
وضو کا بیان	۶۹
وضو کا راز	۶۹
اختتام وضوء پر دعاءِ توبہ پڑھنے کا راز	۸۲
وضوء کے آداب	۸۳
تجدید وضو کی تعریف	۸۸
بطور اختصار طہارت وضو اور غسل کی حکمت	۸۸
موزوں پر مسح کا بیان	۸۹
مسح موزہ کا راز	۸۹
مسح موزہ مقیم کے لئے ایک دن رات اور مسافر کے لئے تین دن رات مقرر ہونے کی حکمت	۹۰
موزوں پر مسح کی شرطیں	۹۲
جرموق کی تعریف	۹۴
حدث کے اسباب کا بیان	۹۷
خروجِ بول وبراز وریح سے امر وضو کی وجہ	۹۷
بول وبراز اور جماع کرنے کے وقت خانہ کعبہ کی طرف پشت اور منہ کرنا منع ہونے کی حکمت	۱۰۰
نیند سے وضو ٹوٹنے کی وجہ	۱۰۱
وضو میں شک	۱۰۷
حدث اصغر کی وجہ سے حرام چیزیں	۱۰۸

تفسیر جلالین ۱۱۱

حاجت کو دور کرنے کا بیان ۱۱۴

بیت الخلاء جانے اور اس سے نکلنے کے وقت اعوذ و غفرانک پڑھنے کی وجہ ۱۱۶

حکم استبراء ۱۱۷

مطلق حکمِ استنجاء ۱۲۲

اعتراض اور جواب ۱۲۳

غسل کا بیان ۱۲۷

جس مکان میں کتّا یا جنبی یا تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہ آنے کی وجہ ۱۲۷

علقہ گر جائے تو غسل کا حکم کیا ہے ۱۳۰

فصل: کیفیت غسل کے بیان میں ۱۳۷

فصل: سنت غسل کے بیان میں ۱۴۴

تعارض اور تطبیق ۱۴۵

اصطلاحاتِ فقہاء ۱۴۶

تیمم کا بیان ۱۴۷

تیمّم کو وضو اور غسل کے قائم مقام ٹھرانے کی وجہ ۱۴۷

وضو و غسل کے تیمّم میں فرق نہ ہونے کی وجہ ۱۴۷

مٹی کب مستعمل ہو گی ۱۵۰

اسباب عجز ۱۵۱

ظن شک اور وہم کی تعریف ۱۵۱

ہبہ کی تعریف	۱۵۴
اعتراض اور جواب	۱۵۵
عصابۃ، لصوق اور جبیرۃ کی تعریف	۱۶۱
واجباتِ تیمّم	۱۶۵
تیمّم کی سنتیں	۱۷۰
مبطلاتِ تیمّم	۱۷۲
حیض کا بیان	۱۷۴
عورتوں کو حیض آنے کی وجہ	۱۷۴
تحدید اور تقریب کی تعریف	۱۷۵
ادلۂ اصلیہ	۱۷۶
استحاضہ کی تعریف	۱۷۹
مسائلِ نفاس	۱۸۰
نفاس کی تعریف	۱۸۰
حالتِ حیض و نفاس میں حرام ہونے والی چیزیں	۱۸۰
جنبی و حائضہ کے لئے قرآن کریم اور نماز پڑھنا ناجائز ہونے کی وجہ	۱۸۰
حائضہ پر روزہ کی قضاء واجب ہونے اور نماز کی قضاء واجب نہ ہونے کی وجہ	۱۸۱

حیض میں عورت سے حرمت جماع کی وجہ ۱۸۲
حائضہ سے حرمت جماع کی وجہ اور مستحاضہ سے اباحتِ جماع کی حکمت ۱۸۳
طہارت حیض کے بعد غسل واجب ہونے کی وجہ ۱۸۵
نماز کا وقت ہونے کے بعد مستحاضہ کا ضروری عمل ۱۸۶
اعتراض اور جواب ۱۸۶
سلس البول کے احکام ۱۸۸
سلس المذی والودی کی تعریف اوراحکام ۱۸۹
نجاستوں کا بیان ۱۹۰
نجاست کی تعریف ۱۹۰
حرمتِ شراب کی وجہ ۱۹۲
جنت میں حلّتِ شراب کی وجہ ۱۹۳
خنزیر کے بال سے بنے ہوئے برش کی شرعی حیثیت ۱۹۵
وجہِ حرمتِ مردار ۱۹۷
وجہ حلتِ مچھلی وٹڈی بغیر ذبح ۱۹۷
پاک چیزیں ۲۰۰
دباغت کی تعریف ۲۰۴
برتن میں کتے کے منہ ڈالنے یااس سے پانی وغیرہ پینے سے اس
برتن کوسات بار دھونے سے اس کے پاک ہونے کی حکمت ۲۰۷
صابون اور اشنان کی تعریف ۲۰۸
جھوٹا ۲۰۹

کتے اور بلی کے جھوٹے میں فرق ہونے کی وجہ	٢٠٩
تنور کی تعریف	٢١٠
نجاست کی قسمیں	٢١٢
نجاست حکمیہ اور عینیہ کی تعریف	٢١٢
جامد کی تعریف	٢١٤
نماز کا بیان	٢١٦
حقیقتِ نماز	٢١٦
قضاء کی تعریف	٢١٨
اعمال کے لئے قضاءور خصت مقرر ہونے کی حکمت	٢١٨
کافر اصلی اور مرتد کی تعریف	٢١٩
عزیمت اور رخصت کی تعریف	٢٢٠
ممیّز کی تعریف	٢٢١
اوقاتِ نماز کا بیان	٢٢٣
اوقاتِ نماز کے لئے اول وآخر حد مقرر ہونے کا راز	٢٢٣
پابندی اوقات کی حکمتیں	٢٢٣
ظہر کو ظہر کہنے کی وجہ	٢٢٤
سایۂ اصلی کی تعریف	٢٢٥
سایۂ مثل کی تعریف	٢٢٥
اوقاتِ ظہر	٢٢٥
عصر کو عصر کہنے کی وجہ	٢٢٥

اوقاتِ عصر	۲۲۵
اوقاتِ مغرب	۲۲۶
شفق احمر کی تعریف	۲۲۶
مغرب کو مغرب کہنے کی وجہ	۲۲۷
اوقاتِ عشاء	۲۲۷
عشاء کو عشاء کہنے کی وجہ	۲۲۷
اوقاتِ صبح	۲۲۹
صبح کو صبح کہنے کی وجہ	۲۲۹
نماز سے پہلے سونا	۲۲۹
وجہ تعیین اوقات پنجگانہ نماز	۲۳۰
اذان اور اقامت کا بیان	۲۳۵
حکمتِ اذان	۲۳۵
جماعتِ ثانیہ کی تعریف	۲۳۶
اذان افضل ہے امامت سے یا امامت افضل ہے اذان سے ؟	۲۳۷
قولِ قدیم اور جدید کی تعریف	۲۳۹
عراق اور مصر کے درمیان امام شافعیؒ نے جو فرمایا اسے کیا کہتے ہیں	۲۳۹
عمل قولِ جدید پر ہوتا ہے مگر بعض مسائل میں قولِ قدیم پر ہے	۲۴۰
مزید تشفی	۲۴۱
حیعلتین کے وقت التفات کی وجہ	۲۴۴
کان میں انگلی ڈال کر اذان دینے کی وجہ	۲۴۶
روایت میں تعارض اور تطبیق	۲۵۰

اذان واقامت کاجواب کب سنت ہے؟ ۲۵۲

اذان واقامت کے بعض الفاظ سنائی دیں اور بعض نہ دیں تو پوری اذان واقامت کے جواب کا حکم ۲۵۲

کسی جگہ ایک سے زائد اذانیں ہورہی ہوں توجواب کے متعلق حکم ۲۵۲

اذان کے وقت دنیوی باتوں کے متعلق حکم ۲۵۳

وہ حالتیں جن میں دعاقبول ہوتی ہے ۲۵۴

کوئی لیٹاہواوراذان ہورہی ہوپھر بھی لیٹے رہنا ۲۵۴

جواب اذان کے لئے قراءت منقطع کرنا ۲۵۴

مقام محمود کی تعریف ۲۵۶

حکمتِ سوال ۲۵۷

بدن اور کپڑے اور موضع نماز کی پاکی کا بیان ۲۵۸

نماز کے لئے مکان کی صفائی اور لباس کی ستھرائی کاراز ۲۵۹

قلیل وکثیر کامرجع ۲۶۱

مچھلی بازار میں اڑنے والے خون کے چھینٹوں کاحکم ۲۶۱

فصد اور حجامت کی تعریف ۲۶۲

تعارض اور تطبیق ۲۶۲

اعادہ کی تعریف ۲۶۴

صدید کی تعریف ۲۶۹

چند علامتوں کی پہچان ۲۷۱

ستر چھپانے کا بیان ۲۷۳

استقبال قبلہ کا بیان ۲۸۳

نماز میں استقبالِ خانۂ کعبہ کی وجہ ۲۸۴

تعارض اور تطبیق ۲۹۳

تنبیہ ۲۹۴

دلائل قبلہ کا حکم ۲۹۷

صفتِ خط کے بارے میں اقوال ۲۹۸

نماز میں سترہ کا راز ۲۹۹

صف بندی میں ممانعتِ فرجہ کا راز ۳۰۲

ماخذ و مراجع ۳۰۳

﴿پیش لفظ﴾

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد:

عربی میں کتب شافعیہ بہت ہیں، ان میں سے چیدہ چیدہ جیسے "**عمدۃ السالک**" اور "**الاقناع**" نامی کتابیں نصابِ مدارس میں داخل ہیں، لہذا احقر کو "**عمدۃ السالک**" کے لئے اردو شرح کی ضرورت محسوس ہوئی تو اپنی کوتاہ علمی کے اقرار اور اس عظیم کام کے قابل نہ ہونے کے احساس کے باوجود، اس حدیث قدسی: **انا عند ظن عبدی بی** (ریاض الصالحین) کے پیش نظر ابتداء کی، جس کا نام "**مُنیۃُ الطّالِب و مَنّۃُ المالک**" ہے، الحمدللہ اس کی ''جلد اول'' مکمل ہوئی۔

تالیف کی غرض

یہ ہے کہ طلبہ صاف ستھرے انداز، جچے تلے لہجے اور عام فہم اسلوب میں مسائل عوام تک پہنچائیں اور احقر کے بارِ گناہ پر بارانِ رحمت ہو۔

مُنیۃُ الطّالِب کی خصوصیتیں

(۱) اصل عبارت اور ترجمہ بین القوسین ہے

(۲) مناسب لفظ کی تشریح زیادہ تر اس لفظ کے پہلی بار ذکر ہونے پر کی گئی ہے،

(۳) شارح سے مراد صاحبِ "انوار المسالك شرح عمدة" یا صاحبِ "فيض الاله المالك شرح عمدة" ہیں،

(۴) عمدۃ السالک سے زائد کتب معتبرہ سے ذکر کردہ مسائل حوالے کے ساتھ ہیں لیکن عمدۃ کی شرح انوار المسالک اور فیض سے ذکر کردہ مسائل تکرار کے خوف سے بغیر حوالے کے ہیں۔

اے اللہ اس کتاب سے ہر خاص وعام کو مستفیض فرما اور اس کو احقر، والدین اور اساتذۂ کرام وغیرہم کے لئے باعثِ مغفرت بنا،

آمین ثم آمین یارب العالمین۔

﴿گذارش﴾

و ان تجد عیبا فسد الخللا۔۔۔۔فجل من لا عیب فیہ و علا

اگر تو اس میں کوئی عیب پائے تو عیب کو درست کر دے۔۔۔۔۔۔اللہ کی ذات بلند و بالا ہے جس میں کوئی عیب نہیں ہے،

لہذا قارئین کرام سے نیاز مندانہ التماس ہے کہ لغزش و خطاء ہو تو احقر کو مطلع فرما کر مشکور بنائیں،

احقر

محمد نور پٹیل

ساکن تلوجہ

﴿مقدمہ﴾

ہر علم کو شروع کرنے سے پہلے اس علم کی تعریف، واضع، اسم، موضوع، حکم، غایت، فضیلت، مسائل، فائدہ، نسبت، استمداد اور مخصوص محاورات واصطلاحات بطور مقدمہ بیان کئے جاتے ہیں تاکہ طلبہ کو اس فن کی تحصیل میں سہولت اور بصیرت حاصل ہو اس لئے علم فقہ کو شروع کرنے سے پہلے ہم بطور مقدمہ اس کی تعریف وغیرہ اور بعض مخصوص محاورات واصطلاحات لکھتے ہیں تاکہ اس فن کے حصول میں سہولت ہو۔

(۱)تعریف (۲)واضع (۳)اسم (۴)موضوع (۵)حکم (۶)غایت (۷)فضیلت (۸)مسائل (۹)فائدہ (۱۰)نسبت (۱۱)استمداد۔

(۱)تعریف:

فقہ کی لغوی تعریف: سمجھنا،هو لغة الفهم(فتح المعين)

فقہ کی دوسری تعریف: گہری سمجھ،(تيسير الاصول ص ٦)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ فقہ اور فہم لغت میں دو اسم ایک معنی میں ہے، **الفقه والفهم في اللغة اسمان بمعنى واحد**(احيا العلوم ص٤٤ ج ١)

اصطلاحی پہلی تعریف: احکام شرعیہ عملیہ کو جاننا جو تفصیلی دلائل سے حاصل ہوتے ہیں۔

و اصطلاحا: العلم بالاحكام الشرعية العملية المكتسب من ادلتها التفصيلية(فتح المعين)

دوسری تعریف: افعال مکلفین سے تعلق والے احکام کو ادلۂ تفصیلیہ سے جاننا۔
(تيسير الاصول ص ٦)

تیسری تعریف: ان احکام شرعیہ کا جاننا جو اجتہاد سے حاصل ہوتے ہیں۔(شرح ورقات ص٢)

چوتھی تعریف: فتاوی میں فروعات غربیہ کے جاننے استکثار کلام اور ان کی دقیق علتوں سے واقف ہونے اور فروعات سے متعلقہ حفظِ اقوال کو فقہ کہتے ہیں۔(احياء العلوم ص٤٤ ج١)

پانچویں تعریف: اہل حقیقت اور صوفیائے کرام کے یہاں فقہ علم و عمل کی جامعیت کا نام ہے۔

چھٹی تعریف: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علم فقہ نفس کا اپنے لئے مفید اور مضر چیزوں کے جاننے کا نام ہے۔

ساتویں تعریف: بعض علماء نے کہا ہے: علم فقہ نظائر کو جاننے کا نام ہے۔

(۲) واضع: اسلامی علوم کی ابتداء اسلام کے ساتھ ہوئی اور نزول وحی کے زمانہ ہی سے عقائد، تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم شروع ہو چکی تھی، لہذا اس فن کے واضع آپ ﷺ ہیں۔ **وواضعه النبی** ﷺ۔ (انوار السنیہ ص۷)

(۳) اسم: یعنی اس فن کا نام کیا ہے۔۔۔؟۔۔۔ اس کا نام علم فقہ ہے (علم فقہ میں حلال و حرام، جائز و ناجائز احکام ہوتے ہیں، لہذا اس کو علم حلال و حرام بھی کہتے ہیں) **و اسمه علم الفقه**۔ (ایضا)

(۴) موضوع: علم فقہ کا موضوع مکلف آدمی کا فعل و عمل ہے جس کو احکام خمسہ عارض ہوتے ہیں (فرض، مندوب، مباح، مکروہ اور حرام، یعنی فعل واجب ہوتا ہے، حرام ہوتا ہے یا پھر جو احکام خمسہ کا معروض ہوتا ہے یعنی احکام خمسہ عرض ہے جو اس کے لئے ثابت ہوتے ہیں جیسے قیام عرض ہے جو زید کو عارض ہوتا ہے یعنی زید کے لئے ثابت کیا جاتا ہے "زید قائم" میں قیام زید کے لئے ثابت کیا گیا ہے) **وموضوعه: فعل المكلف من حيث إنه معروض للاحكام الخمسة**۔ (ایضا) **فهو أفعال المكلفين من حيث عروض الأحكام لها** (اعانۃ الطالبین)

مکلف سے مراد: بالغ، عاقل۔۔ مغنی المحتاج میں ہے: **المكلف ای البالغ العاقل** (ص۴۶۲ ج۱) مکلف یعنی بالغ اور عاقل ہے، لہذا نابالغ بچہ اور مجنون کے افعال فقہ کے موضوع میں داخل نہیں ہیں، لیکن یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب نابالغ بچہ کے افعال موضوع میں داخل نہیں تو کتب فقہ میں ان کے افعال کیوں مرقوم ہیں؟

جواب: ان کے افعال کتب فقہ میں جو مرقوم ہیں وہ ان کے مکلف اولیاء سے متعلق ہیں، مثلاً بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دینا وغیرہ(منهاج فى حاشيتان)

(۵)حکم: جن مسائل سے عبادات کی درستگی ہوتی ہے(مثلاً وضو اور نماز وغیرہ کے فرائض وغیرہ) ان کو حاصل کرنا فرض عین اور ضروری ہے، اس سے آگے درجۂ افتاء تک رسائی واجب کفائی ہے، اور اس سے آگے اجتہاد تک مندوب ہے، **وحكمه: الوجوب العينى بقدر ما يعرف به تصحيح عباداته فان زاد على ذلک صار واجبا كفائيا الى بلوغ درجة الإفتاء فان زاد على ذلک إلى ان بلغ درجة الاجتهاد صار مندوبا۔(انوار السنيه) فهو الواجب العينى او الكفائى**(اعانة الطالبين)

(٦)غایت: علم فقہ کی غایت ، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضامندی سے کامیابی حاصل کرنا ہے جس سے سعادت دارین نصیب ہوتی ہے۔(ایضا ص۷)**وغايته: الفوز برضا الله تعالىٰ ورسوله ﷺ الناشئ منه سعادة الدارين**(انوار السنيه)

(۷)فضیلت: علم فقہ کی فضیلت یہ ہے کہ اس کو تمام علوم پر فوقیت حاصل ہے چنانچہ رسول مقبول ﷺ کا فرمان ہے: اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرماتا ہے(اعانة الطالبين) نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **فقيه واحد اشد على الشيطان من الف عابد** ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے، کیونکہ عابد کی عبادت بلا بصیرت ہوتی ہے اس لئے شیطان پر بہت آسان ہے کہ وہ اس کو چاہِ ضلالت میں ڈال دے اور شکوک وشبہات میں مبتلا کر دے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے کہ آپؒ فرماتے ہیں: سیکھنے کے لائق علم تو بس دو ہی ہیں، ایک علم فقہ: جس کے بغیر دین کے احکام سے ناواقفیت رہ جاتی ہے اور دوسرا علم طب: جس سے صحتِ انسانی کی تعمیر ہوتی ہے اور بقیہ علوم تو صرف خط نفس کا ذریعہ ہیں۔

قال الشاعر:

تفقہ فان الفقہ افضل قائد الی البر و التقوی و اعدل قاصد

ھو العلم الھادی الی سنن الھدی ھو الحصن ینجی من جمیع الشدائد

فان فقیھا و احدا متورعا اشد علی الشیطان من الف عابد

یعنی فقہ ضرور حاصل کرو کیونکہ اس سے اعمال صالحہ کی توفیق اور تقوی کی سعادت حاصل ہوتی ہے، فقہ سے ہدایت کی راہیں فقیہ پر کھل جاتی ہیں اور یہ ایک ایسا مضبوط قلعہ ہے جس کی پناہ میں فقیہ تمام حوادثات و آفات سے محفوظ ہو جاتا ہے، بے شک ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔(مبادیات فقہ ص ۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا ہی بہتر شخص ہے وہ جو دین میں سمجھ رکھتا ہو۔''(مشکوۃ ص ۳۶ ج ۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''سردار ہونے سے قبل فقہ سیکھ لو۔''(حاشیہ مع البخاری ص ۱۷ ج ۱) حضرت ابو امامہ باہلیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا، جن میں ایک عابد اور دوسرا عالم تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''عالم کو عابد پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسے مجھ کو تم میں سے معمولی شخص پر فضلیت حاصل ہے۔''(مشکوۃ ص ۳۴ ج ۱)

وقد مدحہ اللہ تعالی بتسمیۃ خیرا بقولہ: ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا وقد فسر الحکمۃ زمرۃ ارباب التفسیر بعلمہ الفروع الذی ھو علم الفقہ (درمختار ج ۱) یعنی اللہ نے حکمت کو خیر فرما کر علم فقہ کی مدح کی ہے اپنے اس قول و من یؤت الحکمۃ الخ میں، یعنی جس کو حکمت دی گئی اس کو بہت خیر دی گئی اور حکمت کی تفسیر مفسرین کے ایک گروہ نے علم فروع سے کی ہے جو فقہ کا علم ہے۔

وخیر علوم علم فقہ لانہ............یکون الی کل المعالی توسلا

فان فقیھا واحدا متورعا.............علی الف ذی زھد تفضل واعتلی

یعنی علوم میں سب سے بہتر علم فقہ ہے مراتب عالیہ کا وسیلہ ہونے کی وجہ سے،

ایک فقیہ متورع ہزار زاہدوں سے افضل و اعلیٰ ہوتا ہے(مبادیات فقہ)حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''منافق میں دو خصلتیں جمع نہیں ہو سکتی ایک نیک خلقی اور دوسری دین میں سمجھ۔'' (مشکوۃ ص۳۴/۱) طبرانی میں حدیث ہے: مجلس فقه خير من عبادة ستين سنة: یعنی فقہ کی ایک مجلس (یا فقہ کے درس میں شریک ہونا) ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے (مبادیات فقہ ص ۱۱)

(۸)مسائل: اس کے مسائل اس کے قضایاں ہیں جیسے نیت واجب ہے اور وضوء شرط ہے نماز صحیح ہونے کے لئے اور دخول وقت سبب ہے اس کے لئے ومسائله قضاياه كالنية واجبة و الوضوء شرط لصحة الصلاة ودخول الوقت سبب لها (انوار السنيه) فهو القضايا، كالنية واجبة، والوضوء شرط لصحة الصلاة، ودخول الوقت سبب لها۔ (اعانة الطالبين)

(۹)فائدہ: اس کا فائدہ اللہ تعالی کے اوامر کو بجالانا اور نواہی سے رک جانا۔ وفائدته: امتثال اوامر الله تعالى واجتناب نواهيه (فتح المعين)

(۱۰)نسبت: تفسیر و حدیث کے ماسوا اور غیر ہے یعنی دوسرے علوم سے علحیدہ اور سوا ہے یعنی علم فقہ نہ علم تفسیر ہے نہ علم حدیث، یعنی فقہ اور ہے اور یہ علوم اور ہیں۔ ونسبته الى غيره: أنه من العلوم الشرعية وهي ثلاثة الفقه والتفسير والحديث فهو مغاير للعلوم۔ (انوار السنية) فهو المغايرة للعلوم (اعانة الطالبين)

(۱۱)استمداد: یعنی فقہ کی تدوین میں کس سے مدد لی گئی ہے؟ علم فقہ کی تدوین میں قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس سے مدد لی گئی ہے۔ واستمداده: من الكتاب والسنة والاجماع والقياس (انوار السنيه) واستمداده: من الكتاب والسنة والاجماع والقياس (فتح المعين) مذکورہ گیارہ امور کو مبادی کہا جاتا ہے۔

فقیہ کی تعریف

فقیہ: جو شخص احکام شرعیہ کو دلائل کے ساتھ جانتا ہو، اسے فقیہ کہتے ہیں۔
(تیسیرا لاصول ص٦)

خیر القرون اور تفقہ فی الدین

تاجدار مدینہ سرکار دوعالم ﷺ کے اصحاب میں، دو قسم کے لوگ تھے ایک وہ جو ہمہ وقت حفظ حدیث اور اس کی روایت میں لگے رہتے تھے مثلاً حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، انس بن مالک ضیِ للہ عنہ وغیر ھما اور دوسرے وہ جو نصوص میں تدبر اور غور وفکر کرکے احکام جزئیہ نکالنے اور استنباط و تفقہ پر ہی پوری ہمت صرف کرتے تھے مثلاًحضرت علی رضیِ اللہ عنہ اور عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیر ھما(مبادیات فقہ)

فقہ فی الدین کی حقیقت

علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھاہے کہ: فقہ فی الدین (دین میں سمجھ) جس کو کہتے ہیں وہ حقیقت میں یہ ہے کہ دین کی صحیح پہچان، دل و دماغ میں جگہ پکڑے، پھر زبان و قلم پر جاری ہو اور اسی کے بموجب عمل ظاہر ہو اور اسی کے ذریعہ خوفِ خدا اور تقوی حاصل ہو(ایضا)

کتب فقہ میں لفظ اعلم اور تنبیہ کا استعمال

لفظ اعلم اور تنبیہ کا استعمال ہوتا ہے بعد میں آنے والے کلام کی اہمیت ظاہر کرنے اور مخاطب کو تنبیہ کرنے کے لئے کہ پیش کئے جانے والے کلام کو یاد کرنالازم ہے تاکہ مخاطب کان لگائے اور توجہ دے۔

الحمدللہ رب العالمین و الصلوۃ و السلام علی محمد (صلی اللہ علیہ و سلم)

رَبِّ یَسِّرو لاتُعَسِّر وَ تَمِّم بِالخَیرِ وَ بِکَ نَستَعِینُ:

اے میرے پروردگار (اس کام کو) آسان فرما، مشکل نہ فرما، خیر کے ساتھ تام و کامل فرمااور ہم (اس کام کے لئے) تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

اے مددگار اس دعا کو محض اپنے فضل و کرم سے قبول فرما، قبول فرما، قبول فرما۔

مصنف رحمہ اللہ نے فرمایا: (**بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**، شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں،) [نہایت بے نہایت کے معنی میں ہے لہذا اب کوئی اشکال نہ رہا]۔

ابتداء کی دو قسمیں ہیں: (۱) ابتداء حقیقی اور (۲) ابتدء اضافی، مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب کی ابتداء بسم اللہ الخ سے کی اس کو ابتداء حقیقی اور الحمد للہ سے کی اس کو ابتداء اضافی کہتے ہیں، نیز مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب کی ابتداء بسم اللہ الخ سے کی اور پھر الحمدللہ سے، یہ قرآن کریم کی اقتداء کرتے ہوئے،

زمانۂ جاہلیت میں عادت تھی کہ اپنے کاموں کو بتوں کے نام سے شروع کرتے تھے اس رسمِ جاہلیت کو مٹانے کے لئے قرآن کی سب سے پہلی آیت جو جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام لے کر آئے اس میں قرآن کو اللہ کے نام سے شروع کرنے کا حکم دیا گیا، **اِقرَاْ بِاسمِ رَبِّکَ**، علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ قرآن کے سوا دوسری تمام آسمانی کتابیں بھی بسم اللہ سے شروع کی گئی ہیں، قرآن کریم میں جابجا اس کی ہدایت ہے کہ ہر کام کو اللہ کے نام سے شروع کیا جائے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ ہر اہم کام جو بِسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت رہتا ہے "**بِسم اللہ**" یہ کلمہ تین لفظوں سے مرکب

ہے، ایک حرف باء، دوسرے اسم، تیسرے اللہ، حرف باء عربی زبان میں بہت سے معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے، جن میں سے تین معنی مناسبِ مقام ہیں، ان میں سے ہر ایک معنی اس جگہ لئے جاسکتے ہیں:

اول: مصاحبت: یعنی کسی چیز کا کسی چیز سے متصل ہونا،

دوسرے: استعانت: یعنی کسی چیز سے مدد حاصل کرنا،

تیسرے: تبرک: یعنی کسی چیز سے برکت حاصل کرنا،

لفظِ "اسم" اس کا ترجمہ نام سے کیا جاتا ہے،

لفظ "اللہ" اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سب سے بڑا اور سب سے زیادہ جامع نام ہے، اور بعض علماء نے اسی کو اسم اعظم کہا ہے اور یہ نام اللہ کے سوا کسی دوسرے کا نہیں ہوسکتا، اس لئے اس لفظ کا تثنیہ اور جمع نہیں آتے کیونکہ اللہ واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نام ہے اس موجود حق کا جو تمام صفاتِ کمال کا جامع اور صفاتِ ربوبیت کے ساتھ متصف، یکتا اور بے مثال ہے، اسلئے کلمہ "بسم اللہ" کے معنی حرف باء کے مذکورہ تین معنی کی ترتیب سے یہ ہوئے:

(۱) اللہ کے نام کے ساتھ (۲) اللہ کے نام کی مدد سے (۳) اللہ کے نام کی برکت سے، لیکن تینوں صورتوں میں یہ ظاہر ہے کہ یہ کلام نامکمل ہے، جب تک اس کام کا ذکر نہ کیا جائے جو اللہ کے نام کے ساتھ یا اس کی برکت سے کرنا مقصود ہے اس لئے نحوی قاعدے کے مطابق یہاں کوئی فعل مناسبِ مقام محذوف ہوتا ہے مثلاً "شروع کرتا ہوں یا پڑھتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ" اور مناسب یہ ہے کہ یہ فعل بھی بعد میں محذوف مانا جائے تاکہ حقیقتاً شروع اسم، اللہ ہی سے ہو، وہ فعل محذوف بھی اسم اللہ سے پہلے نہ آئے، صرف حرف باء کا اسم اللہ سے پہلے آنا عربی زبان کے لحاظ سے ضروری وناگزیر ہے، اس میں بھی

مصحفِ عثمانی میں باجماعِ صحابہ، یہ رعایت رکھی گئی ہے کہ حرف باء رسم الخط کے قاعدے سے الف کے ساتھ ملا کر لکھنا چاہیئے تھا اور لفظِ اسم الگ جس کی صورت ہوتی؛ **با سم اللہ؛** لیکن مصحفِ عثمانی کے رسم الخط میں حرف ہمزہ کو حذف کرکے حرف باء کو سین کے ساتھ ملا کر صورۃً اسم کا جزء بنادیا تاکہ شروع اسم اللہ سے ہو جائے یہی وجہ ہے کہ دوسرے مواقع میں یہ حرف "الف" حذف نہیں کیا جاتا جیسے: "**اِقرَا بِاسمِ رَبِّک**" میں "ب" کو الف کے ساتھ لکھا جاتا ہے یہ صرف بسم اللہ کی خصوصیت ہے کہ حرف "باء" کو سین کے ساتھ ملا دیا گیا ہے۔

اَلرَّحمٰنِ الرَّحِیم: یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، "رحمن" کے معنی عام الرحمۃ کے اور "رحیم" کے معنی تام الرحمۃ کے ہیں، عام الرحمۃ سے مطلب یہ ہے کہ وہ ذات جس کی رحمت سارے عالم اور ساری کائنات اور جو کچھ اب تک پیدا ہوا ہے اور جو کچھ ہو گا سب پر حاوی اور شامل ہو، اور "تام الرحمۃ" کا مطلب یہ ہے کہ اس کی رحمت کامل و مکمل ہو، یہ وجہ ہے کہ لفظِ "رحمن" اللہ جل شانہ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے کسی مخلوق کو "رحمن" کہنا جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں ہو سکتا جس کی رحمت سے عالم کی کوئی چیز خالی نہ رہے، اسی لئے جس طرح لفظِ "اللہ" کا جمع اور تثنیہ نہیں آتا "رحمن" کا بھی جمع و تثنیہ نہیں آتا کیونکہ وہ ایک ہی ذات پاک کے ساتھ مخصوص ہے دوسرے اور تیسرے کا وہاں احتمال ہی نہیں (تفسیر قرطبی) بخلاف لفظِ "رحیم" کے کہ اس کے معنی میں کوئی ایسی چیز نہیں جس کا پایا جانا مخلوق میں ناممکن ہو کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص کسی شخص سے پوری پوری رحمت کا معاملہ کرے، اسی لئے لفظِ "رحیم" انسان کیلئے بھی بولا جاسکتا ہے قرآن کریم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی یہ لفظ استعمال فرمایا ہے: **بِالمُومِنِینَ رؤُفٌ رَّحِیم** (سورہ توبہ آیت نمبر ۱۲۸) اس سے یہ بھی معلوم

ہو گیا کہ آج کل عبد الراحمن، فضل الرحمن وغیرہ ناموں میں تخفیف کرکے "رحمن" کہتے ہیں۔ اور اس شخص کو اس لفظ سے خطاب کرتے ہیں، یہ ناجائز و گناہ ہے (تشریح کے لئے احقر کا "دعا" نامی رسالہ ملاحظہ فرمائیں)۔

بِسم اللہ میں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی اور صفاتِ کمال میں سے صرف دو صفتیں ذکر کی گئی ہیں اور وہ دونوں لفظ رحمت سے مشتق ہیں اور وسعتِ رحمت اور کمال رحمت پر دلالت کرنے والی ہیں، اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ تخلیق عالم اور آسمان و زمین اور تمام کائنات کے پیدا کرنے اور ان کو پالنے وغیرہ کا منشاء، اللہ تعالی کی صفت رحمت ہے، نہ اس کو ان چیزوں کی خود کوئی ضرورت تھی، نہ کوئی دوسرا ان چیزوں کے پیدا کرنے پر مجبور کرنے والا تھا، صرف اسی کی رحمت کے تقاضے سے یہ ساری چیزیں اور ان کی پرورش کے سارے انتظامات وجود میں آئے ہیں؟

ما نبودیم و تقاضا ما نبود.......:.....لطیف تو نا گفتہ ٔ ما می شنود

(معارف القرآن ص ۷۳ ج ۱)

(اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العالَمِینَ، سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو سارے جہاں کا پالنے والا ہے۔)

الحمد للہ کے معنی یہ ہیں کہ سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں یعنی دنیا میں جہاں کہیں کسی چیز کی تعریف کی جاتی ہے وہ در حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف ہے کیونکہ اس جہانِ رنگ و بُو میں جہاں ہزاروں حسین مناظر اور لاکھوں دل کش نظارے اور کروڑوں نفع بخش چیزیں انسان کے دامنِ دل کو ہر وقت اپنی طرف کھینچتی رہتی ہیں اور اپنی تعریف پر مجبور کرتی ہیں اگر ذرا نظر کو گہرا کیا جائے تو ان سب چیزوں کے پردے میں ایک ہی دستِ قدرت کارفرما نظر آتا ہے اور دنیا میں جہاں کہیں کسی چیز کی تعریف کی جاتی ہے اس کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں جیسے کسی نقش و نگار یا تصویر کی یا کسی صنعت کی تعریف کی

جائے کہ یہ سب تعریفیں در حقیقت نقّاش اور مصور کی یا صنّاع کی ہوتی ہیں اس جملے نے کثرتوں کے تلاطم میں پھنسے ہوئے انسان کے سامنے ایک حقیقت کا دروازہ کھول کر یہ دکھلا دیا کہ یہ ساری کثرتیں ایک ہی وحدت سے مربوط ہیں اور ساری تعریفیں در حقیقت اسی ایک قادرِ مطلق کی ہیں، ان کو کسی دوسرے کی تعریف سمجھنا نظر و بصیرت کی کوتاہی ہے، اس مختصر ابتدائی جملے کے بعد اللہ تعالیٰ کی صفت "رَبِّ الْعٰلَمِينَ" ذکر کی گئی ہے، مختصر الفاظ میں اس کی بھی تشریح دیکھئے: لفظِ "رب" کے معنی عربی لغت کے اعتبار سے تربیت و پرورش کرنے والے کے ہیں اور تربیت اس کو کہتے ہیں کہ کسی چیز کو اس کے تمام مصالح کی رعایت کرتے ہوئے درجہ بدرجہ آگے بڑھایا جائے یہاں تک کہ وہ حد کمال کو پہنچ جائے، یہ لفظ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے لئے مخصوص ہے، کسی مخلوق کو بدون اضافت کے رب کہنا جائز نہیں کیونکہ ہر مخلوق خود محتاجِ تربیت ہے وہ کسی دوسرے کی کیا تربیت کر سکتا ہے۔ "اَلْعٰلَمِينَ" عالم کی جمع ہے جس میں دنیا کی تمام اجناس، آسمان، چاند، سورج اور تمام ستارے اور ہوا و فضاء برق و باراں، فرشتے، جنات زمین اور اس کی تمام مخلوقات، حیوانات، انسان، نباتات، جمادات سب ہی داخل ہیں اس لئے رب العالمین کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ تمام اجناسِ کائنات کی تربیت کرنے والے ہیں اور یہ بھی کوئی بعید نہیں کہ جیسا یہ ایک عالم ہے جس میں ہم بستے ہیں اور اس کے نظام شمسی و قمری اور برق و باراں اور زمین کی لاکھوں مخلوقات کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں یہ سارا ایک ہی عالم ہو اور اسی جیسے اور ہزاروں لاکھوں دوسرے عالم ہوں جو اس عالم سے باہر کی خلاء میں موجود ہوں، امام رازی علیہ الرحمہ نے اپنی تفسیر کبیر میں فرمایا ہے کہ اس عالم سے باہر ایک لامتناہی خلاء کا وجود دلائل عقلیہ سے ثابت ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ اس نے اس لامتناہی خلاء میں ہمارے پیش نظر عالم کی طرح کے اور بھی ہزاروں لاکھوں عالم بنا رکھے ہوں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ "عالم چالیس ہزار ہیں، یہ دنیا مشرق سے مغرب تک ایک عالم ہے، باقی اس کے سوا ہیں" اسی طرح حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ امام تفسیر سے منقول ہے کہ "عالم اسی ہزار ہیں" (قرطبی، معارف القرآن ص ۷۹ ج ۱)

(وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اور اے اللہ میں طلب کرتا ہوں تجھ سے رحمت اور سلامتی، کو ہمارے سردار محمد صلّی اللہ علیہ وسلم پر، آپ ﷺ کے آل اور تمام اصحاب پر۔)

لفظ صلٰوۃ عربی زبان میں چند معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے: رحمت، استغفار، تضرع اور دُعاء، اللہ تعالٰی کی طرف نسبتِ صلٰوۃ ہو تو اس سے مراد رحمت نازل کرنا ہے، فرشتوں کی طرف نسبتِ صلٰوۃ ہو تو اس سے مُراد استغفار کرنا ہے، آپ ﷺ کے لئے اور عام مُومنین کی طرف نسبتِ صلٰوۃ ہو تو اس سے مُراد تضرع اور دُعاء ہے۔

صلٰوۃ و سلام کے حکم کی تعمیل ہر اُس صیغہ سے ہو سکتی ہے جس میں صلٰوۃ و سلام کے الفاظ ہوں، اور یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ الفاظ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم سے بعینہ منقول بھی ہوں بلکہ جس عبارت سے بھی صلٰوۃ و سلام کے الفاظ ادا کئے جائیں اس حکم کی تعمیل اور درود شریف کا ثواب حاصل ہو جاتا ہے، مگر یہ ظاہر ہے کہ جو الفاظ خود آنحضرت صلّی للہ علیہ وسلم سے منقول ہیں وہ زیادہ بابرکت اور زیادہ ثواب کے موجب ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد روضۂ اقدس کے سامنے جب سلام عرض کیا جائے تو اس میں بھی صیغہ السلام علیک کا اختیار کرنا مسنون ہے اس کے علاوہ جہاں غائبانہ صلٰوۃ و سلام پڑھا جائے تو صحابہ و تابعین اور ائمۂ اُمت سے صیغۂ غائب کا استعمال کرنا منقول ہے، مثلاً "صلی اللہ علیہ وسلم" جیسا کہ عام محدثین کی کتابیں اس سے لبریز ہیں۔ (ایضا)

درود شریف کا حکم

درود نماز میں واجب ہے (الحاوی الکبیر ص ۱۳۷ج۲) نماز کے باہر جب بھی آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آئے درود کا پڑھنا مستحب ہے چاہے ذکر کرتے ہوئے آئے، چاہے لکھنے یا سننے کے اعتبار سے آئے، ندب الصّلاۃ علیٰ النبی کلما ذکر کتابۃ او صوتا ویندب ذٰلک للذاکر وغیرہ۔ (نزھۃ المتقین ص ۲۰۰ ج۲)

فضیلت

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ وہ شخص مجھ سے قریب ہو گا جو کثرت سے مجھ پر درود بھیجے۔"(ایضاً ص ۱۹۹ ج۲)

درود نہ پڑھنے پر وعید

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں؛رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور مجھ پر درود نہ پڑھے"[مطلب یہ ہیکہ جس کے سامنے آپ ﷺ کا تذکرہ ہو اور درود نہ پڑھے تو اُس کے لئے ذلّت اور خسارہ ہے](ایضًاص ۲۰۰ ج۲)

ذکر مبارک کے وقت افضل و اعلیٰ اور مستحب تو یہی ہے کہ صلوٰۃ اور سلام دونوں پڑھے اور لکھے جائیں، لیکن اگر کوئی شخص ان میں سے ایک یعنی صرف صلوٰۃ یا صرف سلام پر اکتفاء کرلے تو جمہور فقہاء کے نزدیک کوئی گناہ نہیں، شیخ الاسلام نووی وغیرہ نے دونوں میں سے صرف ایک پر اکتفاء کرنا مکروہ فرمایا ہے، ابن حجر ہیتمی نے فرمایا کہ ان کی مُراد کراہت سے خلافِ اَولیٰ ہونا ہے اور علماء امت کا مسلسل عمل اس پر شاہد ہے کہ وہ دونوں ہی کو جمع کرتے ہیں اور بعض اوقات ایک پر بھی اکتفاء کرلیتے ہیں۔

لفظ صلوٰۃ انبیاء علیھمُ السلام کے سوا کسی کے لئے استعمال کرنا جمہور علماء کے نزدیک جائز نہیں، امام بیہقی نے اپنے سنن میں حضرت ابن عباس کا یہ فتویٰ نقل کیا ہے: **لَایُصَلی عَلیٰ اَحدٍاِلّاَعَلیَ النَّبِی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیه وَسَلَّمَ لٰکِن یدعیٰ لِلمُسلِمینَ وَالمُسلِمٰتِ بِالِاستِغفار۔**

امام شافعیؒ کے نزدیک غیر نبی کے لئے لفظ صلوٰۃ کا استعمال مُستقِلّاً مکروہ ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی مذہب ہے، البتہ تبعًا جائز ہے یعنی آنحضرت ﷺ پر صلوٰۃ و سلام کے ساتھ آل و اصحاب یا تمام مُومنین کو شریک کرلے اس میں مضائقہ نہیں۔

اور امام جوینیؒ نے فرمایا کہ "جو حکم لفظ صلوٰۃ کا ہے وہی لفظ سلام کا بھی ہے کہ غیر نبی کے لئے اس کا استِعمال درست نہیں، بجز اس کے کہ کسی کو خطاب کرنے کے وقت بطور تحیہ کے **السلامُ علیکم** کہے، یہ جائز و مسنون ہے، مگر کسی غائب کے نام کے ساتھ "علیہ السلام" کہنا اور لکھنا غیر نبی کے لئے درست نہیں" (خصائص کبریٰ سیوطی ص ۲٦۲ ج ۲)۔

علامہ لقانیؒ نے فرمایا کہ قاضی عیاض نے فرمایاہے کہ "محققین علماء امّت اس طرف گئے ہیں اور میرے نزدیک بھی یہی صحیح ہے" اور اسی کو مام امالک، سفیان اور بہت سے فقہاء متکلمین نے اختیار کیاہے کہ صلوٰۃ و تسلیم نبی کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء کے لئے مخصوص ہے غیر نبی کے لئے جائز نہیں جیسے لفظ **سبحانه**، اور **تعالیٰ** اللہ جل شانہ کے لئے مخصوص ہے انبیا کے لئے وعام مسلمانوں کے لئے مغفرت اور رضا کی دُعا ہونا چاہئے جیسے قرآن میں حضرات صحابہ کے متعلق آیاہے: **رَضِیَ اللّٰہ عَنهُم وَرَضُوا عنه** (روحُ المعانی،معا رفُ القران ص ۲۲۳ ج ۷) لفظ، **"صحبه"** سیبویہ کے نزدیک اسم جمع ہے صاحب کی اور اس کے معنی ہے صحابی۔

صحابی: اس شخص کو کہتے ہیں جس کی ملاقات ایمان کی حالت میں حضور ﷺ سے ہوئی ہو اور ایمان ہی پر اُس کا خاتمہ ہوا ہو۔ لفظِ "اجمعین" تاکید ہے صحبہ کے لئے۔

(هذا مختصر علی مذهب الامام الشافعی رحمة الله علیه و رضوانه، یہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے مسلک کے موافق ایک چھوٹی سی کتاب ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رضا آپ پر ہوں۔)

هذا یعنی وہ مسائل جو مصنفؒ کے ذہن میں اس کتاب کی تصنیف سے قبل محفوظ تھے۔ مختصر: اسم مفعول ہے اختصار سے اور اس کے معنی ہے، مختصر کلام، مطلب یہ ہیکہ ذہن میں محفوظ مسائل مختصر ہیں۔

مذہب کی تعریف

مذہب کہتے ہیں: اس مکان کو جس میں جایا جاوے پھر بطور مجاز احکام کی طرف منتقل کیا گیا،

امام کی تعریف

امام کہتے ہیں وہ فرد جس کی اقتداء کی جائے۔ الشافعی: آپ کے دادا شافع کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو شافعی کہا جاتا ہے۔

امام شافعیؒ کے مختصر حالات

آپؒ کی ولادت ۱۵۰ھ میں وفاتِ امام ابو حنیفہ کے دن ملک شام کے غزہ نامی شہر میں ہوئی (انوار السنیہ ص ۲۲)

آپ کا نام "محمد" کنیت: ابو عبد اللہ" اور نسب یہ ہے: محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن عبد المطلب بن عبد مناف، عبد مناف میں جا کر آپ کا نسب حضور ﷺ سے مل جاتا ہے۔ (تحقیق علی عمده ص۹)

(اسی وجہ سے آپ کو قریشی بھی کہا جاتا ہے)

اللہ تعالیٰ نے شافعی کو جو علم و فضل اور عقل و فہم و بصیرت عطا فرمائی تھی وہ خدا کا ایک خاص عطیہ ہے جو ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ وَر پیدا

امام شافعیؒ کے استاد امام مالکؒ نے فرمایا: میرے پاس کوئی قریشی اس نوجوان سے زیادہ سمجھدار نہیں آیا۔ اور فرمایا: اگر کوئی کامیاب ہو سکتا ہے تو یہ لڑکا، آپ کے ایک اور استاد حضرت ایوب بن سویدؒ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں گا شافعی جیسا نہ دیکھ سکوں گا۔

حضرت یحیی بن سعیدؒ نے فرمایا شافعی جیسا کامل عقل والا اور قرآن کو بہتر سمجھنے والا میں نے نہیں دیکھا۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد اور امام شافعیؒ کے استاد امام محمد بن حسنؒ نے فرمایا محدثین جو بھی بات کریں گے شافعیؒ کی زبان میں کریں گے (یعنی وہی کہیں گے جو امام شافعی نے کہا)۔

معتزلی عالم بشر مریسی نے جن سے مناظرہ میں بڑے بڑے علماء ہار چکے مکّہ مکرمہ میں آپ کو دیکھا اور آپ کے کلام کو سنا تو عراق لوٹنے کے بعد اپنے گروہ کے لوگوں سے کہا کہ میں نے مکہ میں ایک قریشی کو دیکھا اس کا نام محمدؒ بن ادریس ہے۔ بس اسی سے مجھ کو خطرہ لگ رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا کی نصف عقل دی ہے۔

آپ کے شاگرد امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا: امام شافعیؒ سے پہلے ہماری گردنیں علماء احناف کے قبضہ میں تھیں ہم ان ہی سے علم حاصل کرتے تھے جب امام شافعیؒ تشریف لائے تو ہم نے انہیں چھوڑ کر امام شافعیؒ سے علم حاصل کیا۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں اگر امام شافعیؒ نہ ہوتے تو ہم حدیث کی فقہ کو نہ سمجھتے، فقہ پر تالا پڑا ہوا تھا امام شافعیؒ نے اسے کھولا۔ امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ تمہیں امام شافعیؒ و مالکؒ کی کتابیں زیادہ پسند ہیں یا امام ابو حنیفہؒ وابو یوسفؒ کی؟ فرمایا: امام شافعیؒ کی، اس لئے کہ شافعیؒ حدیث سے فتوی دیتے تھے اور وہ لوگ رائے سے، حضرت محمد بن مسلم بن وارہؒ نے امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا میں کس کی کتابوں کا مطالعہ کروں امام مالکؒ یا امام اوزاعیؒ کی؟ تو فرمایا: امام شافعیؒ کی، اس لئے کہ وہ زیادہ صحیح اور سب سے زیادہ سنت کے مطابق ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا؛ کہ جناب رسول للہ ﷺ نے فرمایا: **اللھم اھدِ قریشا۔ فان عالمھا یملاء طبق الارض علما اللھم کما اذقتھم عذابا فاذاقھم نوالا۔** اے اللہ قریش کو ہدایت دے، بے شک قریش کا ایک عالم دنیا کے چپہ چپہ کو علم سے بھر دے گا۔ اے اللہ تو نے جس طرح قریش کو عذاب وتکلیف کا مزہ چکھایا ان کو بخششوں سے نواز، حضرت ابو نعیم عبد الملک بن محمدؒ نے فرمایا: کہ اس حدیث کا مصداق امام شافعیؒ کے علاوہ کوئی نہیں۔ اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ صفت امام شافعی علیہ الرحمہ کے سوا کسی قریشی عالم میں نہیں پائی جاتی اور صحابہؓ سے آج تک جس قدر قریش میں علماء پیدا ہوئے کسی کا علم ایسا نہیں پھیلا جیسا امام شافعی علیہ الرحمہ کا، ہر ملک، ہر شہر، ہر گاؤں میں، شافعی عالم، مفتی، یا مصنف ضرور پائے جاتے ہیں۔ (رسالہ)

ماہِ رجب ۲۰۴ھ میں یوم جمعہ چاشت کے وقت آپ نے وفات پائی اور بعد عصر مصر کی مشہور جگہ قرافۃ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی (انوار ص۲۲) اور علوم وفنون کا یہ آفتاب ومہتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ تَغَمَّدَہُ اللّٰہُ بِرَحمتِہٖ وَاَسکَنَہُ فَصِیحَ جَنَّتِہٖ۔

(اِقتَصَرتُ فیہَ عَلَی الصَّحِیحِ مِنَ المَذھَبِ عِندَ الرَّافِعِی وَالنَّوَوِی اَو اَحَدِھِمَا میں نے اپنی اس کتاب میں اس قول پر اکتفاء کیا ہے جو امام رافعیؒ اور امام نوویؒ دونوں کے نزدیک یا ان میں سے ایک کے نزدیک صحیح ہے۔)

یعنی مذہب مشتمل ہوتا ہے صحیح اور اس کے مقابل ضعیف پر، مشہور اور اس کے مقابل غریب پر، اظہر اور اس کے مقابل پر، راجح اور اس کے مقابل پر، نص اور اس کے مقابل مخرَّج پر، قدیم اور اس کے مقابل جدید پر، تو مصنف علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب میں فقط قولِ صحیح کو ذکر کیا ہے اور غیر صحیح کو ذکر نہیں کیا اور مذہب میں سے فقط اس قول کو ذکر کیا ہے جو امام رافعیؒ اور نوویؒ رحمھما اللہ دونوں کے نزدیک صحیح ہو یا دونوں میں سے کسی ایک کے نزدیک صحیح ہو۔

شیخین سے مراد

فقہ کی اصطلاح میں: شیخین سے مراد امام رافعیؒ اور امام نوویؒ **اور حدیث کی اصطلاح میں** شیخین سے مراد امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ ہیں۔

امام رافعیؒ کے مختصر حالات

نام و نسب: عبد الکریم بن محمد بن عبد الکریم بن الفضل بن الحسین بن الحسن الامام العلامہ امام الدین ابو القاسم القزوینی الرافعی، جلیل القدر صحابی رافع بن خدیج کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو رافعی کہا جاتا ہے۔(تحقیق علی عمدۃ ۱۷ص)۔

امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں بلاد قزوین کے (شہر) رافعان کی طرف منسوب کرتے ہوئے آپ کو رافعی کہا جاتا ہے۔

اسنویؒ کہتے ہیں: آپ کے دادا جن کو رافع کہا جاتا تھا ان کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو رافعی کہا جاتا ہے۔(طبقات الشافعیہ ص ۷۷ج۱) آپ کی ولادت ۵۵۷ھ میں ہوئی (تحقیق علی عمدہ ۱۷ص) ابن صلاح فرماتے ہیں میں نے بلاد عجم میں آپ کے مانند کسی شخص کو نہیں دیکھا، آپ ماہر علوم وفنون، حسن سیرت اور جمیل الامر شخص تھے، آپ نے دس سے زائد جلدوں میں بے مثال شرح وجیز تصنیف کی ہیں۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں آپ صالح لوگوں میں سے تھے اور آپ سے کرامات کثیرہ ظاہر ہوئیں تھیں۔ ابو عبد اللہ محمد بن محمد اسفرائینی اپنی تالیف اربعین میں فرماتے ہیں: آپ ناصر السنۃ اور

اصول و فروع کی معرفت کے اعتبار سے تنہا شخص تھے۔ آپ کی شخصیت زاہدانہ اور متواضعانہ تھی، اسنویؒ فرماتے ہیں: آپ فقہ، تفسیر، حدیث واصول وغیرہ میں امام تھے، آپ کی چند تصانیف: (۱)العزیز فی شرح الوجیز (۲)الشرح الصغیر (۳)المحرر (۴)شرح مسند جو ضخیم دو جلدوں میں ہے (۵)التذنیب (۶)امالی (۷)اخطارالحجاز (۸)الشرح المحمود (طبقات الشافعیہ ص ۷۵ج۲) آپ کی وفات ۶۲۳ھ میں ہوئی (تحقیق علی عمد ہ ص۱۷، مبادیا ت فقہ ص ۳۴)

امام نوویؒ کے حالات

نام ونسب: محی الدین ابوزکریا یحیی بن شرف بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام النووی، آپ ماہ محرم ۶۳۱ھ مقام "نواۃ" میں پیدا ہوئے (مقدمہ شرح مہذب) آپ نے ابتداءً اپنے شہر میں رہ کر قرآن پاک حفظ کیا، پھر ۶۴۹ھ میں جبکہ آپ کی عمر اٹھارہ سال کی تھی مدرسہ رواحیہ دمشق میں آگئے اور چار ماہ پندرہ روز میں تنبیہ کو حفظ کیا(مقدمہ مجموع) اور وہاں کمال الدین اسحق بن احمد جعفری، رضی بن برہان، زین الدین بن عبدالدائم، عمادالدین بن عبد الکریم وغیرہم سے علم حاصل کیا اور اپنے وقت کے بڑے امام بنے، علامہ عبدالحی صاحبؒ لکھتے ہیں: **برع فی العلوم وصار محققا فی فنونہ مدققافی عملہ:** علوم میں بہت نمایاں فنون میں محقق، عمل میں مدقق، **حافظا للحدیث عارفابانواعہ:** حافظِ حدیث اور اس کے انواع سے باخبر تھے، ۶۵۱ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کے لئے گئے اور مدنیہ منورہ میں ڈیڑھ ماہ قیام کیا، وقت کے بہت پابند تھے اور کھانا صرف ایک مرتبہ عشاء کے بعد کھاتے تھے، آپنے زندگی بھر شادی نہیں کی، آپ بہت ہی سریع التصنیف تھے، کہا جاتا ہے کہ لکھتے لکھتے جب آپ کا ہاتھ تھک جاتا تب آپ قلم رکھتے اور یہ شعر پڑھتے تھے:

لئن کان ھذاالدمع یجری صبابة علی غیر سعدی فھو دمع مضیع

آپ کی مجموعی تصانیف کا حساب لگایا گیا تو یومیہ دو کراستہ سے زائد کا اوسط پڑا۔

آپ کی تصانیف:(۱)شرح المہذب (۲)شرح مسلم (۳)ریاض الصالحین (۴)تہذیب الا سماء واللغات (اس میں آپؒ نے وہ تمام الفاظ جمع کر دئے ہیں جو مختصر، مزنی، تہذیب، و سیط، تنبیہ، وجیز اور روضہ میں ہیں، مزید بر آں مردوں، عورتوں، ملائکہ اور جن وغیرہ کے اسماء کا آپؒ نے اضافہ کیا ہے، کتاب کے دو حصے ہیں: ایک حصّے میں اسماء ہیں دوسرے میں لغات، اس لئے اس کو تہذیب الاسماء واللغات کہا جاتا ہے،)(۵)الروضۃ(۶)کتاب الاذکار (۷)کتاب المناسک (۸)الاربعون (۹)البیان فی آداب القرآن (۱۰)الارشادات فی مبھمات الحدیث (۱۱)التحریر فی الفاظ التنبیہ (۱۲)الخلاصہ (۱۳)الارشاد (۱۴)التقریب فی اصول الحدیث (۱۵)التیسیر مختصر الارشاد (۱۶)تحفۃ الطالب (۱۷)شرح التنبیہ (۱۸)نکت علی الوسیط (۱۹)شرح الوسیط (۲۰)شرح البخاری (کچھ حصہ)(۲۱)رؤوس المسائل (۲۲) رسالہ فی الاستسقاء(۲۳)رسالہ فی استحباب القیام لاھل الفضل (۲۴)رسالہ فی قسمۃ الغنائم والاصول والضوابط (۲۵)الارشادات علی الروضہ (۲۶)شرح سنن ابو داود، نامکمل ہے، آپؒ کی منجملہ تصانیف میں اہم اور مشہور تصنیف شرح مہذب اور شرح مسلم ہے (مقدمۂ مجموع) علمی حلقوں میں آپؒ شارح مسلم ہی کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ اس کا نام : المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج ہے۔ جب آپ بیت المقدس کی زیارت کر کے واپس آئے تو اپنے والدین کی موجودگی میں ۲۴ رجب ۶۷۶ھ میں وفات پائی اور وہیں دفن کئے گئے (مقدمۂ مجموع، ایضا ۳۵ص)

صاحب کردیؒ فرماتے ہیں: اگر امام نوویؒ کی کتابوں میں اختلاف ہو تو کتابوں کی اس ترتیب: تحقیق، المجموع، تنقیح، روضہ، منہاج اور آپ کے فتاوی پھر شرح مسلم، تصحیح التنبیہ اور نکت کے مطابق ترجیح ہوگی (ترشیح المستفیدین ۵ص) **قال الکردی فان تخالفت کتب النووی فالغالب ان المعتمد التحقیق فالمجموع فالتنقیح فالروضۃ و المنہاج و نحو فتاواہ فشرح مسلم فتصحیح التنبیہ و نکتہ**(ترشیح المستفیدین)

کتب متقدمہ

شیخین سے مقدم کتابیں متقدمہ ہیں۔(ترشیح المستفیدین /۵)

تنبیہ

کتب متقدمہ کے کسی قول کو شیخین یا ان میں سے کسی ایک نے بھی بیان نہ کیا ہو تو تحقیق کی جائے اگر ظن غالب ہو جائے راجح ہونے کا تو عمل کیا جائے گا ورنہ نہیں، اگر شیخین نے بیان کیا ہو تو متفق علیہ مقدم و معتمد ہو گا اگر ان میں اختلاف ہو تو امام نووی کا ذکر کردہ قول معتمد و مقدم ہو گا۔اور اگر شیخین میں سے کسی ایک کا قول موجود ہو اور دوسرے کا نہ ہو تو ذو ترجیح قول معتمد ہو گا(ایضاً)

قال الشيخ الشهاب ابن حجر وغيره من متأخرى الشافعية قداجمع المحققون على ان الكتب المتقدمة على الشيخين امامى المذهب عبدالكريم الرافعي والامام يحيى النووى، لايعتد بشيء منها إلا بعد كمال البحث والتحرير حتى يغلب على الظن انه راجح فى مذهب الشافعي ثم قالوا هذا فى حكم لم يتعرض له الشيخان أو أحدهما فان تعرضا له فالذى اطبق عليه المحققون ان المعتمد مااتفقا عليه فان اختلفا فالمعتمد ماقاله النووى وان وجد لاحدهما دون الآخر فالمعتمد ذوالترجيح(ايضاً)

مذہب میں معتمد قول

مذہب میں معتمد قول وہ ہے جس پر شیخینؒ کا اتفاق ہو اگر اختلاف ہو تو جس کو امام نوویؒ ترجیح دے،(تحقیق علی عمدہ ۱۸ص) **المعتمدفى المذهب ما اتفق عليه الشيخان** عليهما الرحمة **(النووى** عليه الرحمة **والرافعى** عليه الرحمة**)ثم ماجزم به النووى** عليه الرحمة(ايضا)

اقوال کسے کہتے ہیں

اقوال کہتے ہیں:امام شافعیؒ کی طرف جو مختلف باتیں منسوب ہوں۔**فالاقوال للشافعى** (المجموع ۶۵/۱)

اوجہ کسے کہتے ہیں

اوجہ کہتے ہیں: امام شافعیؒ کے اصول و قواعد پر تخریج و تفریع کرتے ہوئے فقہاء شوافع جو رائے قائم کریں۔

والاجه لاصحابه المنتسبين إلى مذهبه يخرجونها على أصوله ويستنبطونها من قواعده ويجتهدون فى بعضها وان لم يأخذوه من اصله (المجموع)

(او الاوجه) للاصحاب يستخرجونها من كلام الشافعى فيستخرجونها على أصله و يستنبطونها من قواعده، وقد يجتهدون فى بعضها و ان لم يأخذوه من اصله (منہاج مع مغنی ۳۹/۱)

طرق کسے کہتے ہیں

طرق کہتے ہیں: مذہب کو نقل کرنے میں اصحابِ شوافع کا اختلاف ہو، یعنی مثلا بعض فقہاء کسی مسئلہ کے بارے میں دو قول یا دو وجہ بیان کریں اور دوسرا کہے کوئی ایک قول یا ایک وجہ جائز نہیں ہے، یا کوئی کسی مسئلہ کے بارے میں تفصیل بیان کرے اور دوسرا اسی مسئلہ کے بارے میں تفصیل بیان نہ کرے۔

واما الطرق فهى اختلاف الاصحاب فى حكاية المذهب فيقول بعضهم مثلا فى المسألة قولان أو وجهان ويقول الآخر لايجوز قولا واحدا او وجها واحدا أو يقول أحدهما فى المسألة تفصيل ويقول الآخر فيها خلاف مطلق (المجموع ۶۶/۱) **وهى إختلاف الاصحاب فى حكاية المذهب، كأن يحكى بعضهم فى المسألة قولين أو وجهين لمن تقدم ويقطع بعضهم باحدهما** (مغنی ۳۹/۱) طرق میں جو طریق مفتی بہ ہو اسے امام نوویؒ "المذھب" سے تعبیر کرتے ہیں۔**(وحيث اقول المذهب فمن الطريقين أو الطرق)**۔۔۔۔۔۔**قال الاسنوى: اعلم ان مدلول هذا الكلام ان المفتى به هو ما عبر عنه بالمذهب** (ایضاً)

فقہاء تعریفِ طرق کے مطابق اس کو ذکر کرنے کے بجائے کبھی لفظِ وجوہ ذکر کرتے ہیں اور تعریفِ وجوہ کے مطابق اس کو ذکر کرنے کے بجائے کبھی لفظِ طرق ذکر کرتے ہیں اس لئے کہ فی نفسہ کلامِ اصحاب کے اعتبار سے یہ دونوں ایک جیسے ہیں۔ **وقدیستعملون الوجهين فی موضع الطريقين وعكسه۔ وإنما استعملوا هذا لان الطرق والوجوه تشترك فی كونهامن كلام الاصحاب**(المجموع ۶۶/۱)

ضروری کسے کہتے ہیں

ضروری اس امر کو کہتے ہیں: جس کی طرف حاجت قوت سے داعی ہو، جس پر انسان کو مجبور کیا جائے، جس میں کرنے اور چھوڑنے کا اختیار مسلوب ہو۔

(الضروری)ماتدعو الحاجة اليه دعاء قويا ، مااكره عليه الانسان، ماسلب فيه الاختيار للفعل والترك(منجد الطلاب:ص۴۲۳)

ضرورت کسے کہتے ہیں

ضرورت ضرر سے مشتق ہے اور ضرورت کہتے ہیں: وہ پیش آمدہ حاجت جس کے دفع کی کوئی صورت نہ ہو۔ **الضرورة مشتقة من الضرر وهوالنازل ممالامدفع له**(کتاب التعریفات: ص۱۵۵)۔

مشقت کسے کہتے ہیں

مشقت کہتے ہیں جو عادۃً برداشت نہ ہو۔ **مشقة لاتحمل عادة**(انوار المسالک :ص۵۳)

مفتی مقلد کے لئے تنبیہ

مفتی مقلد کے لئے امام کی کسی بات پر فتوی دینا اس کتاب سے جائز ہے جس کتاب کی صحت مذہب میں یقینی ہو اور اس کو امام کا مذہب ہونے کا یقین ہو۔ **لا يجوز لمن كانت فتواه نقلا لمذهب امام إذا اعتمد الكتب أن يعتمد إلا على كتاب موثوق بصحته وبأنه مذهب ذلك الامام**(المجموع ۳۶/۱)

تقلید کی تعریف

دلیل ذکر کئے بغیر قائل کا قول قبول کرنے کو تقلید کہتے ہیں۔ **والتقليد قبول قول القائل بلاحجة**۔(ورقات فی شرح ورقات ص۲۳)

دلیل کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

لغوی تعریف: حسی یا معنوی چیز کی طرف رہنمائی، چاہے وہ خیر ہو یا شر۔

اصطلاحی تعریف: جس چیز میں صحیح نظر سے کسی حکم شرعی عملی پر استدلال کیا جائے چاہے حکم قطعی ہو یا ظنی (تیسیر الاصول ص۳۸)

قطعی وظنی الدّلالۃ کی تعریف

قطعی الدلالۃ: وہ نص جس میں ایک سے زائد معنی کا احتمال نہ ہو اور کسی بھی عقل کے لئے ایک سے زائد معنی پر محمول کرنا ممکن نہ ہو اور اُس کے ظاہر کے علاوہ کسی اور تاویل کی گنجائش نہ ہو اسے قطعی الدلالہ کہتے ہیں۔

ظنی الدلالۃ: وہ نص جو ایک سے زائد معنی کا احتمال رکھے اصل لغت میں، دو معنی میں مشترک ہونے کی وجہ سے یا بطریق کنایہ استعارہ آنے کی وجہ سے یا ظاہر سے اور معنی کی طرف تاویل درست ہو، مقصود شارع میں خلل کے بغیر اسے ظنی الدلالہ کہتے ہیں۔ (تحقیق علی عمدۃ ص۲٤)

قطعی وظنی الدّلالۃ کی مثال

اللہ تعالیٰ نے ایک آیت میں ارشاد فرمایا: **وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْء (پ۲)** "اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو روکے رکھیں تین طہر تک" اور دوسری آیت میں: **لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَائِهِم تَرَبُّصُ اَربَعَةِ اَشهُر (پ۲)** "جو لوگ قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی بیویوں سے ان کے لئے چار مہینے تک کی مہلت ہے" آیت اولی میں لفظ ثلاثۃ اور ثانی میں اربعہ قطعی الدلالہ ہے اس میں ایک سے زائد معنی کا احتمال نہیں ہے اور یہ عدد معروف ومشہور ہے، اور آیت اولی میں لفظ "قروء" ظنی الدلالہ ہے اس میں لغت عربی کو وضع کرنے کے اعتبار سے ایک سے زائد معنی کا احتمال ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرات احناف نے لفظ قروء سے حیض مراد لیا ہے اور حضرات شوافع نے طہر (تحقیق علی عمدۃ ۱۱ ص)

(وَقَد اَذكُرُ فِيهِ خِلاَفًا وَذٰلكَ اِذَا اِختَلَفَ تَصحِيحهُمَا مُقَدِّمًا لِتَصحِيحِ النَّوَوِى فَيَكُونَ مُقَابِلُهُ تَصحِيحُ الرَّافِعِى، وَسِمَّيتُهُ عُمدَةُ السَالِك وعُدَّةُ النَّاسِك، وَاللهُ اَسَالُ اَن يَّنفَعَ بِهِ وَهُوَ حَسبِى وَنِعمَ الوَكِيل "اور میں اس کتاب میں اختلاف ذکر کرونگا جب امام رافعیؒ اور امام نوویؒ کی تصحیح میں اختلاف ہو جائے) کسی مسئلہ میں، (درانحالیکہ امام نوویؒ کی تصحیح کو مقدم کرونگا) اس لئے کہ آپ امام رافعیؒ سے متاخر ہیں، لہذا آپ کی تصحیح امام رافعیؒ کی تصحیح کی اصلاح ہے، (اس کے مقابل امام رافعی کی تصحیح ہو گی،) اور وہ ضعیف ہو گی، (اور میں نے اس کتاب کا نام رکھا "عمدۃ السالک وعدۃ الناسک")

عمدة: ما يعتمد عليه: قابل اعتماد، **السالک:** اللہ کی رضا کے لئے اللہ کی طرف چلنے والا، **عدة:** وہ آلہ جس پر صاحب آلہ اعتماد کرے، **ناسک:** عابد، اب ترجمہ اس طرح ہوا:

(وہ آدمی جس کا ارادہ ہو اللہ کی طرف سیر کا اور اس کی عبادت کا اس کے لئے عبادات اور معاملات کی تصحیح ضروری ہے اور یہ کتاب سالک کے لئے قابل اعتماد ہے، عابد کے لئے سامان ہے اپنی عبادت کی تصحیح کے لئے، اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ اس سے نفع دے اور اللہ کافی ہے) تکمیل حاجات کے لئے (اور بہترین کارساز ہے۔)

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالی

﴿کِتَابُ الطَّھَارَۃِ﴾

(پاکی کا بیان)

کتاب لغت میں ملانے اور جمع کرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں نام ہے علم کے اس خاص مجموعہ کا جو غالبا ابواب اور فصول پر مشتمل ہو تا ہے، منجد الطلاب میں ہے کہ: کتاب کہتے ہیں: مکتوب کو، صحیفہ کو، فرض کو، حکم کو،(٦٣٠)

طہارت لغت میں نظافت (صاف ستھرا ہونے) کو کہتے ہیں اور شرعا حدث یا ناپاکی دور کرنے کو یا جو ان دونوں کے معنی میں ہو جیسے تیمم اور سنت غسل وغیرہ۔ طہارت کی دو قسمیں ہیں:

(۱)طہارت جسم: یہی مصنف علیہ الرحمہ کی مراد ہے اور **(۲)طہارت نفس:** گناہ اور اخلاقِ رذیلہ سے پاکی کو کہتے ہیں،(تعلیقا ت مفید ۃ فی فیض ص ۱۱ ج ۱)

مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب کی ابتداء طہارت سے اس وجہ سے کی کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے: **مفتاح الجنۃ الصلاۃ ومفتاح الصلاۃ الطھور** (ایضا، مشکوۃ) جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت ہے، اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ:۔ **الطھور شطر الا یمان:** پاکیزگی نصف ایمان ہے، (تعلیقات) اور آپ ﷺ نے حدیثِ شعائر الاسلام میں شھادتین کے بعد اور چیزوں پر اس کو مقدم کیا ہے،

پانی طہارت کے لئے آلہ ہے اس لئے مصنف نے کتاب الطھارۃ کی ابتداء پانی کی تقسیم سے کی، لہذا فرمایا: **(المیاہ اقسام: طَھُور وَطَاھِر وَنَجِس, فَالطَّھُورُ ھُوَ الطَّاھِرُ فِي نفسِهِ المُطَھِّرُ لِغَیرِہِ , وَالطَّاھِرِ, ھُوَ الطَّاھِرُ فِي نَفسِهِ وَلاَ یُطَھِّرُ غَیرَہُ,** پانی کی) تین (قسمیں) ہیں: ۱ (طہور) ۲ (طاہر اور) ۳ (نجس) ا(طہور اس پانی کو کہتے ہیں جو بذات خود پاک ہو) یعنی کپڑے وغیر کو لگے تو ناپاک نہ کرے،(اور دوسرے کو پاک کرے۔)

لہذا وہ پانی جو فرض طہارت میں استعمال کیا گیا ہو، جیسے وضو و غسل میں پہلی مرتبہ استعمال کیا ہوا پانی اور ازالۂ نجاست میں استعمال کیا ہوا پانی اگر چہ نجاست معفو عنھا ہو، طہور نہیں کہلائے گا اس لئے کے یہ اپنے علاوہ کو پاک نہیں کرتا، اسی طرح وہ پانی جس کا کوئی وصف پاک چیز کے ملنے سے بدل گیا ہو، ۲ (طاہر اس پانی کو کہتے ہیں جو بذات خود پاک ہو) مطلب یہ ہیکہ اس کا کوئی وصف نجاست سے بدلا نہ ہو اور قلیل ہو تو نجاست نہ ملی ہو، (اور دوسرے کو پاک نہ کرے) مطلب یہ ہیکہ وہ پانی جو فرض طہارت میں استعمال کیا گیا ہو یا نجاست کے ازالہ میں، اگر فرض طہارت میں استعمال شدہ پانی جو قلیل ہونے کی صورت میں طاہر ہے، طہور نہیں اگر جمع کیا جائے اور مقدار قلتین تک پہنچ جائے تو استعمال کا حکم زائل ہو جائے گا اور پانی طہور ہو جائے گا۔ نفل وضو وغیرہ کا مستعمل پانی مستعمل کے حکم میں نہیں ہے۔

وان استعمل فی نفل الطهارة کتجدید الوضو الخ فو جهان مشهوران، واتفق الجما هیر فی جمیع ا لطرق علی ان الصحیح انه لیس بمستعمل۔ نفل طہارت جیسے تجدید وضو کے لئے استعمال کیا ہوا پانی مستعمل ہونے نہ ہونے کے متعلق دووجہ مشہور ہیں جن میں صحیح وجہ یہ ہے کہ یہ پانی مستعمل نہیں، کسی چشمے میں دو قلہ سے کم پانی ہو اور اس میں غاسل فرض غسل کرلے تو اس کا غسل صحیح ہو گا، لیکن پانی مستعمل کے حکم میں ہو گا، اور اگر مذکورہ پانی میں دو شخص اپنا فرض غسل کرلے تو غسل کی ادائیگی کا دارو مدار نیت پر ہے لہذا اگر دونوں کی نیت بیک وقت ہو تو دونوں کا غسل صحیح ہو کر پانی مستعمل کے حکم میں ہو گا، ورنہ جس کی نیت مقدم ہو اس کا غسل صحیح ہو گا اور دوسرے کے حق میں یہ پانی مستعمل ہو گا، لہذا دوسرے شخص کا غسل صحیح نہ ہو گا (المجموع ص ۲۱۹ ج ۱) [کیوں کہ پانی بذات خود پاک ہے مگر دوسرے کو پاک کرنیوالا نہیں ہے

مستعمل ہونے کی وجہ سے، اسی طرح وہ پانی جس کا رنگ، بو یا مزہ پاک چیز کے ملنے سے بدل گیا ہو ماء طاہر کہلاتا ہے]

مٹی اور پانی سے طہارت مشروع ہونے کا راز

(۱) مٹی و پانی سے طہارت کا مشروع ہونا سیدھی سچی فطرت اور صحیح عقلوں کے موافق ہے، (۲) خدا تعالیٰ نے پانی اور مٹی کے درمیان قدرتاً و شرعاً اخوت یعنی بھائی چارگی ڈالی ہے لہذا ان دونوں کو طہارت کے لئے جمع کیا وجہ یہ ہے کہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام اور اس کی اولاد کو خدا تعالیٰ نے ان ہی سے پیدا کیا (زیادہ یہی ہیں آگ اور ہوا کم ہیں اور ان کے خراب اثرات بھی ان ہی سے دور ہوتے ہیں، (حاشیۂ احکام الاسلام) گویا ہمارے والدین یعنی حضرت آدم و حضرت حوّا علیہما لصلاۃ والسلام) اور ان کی ذریت کے لئے مٹی اور پانی والدین ہیں، (احکام الاسلام)

(وَالنَجِسُ غَیُرهُمَا) ۳ (طہور اور طاہر کے علاوہ پانی ناپاک ہوگا۔)

فاما القلیل فینجس بملاقاۃ النجاسۃ المؤثرۃ سواء تغیر ام لا، (کفایۃ الاخیار ص ۱۲ ج ۱) قلتین سے کم پانی میں اگر نجاست مؤثرہ مل جائے تو تغیر ہو یا نہ ہو، ناپاک ہو جاتا ہے، **نجاستِ مؤثرہ یعنی:** وہ نجاست جو اثر انداز ہو جیسے مردہ انسان وغیرہ اس میں بہنے والا خون ہے اس کے برخلاف مچھر وغیرہ اس میں بہنے والا خون نہیں ہوتا، لہذا یہ نجاستِ مؤثرہ سے خارج ہے اس کے گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، اگر پانی قلتین ہو اور رنگ، بُو، مزہ میں سے کوئی وصف بدل گیا ہو تو ناپاک ہوگا، **ماء نجس او کان قلتین فتغیر** (کفایہ ص ۱۲ ج ۱) پانی دو قلہ ہو اور نجاست گر کر وصف بدل جائے تو ناپاک ورنہ پاک، مجموع میں حدیث ہے **اذا کان الماء قلتین لم ینجس** (ص ۱۶۲ ج ۱) پانی جب قلتین ہو، اور نجاست گر جائے تو ناپاک نہیں ہوتا (جبکہ وصف نہ بدلا ہو)

(فَلَايَجوزُ رَفعُ حَدَثٍ وَلَاۤاِزَالَةِ نَجَسٍ اِلَّا بِالمَاءِ المُطلَقِ وَهُوَ الطَّهُورُ عَلٰی اَیِّ صِفَةٍ کَانَ مِن اَصلِ الخِلقَةِ رفع حدث،) اصغر ہو یا اکبر (اور ازالۂ نجاست،) اگر چہ معفو عنھا ہو، (جائز و صحیح نہیں ماء مطلق کے علاوہ سے۔)

ماء سے خل اور لبن خارج ہو گئے اور قید مطلق سے وہ پانی نکل گیا جو مقید ہو قید لازم سے جیسے ماء ورد، اور وہ پانی بھی جو وصف سے مقید ہو، جیسے ماء دافق یعنی منی، ان پر اگر چہ پانی کا اطلاق ہوتا ہے لیکن ان سے طہارت درست نہیں (اور ماء مطلق ماء طہور کو کہتے ہیں) جیسے بارش، سمندر، نہر، کنویں، چشمہ، تالاب، برف اور اولے کا پانی، (الفاظ ابي شجاع مع اقناع)

(وجودِ اصلی کے اعتبار سے چاہے جس صفت پر ہو) جیسے سمندر وغیرہ کا پانی ان میں سے بعض پانی وجود اصلی کے اعتبار سے ہی نمکین اور شیریں ہوتے ہیں اسی طرح بعض تالاب کا پانی بھی سبز رنگ میں نظر آتا ہے، اگر تغیر طاری ہو اصلی نہ ہو مثلا طاہر شئی کے ملنے سے تغیر ہو تو طہور نہ ہو گا۔

(وَیُکرہُ بِالمُشَمَّسِ فِی البِلَادِ الحارَّةِ فِی الاَوَانِی المُنطَبِعَةِ وَھِیَ مَا یُطرَقُ بَالمطارِقِ اِلَّا الذَّھَبَ وَ الفِضَّةَ، اور ماء شمس) آفتاب کی تپش سے گرم ہونے والا پانی (کا استعمال مکروہ ہے گرم علاقوں میں) لہذا معتدل اور سرد علاقوں میں مکروہ نہیں [ڈھلنے والے برتنوں میں] یعنی دھات کے برتن جو ہتھوڑوں سے کوٹے جاتے ہیں مگر دھات میں سے، سونا اور چاندی کے برتن مستثنیٰ ہے، ان میں ماء مشمس کا استعمال مکروہ نہیں کیونکہ علتِ کراہت ان برتنوں میں نہیں پائی جاتی، امام شافعیؒ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ماء شمس سے غسل کرنا پسند نہ کرتے اور فرماتے کہ یہ پانی برص کی بیماری پیدا کرتا ہے، (اقناع ص ۲۸ ج ۱) استعمالِ ماء مشمس کی کراہت بدن کے ساتھ خاص ہے، (ایضا) بدن کے علاوہ میں اسکا استعمال مکروہ نہیں۔

علماء شوافع نے فرمایا:۔ سخت ٹھنڈہ پانی جو اسباغ وضو کے لئے اور سنن وضو کی تکمیل کے لئے مانع ہو تو اس کا بھی استعمال مکروہ ہو گا۔

قال العلماء: کذایکرہ استعمال شدید البرودۃ الذی یمنع اسباغ الوضوو کمال اتمام السنن،(تعلیقات فی فیض ص ۱۳ ج ۱)

(وَتَزُولُ بِالتَّبرِیدِ، اور کراہت ختم ہو جاتی ہے ٹھنڈہ ہونے سے)

چاہے خود بخود ٹھنڈہ ہو یا کرنے سے ہو جیسے اس میں زائد پانی ملایا، اس لئے کہ عِلّت کراہت گرم ہونا ہے تو جب تک علت (گرماہٹ) موجود رہے گی حکم کراہت باقی رہے گا اور جب علّت ختم ہو گی تو حکم کراہت نہ رہے گا۔

(وَإِذَاتَغَیِّرِ الَماءتَغَیُّرًا کَثِیرًا بِحَیثُ یُسلَبُ عَنهُ اِسمُ المَاء، اور جب پانی میں زیادہ تغیر ہو جائے اتنا کہ اس سے پانی کا نام چھین لیا جائے) یعنی تغیر کی وجہ سے پانی کو پانی نہ کہا جائے، (بِمُخَالَطَۃِشیءطَاھِرٍ یُمکِنُ الصَّونُ عَنهُ کَدَقِیقٍ وَزَعفَرَانٍ، ایسی پاک چیز کے ملنے سے جس سے بچنا ممکن ہو جیسے آٹا اور زعفران) اسی طرح مشک (اَوِ استُعمِلَ دُونَ القُلَّتَین فِی فَرضِ طَھَارَۃِ الحَدَثِ وَلَو لِصَبِیٍ اَولِنَجِسٍ وَلَو لَم یَتَغَیَّر، یا قلتین سے کم پانی فرض طہارتِ حدث کے لئے استعمال کیا گیا ہو اگرچہ بچہ کی طہارتِ حدث کے لئے) یعنی بچہ کے وضو و غسل کا پانی مطہر نہیں ہے۔ اس لئے کہ فرض سے مراد ضروری امر ہے اگرچہ اس کا ترک عصیان نہ ہو۔ (یا پانی کو استعمال کیا گیا ہو نجاست میں)

یعنی **ماء مستعمل کی دو قسمیں ہیں:**(۱) وہ پانی جو فرض طہارت میں استعمال کیا گیا ہو۔ (۲) اور وہ جو ازالۂ نجاست میں استعمال کیا گیا ہو،

(اگرچہ تغیر نہ ہو) ازالۂ نجاست میں استعمال کئے ہوئے پانی میں اگر نجاست سے تغیر ہو تو نجس ہو گا ورنہ طاہر غیر مطہر ہو گا۔

(لَم تُجزِ الطَّهَارَةُ بِهِ، تو ایسے پانی سے طہارت حاصل کرنا جائز نہیں) مذکورہ تینوں صورتوں میں سے پہلی دونوں صورتوں میں غیر مطہر ہونے کی وجہ سے اس سے طہارت حاصل کرنا جائز نہیں، تیسری صورت میں تفصیل ہے یعنی تغیر ہو تو ناپاک ورنہ طاہر غیر مطہر، ورودِ نجاست علی الماء والی صورت میں پانی (قلتین سے کم) ناپاک ہوتا ہے چاہے تغیر ہو یا نہ ہو لیکن ورود ماء علی النجاسة والی صورت میں تغیر ہو تو ناپاک ورنہ طاہر غیر مطہر، یہاں ورود ماء علی النجاسة ہے، مصنفؒ کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ ماء طاہر کی تین قسمیں ہیں: (۱) پاک چیز جس سے بچنا ممکن ہو اس کے ملنے سے پانی میں زیادہ تغیر ہو کہ اس پر پانی کا نام صادق نہ آسکے (۲) فرض طہارت حدث کا استعمال شدہ پانی (۳) ازالۂ نجاست میں استعمال کیا ہوا پانی جبکہ تغیر نہ ہو،

(فِان تَغَيَّرَ بالزَّعفرَانِ وَنحوِهِ يَسِيرٍ اَو بِمُجَاوَرَةٍ كَعُودٍ وَدُهنٍ مُطَيِّبَينِ اَو بِمَا لَا يُمكِنُ الصَّونُ عَنهُ كَطُحلُبٍ وَوَرَقِ شَجَرٍ تَنا ثَرَ فِيهِ وَبِتُرَابٍ وَطُولِ مَكثٍ اگر پانی میں زعفران یا اس کے مانند چیزوں سے تھوڑا تغیر ہو جائے یا پانی میں تغیر اس کے مجاور سے ہو جیسے خوشبو دار لکڑی اور تیل یا ایسی چیز سے تغیر ہو جائے جس سے بچنا ممکن نہ ہو جیسے کائی اور اس میں گرنے والے درخت کے پتے اور مٹی اور پانی کے زیادہ دیر ٹھہرنے سے)

(اَوِ استُعمِلَ فِي النَّفلِ كَمَضمَضَةٍ وَتجديدِ وضُوءٍ وَغُسلٍ مَسنُونٍ اَو جمعَ المُستعمَل فَبَلَغَ قُلَّتَينِ، یا پانی استعمال کیا گیا ہو نفلِ طہارت میں جیسے مضمضہ) یعنی منہ میں پانی ڈال کر اس کو حرکت دینا (تجدید وضو) یعنی وضو علی الوضوء (اور غسل سنت یا ماء مستعمل کو جمع کیا جائے اور قلتین کی مقدار کو پہنچے۔)

(جَازَتِ الطَّهَارَةُ بِه) تو ان تمام صورتوں میں (اس پانی سے طہارت جائز ہے۔)

طحلب:۔ اس چیز کو کہتے ہیں جو پانی پر رہنے کی وجہ سے اس میں تغیر کرتی ہے، جیسے کائی جو حوض وغیرہ کے بالائی حصہ میں ہوا کرتی ہے جس کو کوکنی میں شوالی کہتے ہیں:

لیکن آج کل یہ مشاہدہ میں نہیں آرہی ہے حوض وغیرہ میں ٹائلس وغیرہ استعمال ہونے کی وجہ سے، پانی متغیّر ہو اور وجہ تغیّر معلوم نہ ہو تو وضوء کر سکتے ہیں۔

فان وَجدہ متغیّرً ولم یعَلم بایّ شئی تغیّر توضاَ بہ لا نہ یَجوز ان یکون تغیر بطول المکث(مھذب مع شرح مھذب ص ۱۲۳ ج ۱)

اگر کسی شخص کو متغیّر یعنی وصف بدلا ہوا پانی ملے اور یہ معلوم نہ ہو کہ کس چیز سے تغیّر ہوا تو وضو کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں احتمال ہے کہ پانی طول مکث "زیادہ دیر ٹھہرنے" کی وجہ سے متغیر ہوا ہو [اس لئے کہ طول مکث کی وجہ سے جو پانی متغیر ہو، اس سے وضو کرنا جائز ہے۔]

(**وَلَو اَدخَلَ مُتَوَضی یَدَہُ بَعدَ غسلِ وَجھِہِ مَرَّۃً اَوجُنُب بَعدَ النِّیَۃِ فِي دُونِ القُلَّتَینِ فَاغتَرَفَ وَ نوَیَ الاَغتِرَاف لَم یَضُرہُ وَاِلّا صَارَ البَاقِی مُستَعمُلًا**، اور اگر متوضی اپنے چہرے کو ایک مرتبہ دھونے کے بعد) اگر ایک مرتبہ سے مکمل چہرہ دھل گیا ہو تو ورنہ دوسری مرتبہ کے بعد، (یا جنبی نیت کے بعد قلتین سے کم پانی میں اپنا ہاتھ داخل کرے اور چلّو بھر کے پانی نکالے اور پانی نکالنے کی نیت کرلے تو یہ نقصان دہ نہ ہوگا،) یعنی ماء مستعمل نہ ہوگا، مطلب یہ ہیکہ رفع حدث کی نیت کے بعد ہاتھ پانی میں داخل کرے اور اغتراف کا [یعنی پانی باہر نکالنے کا] قصد کرے تو پانی کے اندر رفع حدث نہیں ہوگا بلکہ خارج میں ہوگا اس لئے یہ پانی مستعمل نہ ہوگا [ورنہ باقی پانی مستعمل ہوگا] یعنی اگر رفع حدث کی نیت کرکے برتن میں ہاتھ ڈالا تو چلو سے نکالے ہوئے پانی کے علاوہ باقی پانی مستعمل ہو جائیگا اور اس سے نہ رفع حدث صحیح ہوگا، نہ ازالۂ نجاست کیونکہ اس صورت میں حدث پانی کے اندر ہی رفع ہوا اس لئے مستعمل ہوا۔

(**وَلَوِ انغمَسَ جُنُبَانِ فَاَکثَرَ دَفعَۃً اَو وَاحِدًا بعدَ واحِدٍ فِي قُلَّتَینِ اِرتفعَت جَنَابَتُھُم وَلَا یصیر مُستَعمَلًا**، اور اگر دو جنبی یا زیادہ بیک وقت یا یکے بعد دیگرے دوقلّہ پانی میں غوطہ

لگائیں تو ان کی جنابت دور ہو گی اور پانی مستعمل نہ ہو گا۔)

(وَالقُلَّتَانِ خَمسُ مِائَةِ رِطلٍ بَغدَادِيَّةٍ تَقرِيبًا وَمسَاحَتُهُمَا ذِرَاعٌ وَرُبعٌ طُولًا وَعَرضًا وَعُمقًا، قلتین کی مقدار تقریباً پانچ سو رطلِ بغدادی ہیں اور قلتین کی مقدار مساحت کے حساب سے ایک ذراع اور ربع ذراع ہے، لمبائی اور چوڑائی اور گہرائی) یعنی ہر ایک کے اعتبار سے مراد سوّا ایک ذراع، رطلِ شرعی بغدادی کہتے ہیں جو ناپنے یا تولنے کے لئے استعمال ہوتا تھا، (الا یضاح والتبیان فی معرفة المکیال و المیزان)

"انوار" میں ہے: والمراد بالذراع ذراع الآدمی (٦ص) ذراع سے مراد آدمی کا ذراع ہے، اور منجد الطلاب میں ہے: [الذراع]۔: من طرف المرفق الی طرف الاصبع الوسطی، (٢١٧ ص)

ذراع: کہتے ہیں کہنی کے سرے سے لیکر بیچ کی انگلی کے سرے تک کے حصہ کو، لہذا سوّا ایک ذراع لمبائی، چوڑائی اور گہرائی میں جتنا پانی سما سکے وہ دو قلہ شمار ہو گا۔

(فَالقُلَّتَانِ لَا تَنجُسُ بِمَجَّردِ مُلَاقَاةِ النَّجَاسَةِ بَل بِالتَّغيِيرِ بِهَا وَلَو يَسِيرًا، دو قلّہ پانی،) یا زیادہ (صرف نجاست کے ملنے سے ناپاک نہیں ہوتا بلکہ نجاست کے ذریعہ تغیر سے اگرچہ تھوڑا سا تغیر ہو۔) پانی کے علاوہ دیگر مائعات جیسے شربت وغیرہ صرف نجاست کے ملنے سے ہی ناپاک ہو جاتے ہیں تغیر ہو یا نہ ہو چاہے قلیل ہو یا کثیر [یعنی دو قلّہ سے کم ہو یا زیادہ] اس کے بر خلاف پانی اگر دو قلّہ ہو تو طاہر و مطہر رہتا ہے اگر تغیر نہ ہو تو، جامد چیز [یعنی جمی ہوئی] جیسے گھی اور کیک وغیرہ کے جس حصے کو نجاست لگی ہو وہی حصہ صرف ناپاک ہو گا۔

(ثُمَّ اِن زَالَ التَّغَيُّرُ بَنَفسِهِ اَو بِماءٍ طَهُورٍ، پھر اگر تغیر خود بخود یا پانی ملانے سے ختم ہو جائے تو پانی پاک ہو گا،) علت نجاست کے انتفاء کی بنا پر۔

(اَو بِنَحوِ مِسکِ اَو بِخَلِّ اَو بِتُرَابِ فَلاَ، یا اگر پانی میں مشک یا سرکہ یا مٹی جیسی چیزیں ملانے سے تغیر زائل ہو تو وہ پانی پاک نہ ہو گا،) اس بات میں شک ہونے کی بنا پر کہ مشک وغیرہ ملانے سے تغیر کا ازالہ ہوا یا تغیر پوشیدہ ہو گیا بلکہ ظاہر تو یہ ہے کہ اس خوشبودار چیز کی وجہ سے تغیر پوشیدہ ہو گیا، اسی طرح سرکہ ملانے سے مزہ اور مٹی ملانے سے رنگ پوشیدہ ہو گیا،

(وَدُونَهُماَ یَنجَس بِمُجَرَّدِ مُلاَقَاةِ النَّجاسَةِ وَاِن لَم یَتَغَیّر، اور قلتین سے کم پانی) اگرچہ جاری ہو، (صرف نجاست کے ملنے سے ناپاک ہو جاتا ہے اگرچہ تغیر نہ ہو۔)

مصنفؒ اب آگے مسائلِ مستثنیٰ بیان فرماتے ہیں وہ یہ: (اِلّا اَن یَقَعَ فِیهِ نَجِس لاَ یَرَاهُ البَصَرُ اَو مَیتَة لاَدَمَ لَهَاسائِل کَذُبَابِ وَنَحوِهِ فَلاَیَضُرّ وسَوَاء الجَارِیِ وَالرَّاکِدُ، مگر قلتین سے کم پانی میں ایسی نجاست گر جائے جس کو معتدل آنکھ دیکھ نہ سکے،) مثلاً مکھی نجاست پر بیٹھے اور اس کو اتنی کم مقدار میں نجاست لگے کہ آنکھ اس کو دیکھ نہ سکے (یا ایسا میتہ جس میں) اس کی حیاتی میں اس کے کسی حصہ کو کاٹنے کے وقت، (بہنے والا خون نہ ہو جیسے مکھی اور اس کے مانند،) مثلاً کھٹمل، جوُ، پِسّو بچھو، (اقناع) شہد کی مکھی (منجد الطلاب ص ۲۹۱) اور گرگٹ کی قسم کا چھوٹا سا جانور جس کو سحالی کہتے ہیں، (تو نقصان دہ نہ ہو گا) یعنی وہ پانی مطہر ہی رہے گا، یہی حکم ہو گا مائع اور ماکول چیز کا، (چاہے پانی جاری ہو یا ٹھہرا ہوا ہو۔)

(فَاِن کُوثِرَ القَلِیلُ النَّجِسُ فَبَلَغَ قُلَّتَینِ وَلاَ تَغَیّر طَهرَ اگر قلتین سے کم ناپاک پانی کو زیادہ کیا جائے پھر قلتین کی مقدار کو پہنچے اور تغیر نہ ہو تو پاک ہو گا،) یعنی قلتین کی مقدار کرنے یا ہونے سے پاک ہو جاتا ہے بشرطیکہ رنگ، بُو یا مزہ ان میں سے کسی وصف میں تغیر نہ ہو ورنہ ناپاک رہے گا۔

(وَالمُرَادُ بِالتَّغَیُّرِ بِالطَّاهِرِ اَو بِالنَّجِسِ اِمَّا اللَّون او الطَّعمُ اَو الرِیحُ، تغیر سے مراد پاک چیز سے یا ناپاک چیز سے یا تو رنگ ہے یا مزہ یا بو) مطلب یہ ہے کہ پانی کا رنگ، مزہ یا بو ان تین اوصاف میں سے کسی وصف کا پاک چیز سے بدل جانا یا ناپاک چیز سے طھوریہ اور طہارت کو سلب کرنے کے لئے کافی ہے۔

(وَیُندَبُ تَغطِیَۃُ الانَاءِ، اور برتن کو ڈھانکنا مستحب ہے) تاکہ آفت وغیرہ کے وقوع سے حفاظت ہو۔

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا آپ ﷺ نے ہمیں برتنوں کو ڈھانکنے اور مٹکوں کے منہ کو بند کرنے کا حکم فرمایا اس کے فوائد یہ ہیں: (۱) آپ ﷺ نے فرمایا شیطان مٹکوں اور برتنوں کو کھول نہیں سکتا۔ (۲) آپ ﷺ نے فرمایا سال میں ایک ایسی رات آتی ہے کہ جس رات میں وباء و مصیبت نازل ہوتی ہے اور یہ ان برتنوں اور مٹکوں میں داخل ہوتی ہے جن پر کوئی ڈھکن نہ ہو (۳) نجاست وغیرہ گرنے سے حفاظت ہوتی ہے (مھذب مع المجموع ص ۳۲۷ ج ۱)۔

(فَلَو وَقَعَ فِی اَحَدِ الإنَاءینِ نَجس تَوَضَّا من اَحَدِهِما بِاجتِھَادٍ وَظُھُورِ عَلامَۃٍ سَوَاءً قَدَرَ عَلٰی طَاهِرٍ بِیَقِینٍ اَم لاَ، اگر دو برتن میں سے کسی ایک میں نجاست واقع ہو،) اور وضو یا غسل کرنے والے کو اشتباہ ہو جائے اور اس کو پتہ نہ ہو کہ کونسا پاک ہے اور کونسا ناپاک، (تو ان میں سے کسی ایک سے وضو کرے اجتہاد کر کے یا علامت کے ظہور سے چاہے ایسے پانی پر قدرت ہو جس کی پاکی یقینی ہو چاہے قدرت نہ ہو) اجتہاد کا حکم یہ ہے کہ اگر وقت کشادہ ہو اور ایسے پانی پر قدرت ہو جس کا طاہر یا مطہر ہونا یقینی ہو تو اجتہاد جائز اور اگر وقت کے تنگ ہونے کا خوف ہو اور یقینی طور پر طاہر یا مطہر پر قدرت نہ ہو تو واجب۔

(فَاِن تَحَیَّرَ اَرَاقَھُمَا وَیَتَیَمَّمُ بِلاَ اِعَادَۃٍ، اگر متحیر ہو) یعنی اجتہاد یا علامت سے کسی پانی کی پاکی یا ناپاکی ظاہر نہ ہو، (تو دونوں برتن کے پانی کو بہادے اور تیمم کرے بنا اعادہ) یعنی

اس تیمم سے پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ نہ کرے کیونکہ تیمم فقدِ ماء کی بنا پر کیا ہے، یہ حکم بینا شخص کے لئے ہے، اب مصنف اس مسئلہ کے بارے میں آگے نابینا کا حکم بیان فرماتے ہیں کہ نابینا کا حکم بھی اظہر قول کے مطابق اجتہاد میں بینا کی طرح ہے۔

(وَالاَعمیٰ یَجتَھِد فَاِن تَحَیَّرَ قَلَّدَ بَصِیرًا ۔ اور نابینا اجتہاد کرے گا) کیونکہ نابینا سونگھنے چکھنے اور چھونے کے ذریعہ پانی کی پاکی اور ناپاکی کے علم پر قدرت رکھتا ہے، (اگر نابینا متحیر ہو) یعنی اس ماء مشتبہ کے بارے میں اجتہاد سے پانی کی پاکی یا ناپاکی ظاہر نہ ہو، (تو بینا کی تقلید کرے گا) یعنی بینا کے اجتہاد کی تقلید کریگا اور نابینا اس کے مطابق اپنا کام انجام دے گا۔

(وَلَو اشتَبَہَ طَھُور بِمَاءٍ وَردٍ تَوَضَّا بِکُلٍّ وَاحِدٍ مَرَّۃً ، اور اگر طہور اور گلاب کے پانی میں اشتباہ ہو جائے) یعنی دونوں میں ماء طہور کونسا ہے علم نہ ہو، (تو ہر ایک پانی سے ایک ایک مرتبہ وضو کرے،) وجوبا، ان میں اجتہاد نہ کرے اس لئے کہ اجتہاد کی شرط یہ ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک میں اصل ہو اور وہ ہے تطہیر۔

(اَو بِبَولٍ اَرَاقَھُمَا وَتَیَمَّم، لیکن طہور اور پیشاب کے پانی میں اشتباہ ہو جائے،) یعنی ان میں ماء طہور کونسا ہے علم نہ ہو، (تو دونوں پانی کو بہادے،) کیونکہ دونوں سے وضو کرنا صحیح نہیں (اور) ماءِ طہور کے ہوتے ہوئے تیمم درست نہیں پھر بعد میں (تیمم کرلے۔)

(فصل)

(اوانیٔ طہارت کے بیان میں)

فصل لغت میں مصدر ہے اسم فاعل کے معنی میں اس لئے کہ یہ ما قبل اور ما بعد کے کلام میں فصل وجدائی کرتا ہے، اور اصطلاح میں کہتے ہیں: ان الفاظِ مخصوصہ کے نام کو جو مخصوص معنی پر دلالت کرتا ہے، اور اقناع میں ہے: فصل باب کے اُس مخصوص مجموعہ کا نام ہے جو چند مسائل پر مشتمل ہوتا ہے۔ (ص ۱۵ ج ۱) (تَحِلُّ الطَّھَارَۃُ مِن کُلِّ اِنَاءٍ

طَاھِرٍ، ہر پاک برتن سے طہارت جائز ہے) برتن کے علاوہ ہر وہ پاک چیز جس میں پانی رکھا جائے وہ بھی برتن کے حکم میں ہوگی، جیسا کہ آجکل بوتل وغیرہ میں بھی پانی دستیاب ہوتا ہے۔

مباح: کہتے ہیں جس کے کرنے پر ثواب نہ ہو اور ترک پر عذاب نہ ہو، اسے جائز بھی کہتے ہیں(ورقات)

مباح کی دوسری تعریف: شارع نے جس چیز کو کرنے اور نہ کرنے کا اختیار دیا ہو، اسے مباح کہتے ہیں-(تیسیر الاصول ص ۱۳۰)

حلال: جس چیز کی شریعت میں اِجازت ہو، اسے حلال کہتے ہیں، جیسے تجارت کرنا وغیرہ (مبادیات فقه ۱۵ص)

(اِلاّ الذِّھَبَ وَالفِضَّۃَ وَ المَطلِی بِاَحَدِ ھِمَا بِحیثُ یَتَحَصَّلُ مِنہُ شَئی بِالنَّارِفَیحرُمُ اِستِعمَا لُہ عَلیَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فِی الطَّھَارَۃِ وَالاَ کُلِ وَالشُّربِ وَغَیر ذٰلِکَ، مگر سونے، چاندی کے برتن اور وہ برتن جن پر سونے یا چاندی کا پانی چڑھایا گیا ہو اس طور پر کہ آگ پر تپانے کی وجہ سے اس سے سونا یا چاندی حاصل ہو تو ان برتنوں کا استعمال مردوں اور عورتوں پر طہارت کیلئے، کھانے، پینے اور ان کے علاوہ) چاہے جس طرح بھی استعمال کرے، (حرام ہے) البتہ اگر کوئی ان برتنوں سے وضو کرے تو وضو درست ہوگا[کیونکہ استعمال کی حرمت صحت وضو کے لئے مانع نہیں] (روضۃ الطالبین ص ٦٤ ج١) یہ اور بات ہے کہ آدمی اس حرام فعل کے ارتکاب کے سبب گنہگار ہوگا،(ایضا) ۔

حرام: یعنی وہ کام جس کو چھوڑنے پر ثواب ہو اور کرنے پر عذاب ہو، حرام کی دو قسمیں ہیں: حرام لذاتہ اور حرام لغیرہ حرام لذاتہ یعنی شارع کی حرام کردہ وہ چیز جس میں ضررذاتی ہو جیسے میتہ کھانا، شراب پینا، زنا کرنا وغیرہ، اور حرام لغیرہ سے مُراد وہ کام جس

کی نہی لذاتہِ نہ ہو بلکہ وہ فعل حرام لذاتہ کا موجب ہو جیسے غیر محرم کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ اس کی حرمت مفضی اِلیَ الزّنا ہونے کی وجہ سے ہے،(تیسیر الاصول ص ۱۲۹) ولی کے لئے اپنی ماتحتی میں جو چھوٹے بچے ہیں ان کو سونے، چاندی کے برتن سے پلانا وغیرہ حرام ہے،(اقناع ص ۲۹ ج ۱) ہاں سونا اور چاندی کا پانی چڑھائے ہوئے برتن کو آگ پر تپانے کی وجہ سے سونا یا چاندی حاصل نہ ہو تو اس برتن سے طہارت وغیرہ جائز ہے اس لئے کہ یہ مقدار قلیل ہے، سونے کے علاوہ کسی بھی دھات کی انگوٹھی پہننا حرام نہیں ہے۔ لیکن اسکی کراہت میں دو وجہ ہیں۔ ایک یہ کہ مکروہ ہے حدیث بریدہ کی بناپر۔ دوسری وجہ مکروہ نہیں ہے۔ حدیث بریدہ کے ضعیف ہونے کی وجہ سے اور اس کو راجح قرار دیا ہے امام نووی نے روضہ اور مہذب میں۔(الحاوی للفتاویٰ ص۹۹ ج ۱)

حاوی میں ہے ، حدیث معیقیب **"انه کان خاتمه من حَدید"**(ص۷۵ ج ۱) حدیث معیقیب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی انگوٹھی لوہے کی تھی۔

حدیث: **التمس وَ لو کان خاتمًا من حَدید و لو کانَ مَکروهًا لم یَاذن فیه،** آپ ﷺ نے صحابی کو فرمایا کہ تلاش کر اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو ظاہر بات ہے اگر کراہت ہوتی تو آپ ﷺ تلاش کا حکم نہ فرماتے۔

انگوٹھی دائیں ہاتھ کی خنصر یعنی سب سے چھوٹی انگلی میں پہننا افضل ہے (حاشیۂ ابوداود ۵۸۰ ج ۲)

محمد بن اسحقؒ فرماتے ہیں میں نے علی الصلت بن عبد اللہؒ کے دائیں ہاتھ کی خنصر میں انگوٹھی دیکھی تو میں نے کہا یہ کیا ہے آپ نے فرمایا میں نے ابن عباس کو اس طرح انگوٹھی پہنے دیکھا ہے۔

علی الصلت فرماتے ہیں ابن عباسؓ کے بارے میں میرا خیال ہے کہ وہ ذکر کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح انگوٹھی پہنتے تھے (ابوداود شریف۵۸۰ ج ۲)

انگوٹھی کے نگینہ کو انگلی کے اندرونی جانب رکھنا افضل ہے (الحاوی للفتاویٰ ۱۰۱ ج ۱) ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضوراکرم ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ اس کا نگینہ ہتھیلی کی جانب رہتا تھا جس پر "محمد رسول اللہ" کندہ کرایا تھا۔

(وکَذَا اقتِنَاؤُہُ بِلاَاِستعمَالٍ، اور اسی طرح سونے، چاندی کے برتن رکھنا بغیر استعمال کے) حرام ہے کیونکہ ان برتنوں کا رکھنا استعمال تک مفضی ہے، (حَتّی المِیلُ مِنَ الفِضَّۃِ یہاں تک کہ چاندی سے سُرمہ کی سلائی بنانا) بھی حرام ہے، یعنی جس طرح سونے، چاندی کے برتن کا استعمال حرام ہے اس طرح برتن کے علاوہ چاندی یا سونے کی کوئی چیز بنانا بھی حرام ہے اگرچہ چھوٹی ہو جیسے سرمہ کی سلائی بنانا، سوئی بنانا وغیرہ۔

اب مصنفؒ آگے احکامِ تضبیب بیان فرماتے ہیں، (وَالمُضَبَّبُ بِالذَّھَبِ حَرَام مُطلَقًا، اور وہ برتن جس میں سونے کا پیوند ہو مطلقًا حرام ہے) یعنی چاہے پیوند بڑا ہو یا چھوٹا ضرورت ہو یا نہ ہو اس لئے کہ سونے کا پیوند لگانے میں تکبر بہ نسبت چاندی کے زیادہ ہے، (وَقِیلَ کَالفِضَّۃِ، اور کہا گیا ہے کہ چاندی کی طرح ہے) یعنی سونے کے پیوند کی حرمت مطلق نہیں ہے بلکہ چاندی کا پیوند لگانے کے متعلق جو تفصیل ہے وہی تفصیل سونے کے پیوند کے بارے میں ہے۔

اب مصنف علیہ الرحمہ آگے چاندی کا پیوند لگانے سے متعلق تفصیل بیان فرماتے ہیں: (وَبِالفِضَّۃِ اِن کَانَت کَبِیرَۃً لِلزِینَۃِ فَھِیَ حَرَام اَو صَغِیرَۃً لِلحاَجَۃِ حَلّ اَو صغِیرَۃً لِلزِّینَۃ، اَو کَبِیرَۃً لَلحَاجَۃِ کُرِہ وَلَم یُحرُم، اور چاندی کا پیوند اگر بڑا ہو اور زینت کے لئے ہو تو حرام ہے، اگر پیوند چھوٹا ہو اور حاجت کے لئے ہو تو حلال ہے، اگر چھوٹا زینت کے لئے یا بڑا حاجت کے لئے ہو تو مکروہ ہے حرام نہیں) پہلی صورت میں مکروہ اس وجہ سے کہ اس کی ضرورت نہیں اور دوسری صورت میں اس وجہ سے کہ چاندی کی کثرت ہوئی اور فی نفسہ کثیر چاندی میں حرمت ہے، (مہذب مع المجموع ص۳۱۸ ج ۱)۔

مطلق مکروہ سے مراد تحریمی یا تنزیہی؟

فقہاء کی عبارت میں مطلق لفظ مکروہ آئے تو اس سے مراد تنزیہی ہے، مجموع میں ہے: **یکرہ الجلوس (علی القبر) و ارادوا به کراهة التنزیه کما هو المشهور فی استعمال الفقهاء وصرح به کثیرون منهم۔**

یعنی قبر پر بیٹھنا مکروہ ہے مراد مکروہ تنزیہی جیسا کہ یہی مشہور ہے استعمال فقہاء میں اور بہت سے فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے (ص ۳۱۲ ج ۵)

مکروہ کی دو قسمیں ہیں: مکروہ تحریمی اور مکروہ تنزیہی۔

مکروہ تحریمی کہتے ہیں جس کام کو کرنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید سے منع فرمایا ہو۔

مکروہ تنزیہی کہتے ہیں جس کام کو کرنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید سے منع نہ فرمایا ہو۔

الفرق بینهما ان الاولی (ای کرهت تحریم) ماکانت بنهی جازم والثانیه (ای کراهة تنزیه) ماکانت بنهی غیر جازم (حاشیۂ اقناع ص ۱۳۸ ج ۱)

مکروہ تحریمی اور تنزیہی کی مثال

حرم مکہ کے علاوہ میں سورج طلوع ہوتے وقت بلا سبب والی نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کے ساتھ شیطان کا سینگ ہوتا ہے۔ پھر سورج جب بلند ہوتا ہے تو سینگ جدا ہو جاتا ہے۔"

وخمسة اوقات لا یصلی فیها ای فی غیر حرم مکة (ای کراهة تحریم) الاول عند طلوعها حتی تتکامل وترتفع بعد ذلک قدر رمح ــــــ وسبب الکرهة ماجاء فی الحدیث انه ﷺ قال ان الشمس تطلع و معهاقرن الشیطان فاذا ارتفعت فارقها۔ (الاقناع ص ۱۳۹ ج ۱)

سوائے حرم مکہ کے پانچ اوقات میں نماز نہیں پڑھ سکتے یعنی مکروہ تحریمی ہے۔ جن میں اول سورج طلوع ہوتے وقت یہاں تک کہ مکمل طلوع ہو اور اس کے بعد ایک نیزہ کی مقدار بلند ہو جائے، مکروہ اس وجہ سے کہ حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب

سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کے ساتھ شیطان کا سینگ ہوتا ہے پھر سورج جب بلند ہوتا ہے تو سینگ جدا ہو جاتا ہے۔

سوراخ میں پیشاب کرنا مکروہ تنزیہی ہے

ویکرہ (ھی کراھۃ تنزیہ) ان یبول فی ثقب۔ لما روی عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ نھی عن البول فی جحر (مھذب مع المجموع ۱۹۳ ج۱)

سوراخ میں پیشاب کرنا مکروہ تنزیہی ہے چونکہ آپ ﷺ نے سوراخ میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حرام اور مکروہ تحریمی کے درمیان فرق

یہ ہے کہ حرام کی دلیل میں تاویل کا احتمال نہیں ہوتا اور مکروہ تحریمی کی دلیل میں تاویل کا احتمال ہوتا ہے۔

والفرق بین الحرام وکرھۃ التحریم ان الاول دلیلہ لایحتمل التاویل والثانی یحتملہ (حاشیۂ اقناع ص۱۳۸ ج۱)

چھوٹا پیوند یا بڑا، اس کا اعتبار عرف پر ہوگا۔

عرف کی تعریف

عرف کہتے ہیں: جو چیز لوگوں میں متعارف اور معمول بھا ہو، اصولیین کے نزدیک: لفظ عرف اور عادۃ ہم معنی ہے: **العرف ماتعارفہ الناس وساروا علیہ ویسمی العادۃ، والعرف والعادۃ مترادفان عندالاصولیین** (تیسیر ۹۹ص)

اگر ضرورت ہو تو سونے کا دانت بٹھا سکتے ہیں: **فیباح لہ الانف وَالسن من الذھب ومن الفضّنۃ وَکَذاشدالسّن العلیلۃ بذھب وفضۃ جائز** سونے چاندی کی ناک اور دانت بٹھانا جائز ہے۔ اسی طرح کمزور دانت کو سونے چاندی سے باندھنا جائز ہے۔ (مجموع۳۱۷ ج۱)۔

(وَمَعنیَ اَلتّضبِیبُ ان یَنکَسِرَ مَو ضِعُ مِّنہُ فَیُجعَلَ مَو ضِعَ الکَسرِ فِضّہ تُمسِکُہُ بِھَا، اور تضبیب) ضبّہ (کے) لغوی (معنی یہ ہے کہ کسی برتن کا کچھ حصہ ٹوٹ جائے پھر ٹوٹے ہوئے حصہ کو جوڑنے کے لئے چاندی) یا سونے (کا پیوند لگانا تا کہ وہ ٹوٹا ہوا حصہ پیوند سے جُڑ جائے۔)

(وَتُکرَہُ اَوَانیِ الکُفَّارِ وَثِیَابُھُم، اور کافروں کے برتنوں اور کپڑوں کا استعمال مکروہ ہے) اس لئے کہ مسلمانوں کی طرح کفار طہارت کا اہتمام نہیں کرتے، اگر ان کے برتن اور کپڑوں کی ناپاکی یقینی ہو تو جائز ہی نہیں ہے، اور اگر پاکی کا یقین ہو تو مکروہ نہیں اس لئے کہ اصل طہارت ہے،(المجموع ص ۱/۳۲۵) یہی احکام اس مسلمان کے حق میں بھی جاری ہوں گے جو طہارت کا اہتمام نہیں کرتا جیسے شراب کا عادی۔

(وَیُبَاحُ الِانَاءِ مِن کُلِّ جوھرٍ نَفِیسٍ اور ہر نفیس جوہر سے بنائے ہوئے برتن کا استعمال جائز ہے) اور اسی طرح نیتِ استعمال کے بغیر بنانا بھی جائز ہے اس لئے کہ اس سلسلہ میں کوئی نہی وارد نہیں ہے،جوھر: ہر وہ پتھر جس سے نفع حاصل ہو جیسے ہیرا، یاقوت لعل وغیرہ،نفیس:۔ پسندیدہ اور عمدہ مال، ہر اچھی اور قیمتی چیز، یہاں جوہر اور نفیس دونوں سے مراد نقدین کے علاوہ قیمتی چیز ہے، جیسے قیمتی پتھر، موتی وغیرہ، (کَیاقُوتٍ، جیسے یاقوت) یاقوت: عمدہ خوبصورت، صاف شفاف پتھر جو مختلف رنگ کا ہوتا ہے(منجد الطلاب ۹۵۰) (وَزُمُرُّدِ، اور زمرد) یہ قیمتی پتھر کو کہتے ہیں۔

(فصل)

(مسواک کے بیان میں)

اسلام میں مسواک کی حکمت

یوں تو بالعموم دانتوں کو صاف کرنا اور اُجلا بنانا بڑے بڑے فوائد پر مبنی ہے مگر ساتھ ہی اس کے یہ بات بھی نہایت ہی انسب اور عمدہ ہے کہ جب کسی عالیشان دربار میں

جانا ہو تو قبل از حضور دربار ظاہری شکل و شباہت کا سنوارنا اور دانتوں کو صاف کرنا بھی بڑا ضروری ہے کیونکہ بات چیت کے وقت دانتوں کی زردی اور میل پر نظر پڑنے سے طبائع سلیمہ کو نفرت ہوتی ہے پس احکم الحاکمین سے بڑھ کر کس کا دربار عالیشان ہو سکتا ہے جس کے لیے یہ اہتمام کیا جائے کیونکہ اِنَّ اللّٰہَ جمیل یُحِبّ الجمالَ یعنی خدا تعالیٰ خوب ہے اور وہ خوبی کو پسند کرتا ہے سو جب یہ بات ٹھہری تو دانتوں کے میل اور منہ کی بدبو کو وہ کب پسند کر سکتا ہے اس وجہ سے اعظم شعائر اللہ یعنی نماز پڑھنے سے پہلے جیسا کہ دیگر قاذورات اور میل کچیل کو صاف کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے ایسا ہی دانتوں کے میل و مُنہ و مسوڑوں کی عفونت کو رفع کرنا بھی مستحسن ہے یہی وجہ ہے کہ نماز سے پہلے مسواک کا استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ تعظیم شعائر اللہ کے لیے جو امور بجالائے جاتے ہیں اُن سے جسمانی فوائد حاصل ہونے کے علاوہ اُخروی اجر و ثواب بھی ملتا ہے۔ (احکام الاسلام)۔

مصنف علیہ الرحمہ نے اس فصل کو كتاب الطهارة میں بیان فرمایا اس وجہ سے کہ جس طرح ماء مطہر ہے اسی طرح مسواک بھی مطہر ہے [منہ کو صاف کرنے والا ہے] لیکن ماء مطہرِ مطلق ہے اور مسواک مطہر ہے اور گندگی کو دور کرنے والا ہے اور یہ وضو کی سنن متقدمہ میں سے ہے۔ لہذا اس فصل کو كتاب الطهارة میں اور باب الوضو سے قبل ذکر فرمایا۔ مسواک لغت میں مَلنے اور اس کے آلہ کو کہتے ہیں۔ اور شرعا: لکڑی اور اس کے مانند چیز کو دانتوں میں اور اس کے ارد گرد استعمال کرنا منہ کے تغیر اور اس کے مانند چیز کو دور کرنے کی نیت سے۔

مسواک کی اہمیت

حضرت زید بن خالد جہنیؓ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اگر میری امت پر گراں نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا، (ترمذی) (وَیُندبُ السِّواکُ فِی کُلِّ وَقتٍ، اور ہر وقت میں مسواک کرنا مستحب ہے)

والمندوب ما يثاب على فعله ولا يعاقب على تركه (ورقات) مندوب: (مستحب) کہتے ہیں وہ فعل جس کے کرنے پر ثواب ہو اور ترک کرنے پر عذاب نہ ہو، جیسے نفل روزے رکھنا وغیرہ، مستحب، نفل اور سنت الفاظِ مترادف ہیں، (لب الاصول مع غایہ ص ١١)

سنت کی دو قسمیں ہیں

(۱) سنت مؤکدہ: وہ سنت جس پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے زیادہ پابندی کی ہو اوروں سے اسے سنت مؤکدہ کہتے ہیں۔

وهو ما واظب عليه النبي صلى الله عليه وآله وسلم أكثر من غيره (انوار السنیہ ص:۹۴)

(۲) سنت غیر مؤکدہ: وہ سنت جس پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے زیادہ پابندی نہ کی ہو اسے سنت غیر مؤکدہ کہتے ہیں۔

(اِلَّا لِصَائِمٍ بَعدَ الزَّوالِ فَیُکرَہُ، مگر روزہ دار کے لئے زوال کے بعد مکروہ ہے)

اس وجہ سے کہ زوال کے بعد روزہ دار کے منہ سے جو بُو آتی ہے وہ روزہ کی وجہ سے ہے، نہ کہ کھانے کی وجہ سے اور روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ کے نزدیک مشک سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے، مسواک اس کو ختم کرتا ہے۔ (المجموع ص ٣٦٦ ج ١)

(وَیَتَاکَّدُ اِستِحبَابُہ لِکُلِّ صَلَاۃٍ وَقِرَاءۃ، اور مسواک کا استحباب مؤکد ہوتا ہے ہر نماز کے لئے) چاہے فرض ہو یا نفل، (اور قراءۃ قرآن کے لئے) اسی طرح قراءۃ حدیث اور درس کے لئے، درس کہتے ہیں سبق پڑھانے اور پڑھنے کو،

(وَوُضُوءٍ، اور وضو کے لئے) چاہے تجدید وضو ہو یا رفع حدث کے لئے ہو،

(وَصُفرَۃِ اسنَانٍ وَاِستِیقَاظٍ مِنَ النَّومِ، اور دانت کی زردی کے وقت اور نیند سے بیدار ہونے کے وقت) چاہے رات ہو یا دن اگرچہ منہ میں بدبو نہ ہو اس لئے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب نیند سے بیدار ہوتے تو مسواک کے ذریعہ اپنے منہ کو صاف کرتے،

(وَدُخولِ بَیتِه، اور اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت) چاہے وہ گھر اس کی مملوک ہو یانہ ہو مثلاً کرایہ سے رہتا ہو۔

(وَتغَیُّرِ الفَمِ مَن اَکلِ کُلِّ کَرِیهِ الرِّیحِ، اور کسی بدبو دار چیز کے کھانے سے منہ میں بدبو پیدا ہو تب) جیسے پیاز، لہسن وغیرہ، (وَتَرکِ اکلٍ، اور ترک طعام کی وجہ سے منہ میں بدبو پیدا ہونے کے وقت) مصنف علیہ الرحمہ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ تغیر فم کے دو سبب ہیں: (۱) کوئی بدبو دار چیز کھانا (۲) ترک طعام (دیر تک کوئی چیز نہ کھانا) اس لئے کہ غالبا اس وجہ سے تغیر فم ہوتا ہے۔

اب مصنف علیہ الرحمہ آگے اس چیز کو بیان فرماتے ہیں جس سے مسواک کی سنت حاصل ہوگی، (وَیُجزِئُ بِکُلِّ خَشِنٍ اِلَّا اُصبُعه الخَشِنةُ، اور ہر کھردری) پاک (چیز سے مسواک کرنا کافی ہو گا مگر کھردری انگلی) یعنی اگر بذات خود اپنی انگلی سے مسواک کرے تو کافی نہ ہو گا معتمد قول کے مطابق اس لئے کہ انسان کے جزء کو مسواک نہیں کہا جاتا اور اگر کسی دوسرے زندہ انسان سے متصل انگلی سے مسواک کرے اس کی اجازت لے کر تو اس سے مسواک کی سنت حاصل ہوگی بشرطیکہ کھردری ہو۔

(وَالاَفضَل بِاَراکٍ اور افضل ہے پیلو کے درخت کی لکڑی سے مسواک کرنا) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لئے پیلو کی لکڑی توڑ کر لاتا تھا۔

(وَبِیَابِسٍ نُدِّیَ، اور پیلو کی خشک لکڑی سے جو تر کی گئی ہو) پانی وغیرہ سے، یہ انواعِ اراک میں سے دوسری افضل قسم ہے۔

جس طریقہ سے بھی مسواک کرے سنت حاصل ہوگی لیکن اب مصنفؒ آگے اکمل اور افضل طریقہ کو بیان فرماتے ہیں: (وَاَن یَستَاکَ عَرضًا، اور افضل ہے کہ دانتوں میں عرضا مسواک کرے) آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا" جب تم مسواک کرو تو عرضا کرو" اگر طولا کرے تب بھی کافی ہو گا مگر کراہت کے ساتھ اس وجہ سے کہ دانتوں کی جڑوں کو نقصان پہنچتا ہے، (منہاج مع مغنی المحتاج ص ۵۵ ج۱)

اور زبان پر طولا مسواک کرنا مستحب ہے،(مغنی ص٥٥ج) آپ ﷺ زبان پر طولا مسواک کیا کرتے تھے۔(حاشیۂ ابوداود ص ٧ج١)

(وَيَبدَ أُ بِجَانِبِهِ الْا يمَنِ، اور) افضل ہے کہ (اپنی داہنی جانب سے مسواک کی ابتداء کرے) آپ ﷺ مسواک کرنے میں منہ کی داہنی جانب کو پسند فرماتے تھے، (مغنی ص ٥٥ج١)۔

(وَيَتعَهّدَ كَرَاسِيَّ اَضرَاسِهِ اور اپنے ڈاڑھوں پر ہلکے ہاتھ سے مسواک کرے،) تاکہ نقصان نہ پہنچے۔

(وَينوِىٔ بِهِ السُنّةَ اور) سنت ہے کہ (مسواک کے وقت نیت کرے سنت مسواک کی) تاکہ ثواب حاصل ہو جائے، نیت اس طرح کرے: نَوَيتُ سُنَّةَ الِاسِتَياك (فیض شرح عمدة ص٢٢ج١) میں نیت کرتا ہوں سنت مسواک کی، یہ اس صورت میں ہے جب کہ مسواک کرنا کسی عبادت کے ضمن میں نہ ہو اگر ضمناً ہو جیسے وضو کے وقت تو نیت کے بغیر ثواب حاصل ہو جائے گا، مصنف علیہ الرحمہ آگے بعض سنتوں کا تذکرہ فرماتے ہیں۔

(وَيُسَنَّ قَلمُ ظفرٍ، اور سنت ہے ناخن تراشنا) محرم کے علاوہ کے لئے، پیر، جمعرات اور جمعہ کے دن ناخن تراشنا بہ نسبت دوسرے دنوں کے افضل ہے،

ناخن تراشنے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے دائیں ہاتھ کے کاٹے پھر بائیں کے اور یہی ترتیب پاؤں کے ناخنوں میں ہے۔ اسلئے کہ آپ ﷺ تیامن کو پسند فرماتے تھے۔(شرح مهذب ص٣٤٢/٣٤٥ج١)۔

حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے فرماتی ہیں:۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دس ١٠ چیزیں فطرت میں سے ہیں؛(١) مونچھ تراشنا(٢) داڑھی بڑھانا(٣) مسواک کرنا(٤) پانی

سے ناک صاف کرنا(۵) ناخنوں کا کاٹنا(۶) براجم کا دھونا(۷) بغل کے بال اکھاڑنا(۸) عانہ کے بالوں کا حلق کرنا(۹) پانی سے استنجاء کرنا(۱۰) مضمضہ کرنا (شرح مهذب ص ۳۴۳ ج ۱)۔

(وَقَصِّ شَارِبٍ، اور) سنت ہے، (مونچھ کتروانا) بال کو جڑ سے اکھاڑنا اور حلق کرنا مکروہ ہے، مختار قول کے اعتبار سے مونچھ کتروانے کی حد یہ ہے کہ صرف ہونٹوں کے اوپر والے بالوں کو کتروائیں اس طرح کہ ہونٹوں کا کنارہ ظاہر ہوسکے۔ (شرح مسلم ص ۱۲۹ ج ۱) مونچھ کے دونوں کناروں کے بال ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں حضرت عمر وغیرہ نے بھی ترک کئے تھے۔ (احیاء العلوم ص۱٦٦ ج ۱) مونچھ وغیرہ کے بال اور ناخن کو دفن کرنا مستحب ہے۔ **یستحب دفن مَا اخذ من هٰذه الشعور وَالاظفار فی الارضِ نقل ذٰلک عَن ابن عمر رَضی الله عنهمَا و اتفق عَلیه اصحَابنا:** مذکورہ بالوں اور ناخنوں کو دفن کرنا مستحب ہے۔ یہ حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے اور اسی پر حضرات شوافع کا اتفاق ہے۔ (شرح مهذب ص۳٤۹ ج ۱) مونچھ وغیرہ کے بال اور ناخن کاٹنے کی مدت یہ ہے کہ بوقت ضرورت تراشے۔ چالیس روز سے مؤخر نہ کرے قول مختار یہی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہمارے لئے وقت مقرر کیا گیا کہ ہم مونچھ وغیرہ کے بال اور ناخن کاٹنے کو چالیس راتوں سے زیادہ نہ چھوڑیں۔ (شرح مسلم ص ۱۲۸ ج ۱) ۔

دائیں جانب سے مونچھ وغیرہ کے تراشنے کی ابتداء کرنا مستحب ہے۔(المجموع ص۳٤۷ ج ۱)

(وَنَتفُ اِبطٍ، اور) سنت ہے، (بغل کے بال اکھاڑنا) اس کے لئے حلق سنت نہیں ہے کوئی اس کے بال اکھاڑنے سے عاجز ہو تکلیف کی وجہ سے تو حلق جائز ہے [حلق یعنی تیز دھار آلہ سے بال صاف کرنا جیسے بلیڈ، استرا وغیرہ] اگر پاؤڈر اور کریم وغیرہ سے بال صاف کرے تو بھی جائز ہے، مجموع میں ہے: ولوازاله بالنورة فلا باس (۳٤۸ ج ۱) اگر نورۃ سے بغل کے بال

ختم کرے تو کوئی حرج نہیں جائز ہے، "نورہ" کے معنی ہے چونہ [لیکن یہاں مراد وہ چیز ہے جس سے بال صاف کئے جائیں جیسے پاؤڈر، کریم وغیرہ]۔

(وَ اَنفِ لِمَن اُعتَادَہُ، اور) سنت ہے، (ناک کے بال اکھاڑنا جس کو اس کی عادت ہو) اگر کسی کو کتروانے کی عادت ہو تو اس کے لئے کتروانا سنت ہے۔

(وَحَلقُ عَانَۃِ، اور) سنت ہے، (عانہ کا حلق کرنا) مرد کے ذکر سے اوپر ارد گرد کے بال اسی طرح عورت کی شرمگاہ کے ارد گرد کے بالوں کو عانہ کہتے ہیں اور ابو عباسؒ بن سریج سے مروی ہے کہ پچھلی شرمگاہ کے ارد گرد کے بال بھی عانہ کہلاتے ہیں۔ (شرح مسلم ص ١٢٨ ج١)

لیکن یہ سُنّت مرد کے لئے ہے، اور عورت کے لئے نتف (بال اکھاڑنا) سنت ہے، شوہر زوجہ کو عانہ کے بالوں کی صفائی کا حکم دے تو اس حکم کی تعمیل اس پر واجب ہے۔ قصھا او ازالھا بالنورۃ جاز: عانہ کے بالوں کو تراشنا، یا نورہ سے ختم کرنا بھی جائز ہے۔ (شرح مہذب ص ٣٤٨ ج١) چونکہ مراد نظافت ہے جو اس سے بھی حاصل ہوتی ہے۔ (شرح مسلم ص ١٢٨ ج١) [نورۃ کی وضاحت ماقبل میں مذکور ہے]۔

(وَالِا کتحالُ وَترًا ثَلاثًا فَی کُلِّ عَینٍ) اور سنت ہے (ہر آنکھ میں تین تین مرتبہ سرمہ لگانا) اور سرمہ لگانے میں دائیں آنکھ سے ابتداء کرنا مستحب ہے، (فتح المعین) اس لئے کہ آپ ﷺ ہر اچھی چیز میں تیامن کو پسند فرماتے تھے۔ (المجموع ص ٣٤٧ ج١)

(وَغَسلُ البَرَاجِمِ، اور) سنت ہے (براجم کا دھونا) اگر پانی براجم تک پہنچا ہو تو ورنہ اس تک پانی کا پہنچانا واجب ہے، یہ اس صورت میں ہے جبکہ وضو یا غسل کے وقت ہو، (وَھِیَ عُقَدُ ظُھُورِ الاَ صَابِعِ، انگلیوں کو بند کرنے پر ان کے جوڑ کی اُبھری ہوئی جگہ کو براجم کہتے ہیں۔)

(فَاِن شَقَّ نَتفُ الِا بطِ حَلقَہُ، اگر بغل کے بال اکھاڑنا دشوار ہو تو حلق کرے) اس کی تفصیل ماقبل میں مذکور ہے،

(وَيُكرَهُ الْقَزَعُ وَهُوَ حَلقُ بَعضِ الرَّاسِ وَتَركُ بَعضِهِ، اور قزع کرنا مکروہ ہے اور قزع کہتے ہیں سر کے بعض حصہ کے حلق کرنے اور بعض حصہ کے چھوڑنے کو) اور اس کراہت کی دلیل حضرت ابن عمر کی حدیث ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے قزع کرنے سے منع فرمایا ہے، (المجموع ص ۳۵۳ ج ۱)

(وَلَا بَاسَ بِحلقِ كُلِهِ، اور پورے سر کا حلق کرنے میں کوئی حرج نہیں) مجموع میں ہے: حلق جميع الراس؛ فقال الغزالی لا باس به لمن اراد التنظيف ولا باس بترکه لمن اراد دهنه وترجيله (ص ۲۹۵ ج ۱) امام غزالیؒ نے فرمایا پورے سر کا حلق کرنے میں کوئی حرج نہیں اس شخص کیلئے جو نظافت اور صفائی کا ارادہ رکھتا ہو اور کوئی حرج نہیں حلق کو ترک کرنے میں اس شخص کے لئے جو سر میں تیل ڈالنے اور کنگھی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ بالوں میں کنگھی کرنا اور تیل لگانا مستحب ہے۔ (ایضاص ۳۵۱ ج ۱) حلق مستحب نہیں جائز ہے، بچہ یا بچی کی پیدائش کے ساتویں دن حلق کرنا مستحب ہے، اور حج و عمرہ کے وقت حلق یا تقصیر رکن ہے۔

(وَيَجِبُ الخِتَانُ، اور ختنہ کرنا واجب ہے) یہ وجوب بعد البلوغ ہے، (شرح مهذب ص ۳۵۲ ج ۱) اگر کمزوری وغیرہ کا اندیشہ نہ ہو تو پیدائش کے ساتویں دن ختنہ کرنا ولی کے لئے مستحب ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بچہ کی ختنہ ساتویں روز کی تھی، (ایضا ص ۳۵۷ ج ۱) خنثیٰ مشکل کی جب تک پہچان واضح نہ ہو ختنہ کرنا جائز نہیں، (شرح مسلم ص ۱۲۸ ج ۱) غیر مختون حالت میں اگر کسی کا انتقال ہو جائے تو صحیح اور مشہور قول کے مطابق اس کی ختنہ نہ کی جائے کیونکہ ختنہ کرنا تکلیف ہے جو موت سے ساقط ہوگئی، (شرح مهذب ص ۳۵۸ ج ۱) **الواجب فی ختان الرّجل قطع الجلدة الّتی تغطی الحشفة بحيث تنكشف الحَشفَة كلهّا فان قطع بَعضها وجبَ قطع الباقی ثانيًا۔** ختنۂ مرد میں حشفہ کو چھپانے والی چمڑی کو قطع کرے اسطرح کہ مکمل حشفہ ظاہر ہو۔

اگر حشفہ کو چھپانے والی چمڑی کا بعض حصہ قطع ہو تو دوسری بار بقیہ حصہ کو قطع کرنا واجب ہے۔(المجموع ص۳٥٦ ج ۱) کیونکہ واجب کی ادائیگی مکمل نہیں ہوئی۔

(وَیَحرمُ خَضبُ شَعرِ الرَّجُلِ وَالمَرأۃِ بِسَوَادٍ، اور مرد وعورت کے لئے بال کو کالے رنگ سے خضاب کرنا حرام ہے)یعنی رنگنا، بالوں کی سفیدی ظاہر ہونے کے بعد۔ یہ حرمت حدیث جابرؓ کی بناء پر ہے آپ فرماتے ہیں حضرت ابو بکر صدّیق کے والد ابو قحافہ فتح مکہ کے دن لائے گئے اس حال میں کہ آپکے سر اور داڑھی کے بال ثغامہ کی طرح سفید تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اس کو بدل دو اور سیاہ خضاب سے اجتناب کرو۔ ثغامہ اس پودے کا نام ہے جس کے پھل سفید، ہوتے ہیں۔(المجموع ص۳٥۲ج ۱)

(اِلاَّلِغَرَضِ الجِهَادِ، مگر غرض جہاد کی بناپر) حرام نہیں جائز ہے تاکہ کفار کے نزدیک اظہار قوت ہو۔

(وَیُسَنُّ بِصُفرَةٍ اَو حُمرَةٍ اور) سر اور داڑھی کے (بالوں کو زرد یا سرخ رنگ سے خضاب کرنا سنت ہے)اگرچہ سب بال سفید نہ ہوئے ہوں آپ ﷺ نے فرمایا یہود و نصاریٰ خضاب نہیں کرتے لہٰذا تم ان کی مخالفت کرو،(شرح مہذب ص ۳٥۱ج ۱)

(وَخَضبُ یَدی مزَوِّجَةٍوَرِ جلَیهَاتَعمِیماً، اور) سنت ہے (شادی شدہ عورت کے لئے پورے ہاتھ اور پاؤں کا خضاب کرنا) غیر شادی شدہ کے لئے مکروہ ہے جبکہ فتنہ نہ ہو اور اگر فتنہ ہونا متحقق ہو تو حرام ہو گا، **تعمیم** کہتے ہیں ہاتھ پاؤں کے پورے حصہ کا خضاب کرنا یہ سنت ہے، اگر حصول زینت کے لئے کسی شہر یا علاقہ کی عادت کے مطابق ہاتھ پاؤں کے بعض حصہ کا خضاب کرے تو کوئی حرج نہیں جائز ہے لیکن یہ طریقہ مسنون نہیں ہے (بِحِنَّاءٍ، مہندی سے) احادیثِ مشہورہ کی بناپر،(ایضا ص ۳٥۲ج ۱)اور اس لئے کہ خضاب شوہر کے میلان کا سبب ہے اور یہ میلان باعث بنتا ہے کثرت نسل کا اور غیر زوجہ کی طرف میلان سے حفاظت کا، مہندی سے خضاب کرنا سنت ہے، منہدی کے علاوہ جس چیز سے زنیت حاصل ہو اس سے خضاب کرنے میں کوئی حرج نہیں جائز ہے، مسنون نہیں ہے۔

(وَیحرُمُ عَلیَ الرِّجَالِ، اور حرام ہے مردوں کے لئے) منہدی لگانا، اس لئے کہ اس میں مشابہت نساء ہے اور یہ حرام ہے اسی طرح عورتوں کے لئے کسی چیز میں مردوں کے ساتھ مشابہت کرنا حرام ہے (اِلاّلحاجَۃٍ، مگر حاجت کی بناپر) حرام نہیں جائز ہے، مجموع میں ہے: الا لحاجۃ التداوی ونحوہ (ص ٣٥٢ ج ١) مگر دوا وغیرہ کی حاجت ہوتو حرام نہیں جائز ہے (ایضا)

(وَیُکرَہُ نَتفُ الشَّیبِ، اور مکروہ ہے سفید بال نکالنا) آپ ﷺ نے سفید بال نکالنے سے منع کیا اور فرمایا کہ سفید بال مومن کا نور ہے (ایضا ص ٣٥١ ج ١) یہ حکم دونوں کے لئے ہے کہ مرد کے لئے داڑھی اور سرکے، اور عورت کے لئے سر کے سفید بال نکالنا، داڑھی تراشنا حرام ہے، وقال ابن الرفعۃ بان الشافعی نص فی الام علی التحریم، ابن رفعہ نے فرمایا امام شافعیؒ نے کتاب الام میں داڑھی کاٹنے کو حرام قرار دیا ہے، عورت کو اگر داڑھی آئے تو (اکھاڑنا اور) حلق کرنا مستحب ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ص٩١ ج٢) لو نبتت للمراۃ لِحیۃ استحب لھا نتفھاوِ حَلقھا لا نھا مثلۃ فی حقھا۔ (شرح مہذب ص ٤٢٢ ج ١) اگر عورت کو داڑھی آئے تو اکھاڑنا اور حلق کرنا مستحب ہے اس لئے کہ یہ عورت کے حق میں مثلہ ہے؛ یعنی بدصورتی۔

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ الوضوء)

(وضو کا بیان)

اصطلاحی اعتبار سے باب کتاب کے اس خاص مجموعہ کا نام ہے جو چند فصلوں اور مسائل پر مشتمل ہو، اور لغوی اعتبار سے باب نام ہے اس چیز کا جس کے ذریعہ دوسری چیز تک پہنچا جا سکے،(اقناع ص ١٥ ج ١)

وضو کہتے ہیں: اعضاء مخصوصہ میں پانی کے استعمال کو اور شرعی اعتبار سے وضو ان مخصوص افعال کا نام ہے جن کی ابتداء نیت سے ہوتی ہے۔(ایضا ص ٣٢ ج ١)

وضو کا راز

طہارت کے چار مراتب ہیں:

مرتبہ اول، ظاہر کو ناپاکیوں اور پلیدیوں سے پاک کرنا

مرتبہ دوم، اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں اور گناہوں سے بچانا،

مرتبہ سوم، دل کو اخلاق مذمومہ ورذائل سے صاف کرنا

مرتبہ چہارم، اپنے ضمیر کو ماسوائے اللہ سے صاف کرنا۔

پس جب تک انسان عقائد فاسدہ سے اپنے دل کو پاک وصاف نہ کرے تب تک وہ اِن احادیث نبوی **الطہور شطر الایمان و نصف الایمان** کا مصداق نہیں ہو سکتا کیونکہ ایمان کو دل سے تعلق ہے پس جب تک دل خباثتوں سے پاک نہ ہو جائے تب تک طہارت نامکمل ہے۔

یہ ایمان کے مقامات ہیں اور ہر ایک مقام کا ایک طبقہ ہے جو شخص ادنیٰ طبقہ سے نہ گذرے وہ اعلیٰ کو نہیں پہنچ سکتا، طہارت کے سِر کو کوئی نہیں پہنچ سکتا جب تک دل کو اخلاق مذمومہ سے پاک کر کے اخلاق محمودہ سے معمور نہ کرے اور اس مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا جب تک اعضاء کو گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے پاک کر کے عبادات و

طاعات الٰہیٰ سے معمور نہ کرے جو شخص محض اپنے اوقاتِ عزیزہ کو استنجاو شُست شوی دہن ودست و پا یعنی ہاتھ پیر منہ کا دھونا دھلانا درستی لباس وصفائی ظاہر و طلب آب جاری میں صرف کرتا اور اپنے باطن کی صفائی کا خیال نہیں رکھتا وہ وسوسہ شیطان و مرض مالیخولیا میں مبتلا ہے بلکہ طہارت ظاہر محض صفائی باطن کی دلالت کے لیے مقرر ہوئی ہے شُست و شوئے رُوو دست و پا تحریک دل کے لیے ہے، ہمارے تمام ظاہری اقوال وافعال حرکات و سکنات کا اثر ہمارے قلب پر بالضرور پڑ تا ہے، یا یوں کہو کہ جو کچھ ہمارے باطن میں مرکوز ہے حرکاتِ ظاہری ہی اس کی آیئنہ دار ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ظاہر ضروری نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ظاہر کے ساتھ باطن بھی ضروری ہے۔(احکام الاسلام عقل کی نظر میں)

مصنفؒ نے باب الوضو کی ابتداء فرائض سے کی اس لئے کہ یہ اہم ہیں اور باقی سب ان کے تابع ہیں۔

(فُرُوضُه سِتَّة: اَلنِّيَّةُ عِندَ غَسلِ الوَجهِ وَغَسلُ اليَدَينِ اِلیَ المِرفَقَينِ وَمَسحُ القَلِيلِ مِنَ الرَّاْسِ وَغَسلُ الرِّجلَينِ اِلیَ الكَعبَينِ وَالتَّرتِيبُ عَلیَ مَا ذَكَرنَاهُ، وضوء کے فرائض چھ ہیں:(۱) نیت کرنا چہرہ کو دھونے کے وقت (۲)اور چہرہ کا دھونا(۳)اور دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا (۴)اور سر کے کچھ حصہ کا مسح کرنا (۵)اور دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا(۶)اور ترتیب کا ہونا ہمارے ذکر کردہ طریقہ کے مطابق۔)

والواجب والفرض مترادفان۔عندالجمھور، جمہور کے نزدیک لفظ واجب اور فرض ہم معنیٰ ہے۔(تیسیرا لا صول ص ۱۲۰) واجب کہتے ہیں جس کے کرنے پر ثواب اور ترک پر سزا ہو۔واجب کو فرض بھی کہتے ہیں۔

واجب کی دو قسمیں ھیں: فرض عین، فرض کفایہ،

فرض عین کہتے ہیں وہ حکم جس کا کرنا ہر ایک پر ضروری ہو جیسے وضو نماز وغیرہ۔

فرض کفایہ کہتے ہیں وہ حکم جس کا کرنا ہر ایک پر ضروری نہ ہو بلکہ بعض کے کرنے سے سب کی طرف سے ادا ہو جائے اور اگر کوئی بھی نہ کرے تو سب گنہگار ہوں گے جیسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ(تیسیر الاصول ص ۱۲٤)

(وَسُنَنُه مَا عَدَا ذٰلِکَ، اور فرائض کے علاوہ وضو کی سنتیں ہیں)مصنف علیہ الرّحمہ نے اس طرح اِجمالاً بیان فرماکر اشارہ دیا کہ وضو کی سنتیں بہت سی ہیں، وہ سب اس اجمال کے تحت داخل ہیں، اور اجمالاً بیان کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تمام سنتوں کا تفصیلی ذکر حرج اور مشقت کا سبب نہ ہو۔

مصنف علیہ الرَّحمہ آگے کیفیتِ نیت کو بیان فرماتے ہیں:(فَیَنوِی المُتَوَضِّئُ رَفعَ الحَدَثِ، وضو کرنے والا حدث دور کرنے کی نیت کرے) وہ نیت اس طرح ہے نَوَیتُ رَفعَ الحَدَثِ ، میں وضوء کرتا ہوں حدث دور کرنے کے لئے، حدث سے مُراد حکمِ حدث ہے کیونکہ پیشاب وغیرہ کرنے کی وجہ سے اس پر جو حکم حدث لاحق ہوتا ہے وضو کی وجہ سے وہ دور ہوتا ہے(اَوِ الطِّهَارَةَ لَلصَّلاۃِ، یا نماز کے لئے طہارت کی) نیت کرے وہ نیت اس طرح ہے:نَوَیتُ الطِّھَارَةَ لَلصَّلاۃِ، میں نیت کرتا ہوں طہارت کی نماز کے لئے، اگر صرف طہارت کے بغیر وضو کی نیت کرے تو صحیح ہوگی وہ اس طرح: نَویتُ الوضُوءَ۔

(اَوْ لِاَمْرٍ لَا یُستَبَاحُ اِلاَّ بِالطِّھَارۃِ کَمَسِّ المُصحَفِ اوغیرِہ، یا)نیت کرے(اُس امر کی جو طہارت کے بغیر مباح نہیں ہوتا جیسے قرآن چھونے کے لئے یا اس کے علاوہ کے لئے) مثلاً سجدۂ تلاوت وشکر وغیرہ، نیت اس طرح کرے:اتَوَضَّأُ لِاستِبَاحَةِ مَسِ القُرانِ: میں وضو کرتا ہوں قرآن کا چھونا مباح ہونے کے لئے (اِلاَّ المُستَحَاضَةَ، وَمَن بِه سَلَسُ البَولِ وَمُتَیَمِّمًا، مگر مستحاضہ اور وہ شخص جس کو مسلسل پیشاب کے قطرے نکلنے کی بیماری ہو اور تیمم کرنے والا) یعنی ان معذور لوگوں میں سے کوئی بھی اگر مذکورہ بالا

نیتیں کرے تو کافی نہ ہوں گی بلکہ یہ نیت کرنا ضروری ہے جس کو مصنف علیہ الرّحمہ نے بیان فرمایا: (فَینوِی اِستِبَاحَۃَ فَرضِ الصّلاۃِ، نیت کرے اِستِباحتِ فرضِ صلاۃ کی) وہ نیت اس طرح ہے: نَوَیتُ اِستِبَاحۃَ فَرضِ الصَّلاَۃِ، میں وضوء کرتا ہوں فرض نماز مباح ہونے کیلئے، مستحاضہ اُس عورت کو کہتے ہیں جس کو ایامِ حیض و نفاس کے علاوہ خون آئے، جس کو پیشاب وغیرہ کے قطرے مسلسل نکلنے کی بیماری ہو ایسے شخص کو ہر فرض نماز کے لئے یہ عمل کرنا ضروری ہے، سب سے پہلے استنجاء کرے اور شرمگاہ دھو کر اس طرح پٹی باندھے کہ پیشاب کے قطرے نکلنے نہ پائیں [اگر اس کے باوجود نکل جائیں تو طہارت اور نماز باطل نہ ہو گی۔ لیکن پٹی باندھنے میں کوتاہی کی جس کی بنا پر پیشاب کے قطرے اگر نماز سے قبل نکل جائیں تو طہارت یعنی وضوء باطل ہو گا۔ اور اگر دورانِ نماز نکل جائیں تو نماز بھی باطل ہو گی] اس کے بعد وضو کر کے فوراً نماز پڑھے۔ البتہ اسبابِ نماز مثلاً گھر سے مسجد کی طرف جانے یا جماعت کا انتظار کرنے میں تاخیر ہو جائے تو وضو باطل نہ ہو گا۔ لیکن اسبابِ نماز کے علاوہ کسی سبب سے تاخیر ہو جائے تو وضو باطل ہو گا۔

مذکورہ عمل وقت نماز کے داخل ہونے کے بعد کرنا شرط ہے۔ **ان یاتی بھذہ الاعمال جمیعھا بعد دخول وقت الصَّلاَۃِ فَاِن فَعَلَھا قَبل دُخُول الوقت فَاِنھا تبطل** ذکر کردہ عمل وقتِ نماز کے داخل ہونے کے بعد کرنا شرط ہے اگر پہلے کرے تو باطل ہو گا۔ (اَلفقہ عَلیٰ المذاھب اَلاَربَعۃ ص ۱۰۴ ج۱) نیز مذکورہ عمل اور وضو کے اَعضَاء دھونے میں موالاۃ کا یعنی پے درپے ہونا شرط ہے (ص ۱۰۴ ج۱) مذکورہ معذور شخص کے لئے اس طرح نیت کرنا ضروری ہے: میں وضو کرتا ہوں نماز مباح ہونے کے لئے۔ **اِنَّ المَعذُورَ یَجِبُ عَلِیہِ ان یَنوِی بِوُضُوۃِ اِستِبَاحَۃَ الصَلوٰۃِ۔ وَذٰلِکَ اَنّہ فِی الواَقِعِ لَیسَ وُضُوءً حَقِیقیاً بَل ھُوَ مَنقُوضٌ بِمَایَنزِلُ مِن بَولٍ وَنَحوہُ** (ص ۱۰۴ ج۱) معذور شخص کے لئے ضروری ہے کہ وضو میں "استباحۃ الصلاۃ" یعنی نماز کے مباح ہونے کی نیت کرے اس وجہ سے کہ یہ حقیقی وضوء نہیں ہے بلکہ پیشاب وغیرہ کے قطروں کی وجہ سے وضو ٹوٹ چکا اور معذور سمجھتے ہوئے رخصت دی گئی ہے۔

مذکورہ معذور شخص ایک وضوسے ایک ہی فرض نماز پڑھ سکتاہے اور نفل جتنی چاہے۔ لاتصلی بطَهارة و احدةٍ اكثرمن فريضَة مؤ ادة كانت او مقضية ويجوز ان تصلی مَاشاءَ ت من النو افل تكثر (مهذب مع شرح مهذب ص ٥٤٠ ج٢) معذور شخص ایک وضوسے فرض نماز چاہے اداہو یا قضا ایک سے زائد نہیں پڑھ سکتا۔ اور نفل نمازیں چاہے جتنی ہو پڑھ سکتاہے۔ اس لئے کہ نوافل کی کثرت ہے۔ [مذکورہ معذور شخص تلاوت قرآن بھی کرسکتاہے۔]

جس شخص کو ریح خارج ہونے کی شکایت ہو اس کے لئے یہ عمل کرنا ضروری ہے۔ نماز کا وقت ہونے کے بعد استنجاء سے فارغ ہو کر وضو کرے اور نماز پڑھے اور اسکے لئے بقیہ وہی احکام ہیں جو سلسل البول والے کیلئے ذکر کئے گئے ہیں (الفقه علی المذاهب الاربعة ص ١٠١ ج١)

جس عورت کو سلسل البول کی بیماری ہو اس کو ہر فرض نماز کا وقت ہونے کے بعد یہ عمل فوراً کرنا ضروری ہے اگر نماز کا وقت ہونے سے پہلے کرے تو کیا ہوا عمل صحیح نہ ہو گا وہ عمل یہ ہے: سب سے پہلے استنجا کرے اور شرمگاہ دھو کر اس جگہ اس طرح کپڑا رکھے کہ پیشاب کے قطرے نکلنے نہ پائیں۔ (اگر اس کے باوجود نکل جائیں تو وضوء اور نماز باطل نہ ہو گی لیکن کپڑا رکھنے میں کوتاہی کی جس کی بنا پر پیشاب کے قطرے اگر نماز سے پہلے نکل جائیں تو وضو ٹوٹے گا اور اگر نماز کے دوران نکل جائیں تو نماز و وضو دونوں ٹوٹیں گے) اس کے بعد وضو کرکے فوراً نماز پڑھے البتہ نماز کے اسباب مثلاً ستر چھپانے کی وجہ سے دیر ہو جائے تو وضو نہ ٹوٹے گا لیکن نماز کے اسباب کے علاوہ کسی سبب سے دیر ہو جائے تو وضو ٹوٹے گا۔ مذکورہ عورت کے لئے وضو کرتے وقت اس طرح نیت کرنا ضروری ہے۔ میں وضوء کرتی ہوں نماز مباح ہونے کے لئے۔ اور وضو کرتے وقت اعضاء کو پے در پے دھونا شرط ہے۔ مذکورہ عورت ایک وضو سے ایک ہی فرض نماز پڑھ سکتی ہے اور نفل جتنی

چاہیے۔ استحاضہ کی صورت میں بھی یہ ہی مذکورہ احکام ہوں گے، جس عورت کو ریح خارج ہونے کی شکایت ہو اس کے لئے ہر فرض نماز کا وقت ہونے کے بعد یہ عمل فوراً کرنا ضروری ہے۔ استنجاء سے فارغ ہو کر وضوء کرے اور نماز پڑھے۔ اور اس کیلئے بقیہ وہی احکام ہیں جو سلسل البول والی کے لئے ذکر کئے گئے ہیں(بحوالجات مذکورہ)۔

(وَشَرطُه اَلنِّيَّةُ بِالقَلبِ، اور وضو کے لئے شرط ہے کہ نیت دل سے ہو) اس عبارت کے بجائے اگر مصنف اس طرح فرماتے: وشرطهاان النية ان تكون بالقلب، تو اولی اور اوضح ہوتا، شرط کہتے ہیں جس کے وجود پر حکم کا وجود موقوف ہو اور عدم سے حکم کا عدم لازم ہو(مبادیات فقه ص ۱۸)

(وَاَن تَقتَرِنَ بَغَسلِ اَوَّلِ جُزءٍ مِّنَ الوَجهِ اور) نیت کے لئے شرط ہے کہ (نیت ملی ہوئی ہو چہرہ کے اول حصہ کو دھونے کے ساتھ) اگر آگے پیچھے ہوئی تو نیت صحیح نہ ہو گی لہذا وضو صحیح نہیں ہو گا تو نماز بھی صحیح نہ ہو گی۔(وَيُندَبُ اَن يَتَلَفَّظَ بِهَا وَاَن تَكُونَ من اَوَّلِ الوُضُوءِ اور مستحب ہے) متوضی کے لئے (کہ نیت لفظاً ادا کرے اور) مستحب ہے (کہ نیت وضو کے شروع میں ہو) یعنی ہاتھوں کو پہنچوں تک دھونے کی ابتداء کرتے وقت، تاکہ چہرہ دھونے سے قبل تمام سنن مطلوبہ کا ثواب حاصل ہو جائے اور اگر یہ سنتیں نیت سے خالی ہو یعنی نیت نہ کی تو ثواب حاصل نہ ہو گا، اور اگر وضو کے شروع میں فرض وضو کی نیت نہ کرے تو مستحب ہے کہ یہ نیت اس طرح کرے:نَوَيتُ سَنَنَ الوُضُوءِ؛ میں نیت کرتا ہول وضو کے سنتوں کی، پھر چہرہ دھوتے وقت پیچھے ذکر کی ہوئی نیتوں میں سے کوئی نیت کرے(وَيَجِبُ اِستِصحَابُهَا اِلیٰ غَسلِ اَوَّلِ الوَجهِ، اور واجب ہے) متوضی پر (چہرہ کے اول حصہ کو دھونے تک نیت برقرار رکھنا) یعنی ابتداء وضو کی نیت، نیت واجبہ کی طرف سے کافی ہونے کیلئے یہ ضروری ہیکہ ابتداء وضو میں جب رفع حدث کی نیت کرے تو اس کو چہرہ کے اول حصہ کو دھونے تک باقی رکھے۔

(فَاِن اِقتَصَرَ عَلیَ النِیۃ عندَ غَسلِ الوَجہِ کَفی، اگر) متوضی (اقتصار کرے نیت پر چہرہ دھوتے وقت توکافی ہوگا) اس لئے کہ فرض وضو حاصل ہوگیا۔

(لٰکِنْ لاَیُثَابُ عَلیَ ماقَبلَہُ مِن مَضمَضَۃٍ وَاِستِنْشَاقٍ وغَسلِ کفٍ، لیکن ثواب نہیں دیا جائے گا چہرہ دھونے سے قبل والے فعل مضمضہ استنشاق اور ہتھیلیاں دھونے پر) نیت سے خالی رہنے کی بناپر، مضمضہ یعنی منہ میں پانی ڈال کر اس کو حرکت دینا استنشاق یعنی داخل انف تک پانی پہنچانا اور سانس سے کھینچنا (وَیندَبُ اَن تُسَمِّی اللہَ تعالیٰ، اور مستحب ہے کہ) وضو کے شروع میں (اللہ تعالیٰ کا نام لے) اس کی اقل مقدار بسم اللہ ہے اور اکمل بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے اس سے قبل تعوذ پڑھنا سنت ہے (وَاَن یَغسِلَ کَفَّیہِ ثَلاَثاً) اور مستحب ہے کہ (ہتھیلیاں تین بار دھوئے) پہنچوں تک حدیث شیخین کی بناپر، جس طرح ہتھیلیاں دھونا سنت ہے اسی طرح ان کو تین بار دھونا یہ بھی ایک مستقل سنت ہے۔ (فَاِن تَرَکَ التسمِیَۃَ عَمَداًاَو سَھُواً اَتیَ بِھَافِیْ اَثنَائِہٖ، اگر بسم اللہ الخ کو ترک کردے جان بوجھ کر یا بھول کر تو دوران وضو) یاد آنے پر (اس کو پڑھ لے) تاکہ مافوت کا تدارک ہوجائے الفاظ یہ پڑھے: بِسمِ اللہِ اَوَّلَہُ و آخرَہُ، اور اگر وضو کے بعد یاد آئے تو نہ پڑھے کیونکہ اس کا محل فوت ہوگیا (فَاِن شکَّ فِی نَجاَسَۃِ یَدِہٖ کُرِہَ غَمسُھَافی دُونِ القُلَّتَینِ قَبلَ غَسلِھَاثَلاَثَا، اگر ہاتھ کی ناپاکی میں شک ہو تو قلتین سے کم پانی میں ڈبونا تین بار دھونے سے قبل مکروہ ہے) کیونکہ حقیقت میں اگر ہاتھ ناپاک ہوگا تو قلتین سے کم پانی ناپاک ہوگا، اور ایک دوبار نہیں بلکہ تین بار ہاتھ دھونے سے ہی کراہت دور ہوگی، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" آدمی اپنے ہاتھوں کو تین بار دھونے سے قبل برتن میں نہ ڈبائے" اگر ہاتھ کی ناپاکی کا یقین ہو تو ڈبونا مکروہ تحریمی ہے، چونکہ پانی اگر قلتین سے کم ہو تو ناپاک ہوگا اور اگر ہاتھ کی پاکی کا یقین ہو تو ڈبونا مکروہ تنزیہی نہیں ہے لیکن پھر بھی دھوکر ڈبونا مستحب ہے، (کفایۃ الاخیار ص ۲۱ ج ۱) ہاتھ دھونے سے مراد پہنچوں تک دھونا ہے۔

(ثُمَّ یستاک و یَتَمَضْمَضُ وَیَسْتَنْشِقُ ثَلاَثًا بِثَلاَثِ غُرُفَاتٍ فَیَتَمَضْمَضُ مِنْ غَرْ فَةٍ ثُمَّ یَسْتَنْشِقُ ثُمَّ یَتَمَضْمَضُ مِنْ اُخْرٰی ثُمَّ یَسْتَنْشِقُ ثُمَّ یَتَمَضْمَضُ مِنَ الثَّالِثَةِ ثُمَّ یَسْتَنْشِقُ، پھر مسواک کرے) ہاتھ دھونے کے بعد، مسواک کی سنت کو اس وجہ سے بیان کیا کہ یہ وضو میں داخل سنتوں میں سے ہے (اور) سنت ہے کہ (مضمضہ اور استنشاق تین تین بار کرے تین چلو سے) اس طرح سے کہ (مضمضہ کرے ایک چلو سے پھر اسی چلو سے استنشاق کرے پھر دوسرے چلو سے مضمضہ کرے پھر اسی سے استنشاق کرے پھر تیسرے چلو سے مضمضہ کرے پھر اسی سے استنشاق کرے) یہ طریقہ افضل ہے، ورنہ اصل سنت اس طریقہ سے حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ یہ:۔ ایک چلو سے تین بار مضمضہ کرے پھر اسی سے تین بار استنشاق کرے یا مضمضہ کرے چلو سے پھر استنشاق پھر اسی چلو سے مضمضہ واستنشاق کرے پھر تیسری بار اسی چلو سے مضمضہ واستنشاق کرے، اصل سنت صرف مضمضہ یعنی منہ میں پانی ڈالنے سے حاصل ہو جاتی ہے اگر چہ پانی کو حرکت نہ دے اسی طرح صرف استنشاق یعنی ناک میں پانی پہنچانے سے حاصل ہو جاتی ہے (اقناع مع الفاظ ابی شجاع ص ۴۱ ج ۱)

(وَیبَا لِغُ فیھِمَا اِلاَّ اَن یَکُونَ صَا ئماً فَیر فِقُ، اور) مستحب ہے کہ (مضمضہ واسْتَنْشَاق میں مبالغہ کرے مگر متوضی روزہ دار ہو تو مبالغہ نہ کرے) یعنی مضمضہ اور استنشاق روزہ دار کے لئے بھی مستحب ہے لیکن مبالغہ سے کرنا مکروہ ہے، اگر مبالغہ سے کلی یا استنشاق کرتے وقت پانی سر یا پیٹ میں چلا جائے تو روزہ باطل ہو گا اس لئے کہ آپ ﷺ نے روزہ دار کے لئے مضمضہ اور استنشاق میں مبالغہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور اگر بِلا مبالغہ چلا جائے تو روزہ باطل نہیں ہو گا کیونکہ اس صورت میں غیر اختیاری حالت سے چلا جانا ہے جو روزہ کو باطل نہیں کرتا، لا یبطل لانہ وصل الی جوفہ بخیر اختیارہ فلم یبطل صومہ: روزہ کو باطل نہ قرار دینا اس بنا پر ہے کہ اس کے پیٹ میں چلا جانا غیر

اختیاری حالت سے ہے۔ (مهذب مع شرح مهذب ص۳۲٦ج٦) اور مضمضۂ مشروع [یعنی بلا مبالغہ مضمضہ اور استنشاق کرنے کے حکم میں روزہ دار بھی داخل ہے] سے بھی چلا جاتا ہے، جو روزہ کو باطل نہیں کرتا۔ ان سبق ماء نحو المضمضة المشروع الخ لا یفطر لانه متولد من ما مور به (فتح المعين مع اعانة ص ٢٤٧ج٢) اگر پانی مضمضہ مشروع سے سر یا پیٹ میں چلا جائے تو روزہ باطل نہیں ہوتا چونکہ یہ ماموربہ سے یعنی ایسے امر سے جس کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے وجود میں آیا ہے۔

چہرہ دھونا

(ثُمَ یغْسِلُ وَ جهَهُ ثَلاثاً وَ هُوَ مَا بَینَ مَنَابِتِ شَعْرِ الرّاسِ فِی العَادةِ اِلیَ الذَّقَنِ طُوْلاً وَمِنَ الا ذُنِ اِلی الاُ ذُنِ عُر ضاً فَمِنهُ مَو ضِعُ الغَمَمِ وَهوَ مَا تحتَ الشَعرِ الّذیْ عَمَّ الجَبهَةَ اَو بَعضَهاَ، پھر تین بار چہرہ دھوئے) یہ تثلیث فرض نہیں بلکہ سنت ہے فرض ایک بار دھونا ہے (اور چہرہ سر کے بال عادۃً اگنے کی جگہ سے لیکر ٹھوڑی تک لمبائی کے اعتبار سے اور ایک کان سے دوسرے کان تک چوڑائی کے اعتبار سے) یہ حد وجوبی ہے اسی طرح (چہرہ کا جزء غمم کی جگہ اور غمم کہتے ہیں ان بالوں کے نیچے کا حصہ جو بال پوری پیشانی یا اس کے بعض حصہ پر ہیں) یہ پیشانی کا پورا یا بعض حصہ دھونا واجب اس لئے ہے کہ پیشانی چہرہ کے حد میں داخل ہے اور اس لئے کہ عموماً بال اگنے کی جگہ سے یہ بال تجاوز کئے ہوئے ہیں۔

(وَیَجِبُ غَسلُ شعُو رِ الوَجهِ کُلِّهَا ظَاهِرِ هَا وَبَاطِنِهَا وَ البَشْرَةِ تَحتِهَا خَفِیفَةً کَا نَت اَو کَثِیفَةً کَا لحَا جِبِ وَالشَّارِبِ وَ العَنفَقَةِ وَالعِذَ ارِ وَ الهُدبِ وَشَعرِ الخَدِّ اِلاَّ اللِّحیَةَ وَ العاَ رِ ضَیْنِ فَاِ نَّهُ یَجِبُ غُسلُ ظَا هِرِ هِمَا وَ بَا طِنِهِمَا وَ البَشرَةِ تَحتَهُمَا ، عِندَ الخِفَّةِ فَظَاهِرُ هُمَا فقط عندَ الکَثَافَةَ، اور واجب ہے چہرہ کے تمام بالوں کے ظاہر و باطن کو دھونا اور ان بالوں کے نیچے کی چمڑی کا دھونا چاہے بال کم ہوں یا گھنے جیسے بھویں اور مونچھ اور ریش بچہ اور وہ بال جو دو کانوں کے مقابل ہے اور پلکیں اور رخسار کے بال مگر داڑھی اور

دونوں رخساروں کے بالوں کے ظاہر و باطن کو دھونا واجب ہے اور ان دونوں کے بالوں کے نیچے کی چمڑی کو دھونا واجب ہے بشرطیکہ بال کم ہوں، گھنے ہوں تو ان بالوں کے صرف ظاہر کو دھونا واجب ہے) داڑھی کے گھنی ہونے نہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ بات کرتے وقت اگر داڑھی کے نیچے کی جلد نظر آئے تو اسے خفیف ورنہ کثیف یعنی گھنی سمجھی جائے گی ،یہی حکم ہوگا دونوں رخساروں کے بال کا،**الصحیح ان الخفیف ماتری البشرۃ تحتہ فی مجلس التخاطب والکثیف مایمنع الرویۃ**(کفایۃ الاخیار ص ۱۹ ج۱)

(**لٰكِنْ يُندَبُ التَّخْلِيْلُ حِينَئذٍوَيجبُ افاضةُ الماءعلى ظاهر النازل من اللِحْيةعن الذَّقْنِ ويَجِب غَسلُ جُزْءٍمِنَ الرَّأسِ وسَائِرِ مَايُحِيطُ بِالوَجْهَ لِيتَحقَّقَ كمَالُه**، لیکن خلال کرنا مستحب ہے بال گھنے ہونے کی صورت میں اور) متوضی پر (ٹھوڑی سے نیچے کے داڑھی کے بالوں پر پانی بہانا واجب ہے، سر اور چہرے کو گھیرے ہوئے تمام اعضاء کے کچھ حصہ کا دھونا واجب ہے تاکہ مکمل چہرہ دھونا متحقق ہو جائے) جیسا کہ فقہی قاعدہ ہے کہ **ما لا یتم الواجب الا بہ فھو واجب** (فیض) یعنی جس کے بغیر واجب کی تکمیل نہ ہوتی ہو اس کا کرنا واجب ہوتا ہے (**وسُنَّ اَنْ يُخَلِّلَ اللِّحْيَةَ مِنْ اَسفَلِهَا بِمَاءٍ جديدٍ**، اور سنت ہے کہ گھنی داڑھی کے نچلے حصے کا خلال کرے نئے پانی سے) اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ چلو پانی لے اور انگلیوں کو داڑھی کے نیچے سے بالوں میں داخل کرے۔

دونوں ہاتھ دھونا

(**ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَيْهِ مَعَ مرفقيه ثلاثا**، پھر دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت تین بار دھوئے) یہ تثلیث فرض نہیں بلکہ سنت ہے فرض ایک بار دھونا ہے، کہنیاں فرض کے حد میں داخل ہیں اس لئے کہ فرض کی ابتداء انگلیوں کے سرے سے لیکر کہنی سمیت ہے، (**فان قطعت من الساعد وجب غسل الباقی**، اگر ہاتھ کہنی سے لیکر بیچ کی انگلی کے سرے تک کے درمیانی کسی حصہ سے کٹ جائے تو باقی فرض حصہ دھونا واجب ہے) چونکہ مقطوع

حصہ سے بقیہ فرض حصہ کا دھونا ساقط نہیں ہوتا جیسا کہ فقہی قاعدہ ہے: **المیسور لا یسقط بالمعسور**، یعنی فرض کی مقدار سے کچھ حصہ قطع ہو تو بقیہ فرض حصہ کا دھونا ساقط نہیں ہوتا(اقناع فی حل الفاظ ابی شجاع ص ۵۰ ج ۱) (**اَوْ مِنْ مِفْصَلِ الْمِرْفَقِ لَزِمَه غَسْلُ رَأْسِ الْعَضُدِ**، یا ہاتھ کہنی کے جوڑ سے کٹ جائے تو متوضی پر لازم ہے بازو کا سرا دھونا) اس لئے کہ یہ کہنی کا ہی ایک حصہ ہے، راس العضد یعنی بازو کا باقی ماندہ سرا جہاں سے کہنی کی آخری حد ختم ہو جاتی ہے، (**اَوْ مِنَ الْعَضُدِ نَدِبَ غَسْلُ بَاقِيه**، یا ہاتھ بازوں سے کٹ جائے تو باقی حصہ کا دھونا مستحب ہے) تاکہ عضو طہارت سے خالی نہ رہے اور **تحجیل** پر محافظت کی وجہ سے۔

سر کا مسح

(**ثُمَّ يَمْسَحُ رَأْسَه فَيَبْدَأُ بِمُقَدَّمِ رَأْسِه**، پھر متوضی اپنے سر کا مسح کرے) اور افضل یہ ہے کہ (سر کے اگلے حصہ سے مسح کی ابتداء کرے) ورنہ سر کے کسی بھی حصہ کا مسح کرنے سے فرض ادا ہو گا، (**فَيَذْهَبُ بِيَدَيْهِ اِلٰى قَفَاهُ ثُمَّ يَرُدُّهُمَا اِلَى الْمَكَانِ الَّذِىْ بَدَاَ مِنْه يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلَاثًا**، اور اپنے دونوں ہاتھ گدی تک لے جائے پھر واپس لائے اس جگہ تک جہاں سے مسح کی ابتداء کی تھی) یعنی مقدم راس، (اس طرح تین بار کرے) اس وجہ سے کہ آپ ﷺ نے وضو کیا جس میں اپنے سر کا مسح تین بار کیا۔

(**فَاِنْ كَانَ اَقْرَعَ اَوْ مَا نَبَتَ شَعْرُهُ اَوْ كَانَ طَوِيْلاً اَوْ مَضْفُوْرًا لَمْ يَنْدُبِ الرَّدُّ**، اگر متوضی گنجا) بغیر بال والا (ہو یا گنجا نہ ہو لیکن اس کو بال نہ آئیں ہوں یا آئیں ہوں لیکن لمبے ہوں یا وہ بال بندھیں ہوئے ہوں) جیسا کہ عورتیں بالوں کی چوٹی وغیرہ بناتی ہیں (تو دونوں ہاتھ واپس ابتداء مسح کی جگہ لانا مستحب نہیں ہے) اگر اس کے باوجود رد کرے تو رد شمار نہ ہو گا، مسح اس طرح کرنا افضل ہے: دونوں انگوٹھے کنپٹیوں پر رکھے اور دونوں

ہاتھوں کے شہادت کی انگلیاں آپس میں ملا کر سر کے آگے سے پیچھے گدی تک لیجائیں، (ایضا ص ٤٦ ج ١) پھر رد سے متعلق مذکورہ تفصیل پر عمل کرے (فَلَوْ وَضَعَ يَدَهُ بِلَا مَدٍّ بِحَيْثُ بَلَّ مَا يَنْطَلِقُ عَلَيْهِ الْاسم وَهُوَ بَعْضُ شَعْرَةٍ لَمْ تَخْرُجْ بِالْمَدِّ عَنْ حَدِّ الرَّأْسِ، اگر سر پر اپنا تر ہاتھ رکھے، پھیرے بغیر، اس طرح کہ تر ہو جائے اتنا حصہ جس پر مسح کا نام صادق آئے اور وہ بال کا وہ بعض حصہ ہے جو دراز کرنے سے سر کی حد سے نہ نکلے) اگر نکلے تو یہ مسح کافی نہ ہوگا کیونکہ اس کو سر نہیں کہتے، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وامسحوا برؤسکم (سورۃ مائدہ آیت نمبر ۲) اور اپنے سروں کا مسح کرو (اَوْ قَطَرَ وَلَمْ يَسَلْ اَوْ غَسَلَهُ كَفٰى، یا پانی کا قطرہ ٹپکائے اگرچہ بہے نہیں یا سر کے بال کو دھوئے تو کافی ہے) یعنی مصنف علیہ الرحمہ کی عبارت: "فلو وضع یدہ" سے لیکر "اوغسلہ" تک کی تینوں صورتوں کا مسح کافی ہے (فان شق نزع عمامته کمل علیها بعد مسح ما یجب، اگر عمامہ کو نکالنا مشکل ہو تو مسح کی تکمیل عمامہ پر کرلے واجب مسح کرنے کے بعد) تاکہ فرض مسح کی تکمیل ہو جائے، اگر عمامہ کو نکالنا مشکل نہ ہو اور پھر بھی رکھ کر مسح کرے تو کوئی حرج نہیں جائز ہے اس لئے کہ مشقت قید نہیں اور یہ تکمیل ہو جائے گی، عمامہ کے مانند جو چیز ہوگی اس کا بھی یہ ہی حکم ہوگا۔

کانوں کا مسح

(ثُمَّ يَمْسَحُ اُذُنَيْهِ ظَاهِراً وَبَاطِناً بِمَاءٍ جَدِيْدٍ ثَلَاثاً، پھر اپنے کانوں کے ظاہر و باطن کا مسح نئے پانی سے کرے تین بار) یہ سنت ہے مصنفؒ اگر اس طرح فرماتے: "وسن مسح الاذنین ظاهرهما و باطنهما" تو اوضح اور اولی ہوتا، ظاہر کان کے باہر والے حصہ کو کہتے ہیں جو سر کی طرف ہے اور باطن اندر والے حصہ کو کہتے ہیں جو چہرہ کی طرف ہے، (ثُمَّ صِمَا خَيْهِ بِمَاءٍ جَدِيْدٍ ثَلَاثًا فَيُدْخِلُ خَنْصَرَيْهِ فِيْهِمَا، پھر

اپنے کانوں کے سوراخوں کا مسح نئے پانی سے تین بار کرے اس طرح کہ اپنی سب سے چھوٹی دو انگلیاں سوراخوں میں داخل کریں) شارح فرماتے ہیں مصنف کی عبارت سے سوراخوں کا مسح دوسری مستقل سنت معلوم ہوتی ہے لیکن دیگر فقہاء نے کانوں اور سوراخوں ان دونوں کے مسح کو ملا کر ایک ہی سنت کہا ہے اور کانوں کے مسح کا طریقہ اس طرح بتلایا ہیکہ: انگوٹھا اور شہادت کی انگلی تر کر کے شہادت کی انگلی کان کے اندر گھمائے اور انگوٹھا کان کے باہر والے حصہ پر گھمائے۔

دونوں پاؤں دھونا

(ثُمَّ یَغسِلُ رِجلَیهِ مَعَ کَعبَیهِ ثَلاثاً، پھر اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت تین بار دھوئے) یہ تثلیث فرض نہیں بلکہ سنت ہے فرض ایک بار دھونا ہے، دلیل اللہ کا فرمان ہے: وَاَرجُلِکُمْ اِلیَ الکَعبَینِ (سورۂ مائدہ آیت نمبر ٦) اور (دھوؤ) اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت۔

(فَلَو شَکَّ فِی تَثْلِیثِ عُضْوٍ، اگر کسی عضو کو تین بار دھونے میں شک ہو جائے) یعنی تین بار دھویا یا دوبار وغیرہ چاہے یہ شک اعضاء واجبہ کے بارے میں ہو یا مندوبہ کے کوئی فرق نہیں (اَخَذَبِالْاَقَلِّ فَیُکَمِّلُ ثَلَاثًا یَقِیْنًا وَیُقَدِّمُ الْیُمْنٰی مِنْ یَدٍ وَرِجْلٍ، تو کم کو لے اور تین کا عدد یقینی کرلے اور) سنت ہے کہ (دائیں ہاتھ اور پاؤں کو مقدم کرے) بائیں ہاتھ اور پاؤں پر، وضو کی طرح ہر امرِ شریف میں دائیں کو مقدم کرے اس لئے کہ آپ ﷺ تیامن کو پسند فرماتے تھے (لَا کَفٍّ وَخَدٍّ وَاُذُنٍ نہ کہ ہتھیلی رخسار اور کان) یعنی دائیں ہتھیلی، رخسار اور کان کو ان کے بائیں پر مقدم نہیں کرینگے۔

(فَیُطَهِّرُ هُمَا دَفْعَةً، ان میں سے ہر ایک کے دو عضوء کو بیک وقت دھویا جائے گا) سہولت کی بناء پر (وَیُطِیْلُ الْغُرَّةَ بِاَنْ یَغْسِلَ مَعَ وَجْهِهِ مِنْ رَاْسِهِ وَعُنُقِهِ زَائِدًا عَنِ

الْفَرْضِ وَالتَّحْجِيْلِ بِاَنْ يَغْسِلَ فَوْقَ مِرْفَقَيْهِ وَكَعْبَيْهِ وَغَايَته اِسْتِيْعَابُ الْعُضُدِ وَالسَّاقِ، اور) سنت ہے کہ (غرہ کو لمبا کرے) آگے غرہ کی تفصیل بتلاتے ہیں، (اس طرح کہ چہرہ کے ساتھ سر کے کچھ بال اور گردن کا کچھ حصہ دھوئے جو زائد ہو فرض سے اور) سنت ہے کہ (تحجیل کو لمبا کرے) آگے تحجیل کی تفصیل بتلا رہے ہیں، (اس طرح کہ اپنی کہنیوں اور ٹخنوں سے زائد حصہ دھوئے اور تحجیل کی غایت کہنی کے اوپر سے کندھے تک کے درمیانی حصہ کو اور پنڈلی کو مکمل دھونا) حدیث شیخین کی بناء پر۔

(وَيُوَالِي الْاَعْضَاءَ، اور) مستحب ہے (اعضاء کو پے درپے دھونا) یعنی ایک عضوء خشک ہونے سے قبل دوسرے کو دھونا، چاہے اعضاء واجبہ ہو یا مندوبہ۔

(فَاِنْ فَرَّقَ وَلَوْ طَوِيْلًا صَحَّ بِغَيْرِ تَجْدِيْدِ نِيَّةٍ، اگر اعضاء وضو دھونے میں تفریق کی اگرچہ طویل) یعنی ایک عضوء کے بعد دوسرا عضوء تاخیر سے دھوئے (تو وضو صحیح ہوگا تجدید نیت کے بغیر) کیونکہ ایک عضو کے بعد دوسرا عضوء تاخیر سے دھونا نیت کو منقطع نہیں کرتا لیکن اعضاء کو پے درپے دھونے کی استحبابیت فوت ہوگی۔

(وَيَقُوْلُ بعدَ فَرَاغِهِ، اور وضو سے فارغ ہونے کے بعد کہے: اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین واجعلنی من عبادک الصالحین سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوبُ الیک) یہ کہنا سنت ہے۔

اختتام وضو پر دعاء توبہ پڑھنے کا راز

وضوء میں جتنے اعضاء دھوئے جاتے ہیں اتنی قسم کے گناہوں کو ترک کرنے کی طرف ایماء اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کی صورت اور صفائی ظاہر وباطن کی استدعاء اور زبانِ حال کی دعا ہے اور اس کے بعد دعاء توبہ کو زبانِ قال سے پڑھنا رحمتِ الٰہی کو کھینچنے کے لئے بہت ہی مناسب ومؤکد مدعاء ہے کیونکہ جب انسان کا ظاہر پانی سے پاک ہوجاتا

ہے تو یہ اس کی فطرت کا تقاضا ہے کہ اس کا دل بھی اسی طرح پاک وصاف ہو جائے مگر وہا ں تو دستِ قدرتِ الٰہی کے سوا کسی اور کی دسترس نہیں ہو سکتی اس لئے اس مقصد کے حصول کے لئے اسی کے آگے دستِ سوال پھیلایا جاتا ہے: **اللھم اجعلنی من التوا بین و اجعلنی مِن المُتطھرین**، ترجمہ: اے اللہ مجھے تائبین اور پاکیزہ دلوں کے گروہ میں کیجئے،
(احکام الاسلام عقل کی نظر میں)
(**وَلِلَا عْضَاءِ اَدْ عِیَۃٌ تُقَالُ عِنْدَ هَا لَا اَصْلَ لَهَا**، اور اعضاء وضوء کے لئے دعائیں ہیں جو اعضا دھوتے وقت پڑھی جاتی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے) سنت میں۔

وضوء کے آداب

(**وَ آدَا بُه**، اور وضو کے آداب) یہ ادب کی جمع ہے اور ادب کہتے ہیں ان امور کو جو بطور استحباب مطلوب ہوتے ہیں۔ ادب اور سنت ہم معنی ہیں۔ آداب بہت سارے ہیں ان میں سے جن کو مصنف نے ذکر فرمایا ہے وہ یہ ہیں: (**اِستِقبَا لُ القِبلَۃ**، وضو کے وقت قبلہ کی طرف رخ کرے) اس لئے کہ قبلہ اشرف الجھات ہے خصوصا عبادت کے وقت جبکہ عبادت استقبالِ قبلہ پر موقوف نہ ہو جیسا کہ اس مسئلہ میں وضو کرنا استقبالِ قبلہ پر موقوف نہیں ہے بلکہ آداب میں سے ہے۔

(**وَلاَ یَتَکَلَّمُ لِغَیْرِ حَا جَۃٍ**، اور بنا حاجت بات نہ کرے) اس لئے کہ وضو کرنا عبادت ہے اور اس وقت بات کرنا مناسب نہیں [یعنی خلاف مستحب ہے] (**وَیَبْدَ أُبِاَعلَی وَجْھِہ**، اور چہرہ دھوتے وقت اعلی حصہ سے ابتداء کرے) اس لئے کہ اعلی حصہ مشتمل ہے محل سجود پر اور یہ اشرف ہے محل سجود کے علاوہ سے (**وَلاَ یلطِمہُ بِالمَاءِ**، اور پانی کو چہرہ پر نہ مارے) نقصان کا اندیشہ ہونے کی وجہ سے (**فَاِن صَبَّ عَلیہِ غَیرُہ بَدَ ابِمِر فَقَیہِ وَ کَعبَیہِ وَاِنْ صَبَّ عَلیَ نَفسِہ بَدَ اَبِاَصا بِعِہٖ**، اگر کسی کے اعضاء وضو پر دوسرا آدمی پانی ڈالتا ہو تو ہاتھوں کو دھوتے وقت اس کی کہنیوں سے اور پاؤں کے وقت اس کے ٹخنوں سے

ابتداء کرے اور اگر کوئی خود اپنے اعضاء پر پانی ڈالتا ہو تو ہاتھ ، پاؤں کی انگلیوں سے ابتدا کرے) یہ بھی آداب میں داخل ہے (وَيَتعَهَّدُ اَمَاقَى عَينَيهِ، اور اپنی دونوں آنکھوں کے گوشوں کا خیال رکھے) یہ سنت ہے اس لئے کہ اس میں پانی پہنچانے سے اس کے اوپر جو چیز محل واجب کی طرف پانی پہنچانے کیلئے مانع ہو وہ دور ہوتی ہے، اگر گوشہ پر کسی چیز کے ہونے کی وجہ سے محل واجب کی طرف پانی کا پہنچنا ممکن نہ ہو تو اس مانع چیز کو دور کرنا ضروری ہے، جیسا کہ اقناع میں ہے: **اماماق العين فيغسل بلا خلاف فان كان عليه ما يمنع وصول الماء الى المحل الواجب كالرماص وجبت ازالته وغسل ماتحته** (ص ۳۷ ج ۱) بہر حال آنکھ کا گوشہ اس کو دھویا جائے گا اس میں کوئی اختلاف نہیں اگر اس پر کوئی ایسی چیز ہو جو مانع ہو محل واجب کی طرف پانی پہنچنے سے جیسے آنکھ سے نکلنے والی چیز تو واجب ہوتا ہے اس کو دور کرنا اور اس کے ماتحت (یعنی محل واجب) کو دھونا، ماق نام ہے آنکھ کے ناک سے ملے حصہ کا، اسی طرح دوسرا حصہ جو کنپٹی کی طرف ہے اس کے بھی یہ ہی مذکورہ احکام ہوں گے۔

منہ، ناک اور آنکھ کے اندر کا حصہ چہرہ میں داخل نہیں ہے، اقناع میں ہے: **وخرج بظاهره داخل الفم والانف والعين فانه لا يجب غسل ذلك قطعا وان انفتحا بقطع جفن اوشفة لان ذلك فى حكم الباطن** (ص ۳۷ ج ۱) **ظاہر** کی قید سے منہ، ناک اور آنکھ کا اندرونی حصہ نکل گیا، اس کا دھونا واجب نہیں اگر چہ پلک یا ہونٹ کے کٹنے سے کھل جائے اسلئے کہ یہ باطن کے حکم میں ہے۔

(**وَعَقِبَيْهِ وَنَحوَ هُما مِمَّا يَخافُ اِغفَا لَهُ سِيَّمَا فى الشِّتَاءِ**، اور اپنی ایڑیوں کا خیال رکھے اور ان کے مانند چیزوں کا جن کے ترک کا اندیشہ ہو خصوصا سردی کے موسم میں) جبکہ پانی ٹھنڈا ہو، یہ سنت ہے اس لئے کہ اس میں پانی پہنچانے سے اس کے اوپر جو چیز محل واجب کی طرف پانی پہنچانے کے لئے مانع ہو وہ دور ہوتی ہے، اگر ایڑیوں کے پھٹن

پر کسی چیز کے ہونے کی وجہ سے محل واجب کی طرف پانی کا پہنچنا مانع ہو تو اس مانع چیز کو دور کرنا ضروری ہے، شارح فرماتے ہیں: **فیبا لغ فی غسلھما با یصال الماء الی ماتحت الشقوق، و اللیات التی تو جدفی العقب و ازالة ما علیھما من وسخ یمنع ایصال الماء الی البشرة** (فیض ص ۳٤ ج۱) ایڑیوں کے دھونے میں مبالغہ کرے اس طرح کہ ایڑیوں میں پائی جانے والی پھٹن کے اور جھڑیاں کے نیچے تک پانی پہنچائے [جھڑیاں یعنی جیسے بوڑھے آدمی کی جلد لٹک جاتی ہے اور جھڑیاں پر جاتی ہیں] اور وہاں پائے جانے والے میل کچیل کا ازالہ کرے [اس میں مہندی بھی داخل ہے] جو پانی کے چمڑی تک پہنچنے سے مانع ہو، منہدی کا رنگ مانع نہیں ہو تا لہذا اس کے ہوتے ہوئے وضو صحیح ہو گا، اقناع میں ہے:

ولا اثر لدھن ذائب ولون نحو حناء (ص٤١ ج۱) سیال تیل اور مہندی جیسی چیز کے رنگ کا کوئی اثر نہیں۔

لیکن آج کل "کلر" کی ایک قسم آئیل پینٹ ہے یہ اگر ایڑی یا فرض اعضاء وضو میں سے کسی اور حصہ پر لگ جائے تو اس کو دور کرنا ضروری ہے کیونکہ وہ مانع ہوتا ہے پانی کو چمڑی تک پہنچنے سے لہذا اس کے مانند کلر اور اس جیسی جو چیز ہو مثلاً گھول نامی مچھلی کا چھلکا متصل ہو جائے تو یہ سب شارح کی مذکوہ عبارت **و ازالة ما علیھما الخ** کے تحت داخل ہوتے ہیں لہذا ان سب مانع چیزوں کو دور کرنا ضروری ہے ورنہ وضو نہ ہو گا، (**وَیُحرِّکُ خَاتَماً لِیَدخُلَ المَاءُ تَحتهُ**، اور انگوٹھی کو حرکت دے تا کہ پانی انگوٹھی کے نیچے داخل ہو) یہ اس صورت میں ہے جبکہ پانی انگوٹھی کے نیچے حرکت دئے بغیر داخل ہوتا ہو اور اگر حرکت دئے بغیر داخل نہ ہوتا ہو تو حرکت دینا واجب ہے۔

(**وَیخَلِّلُ اَصَا بِعَ رِجلَیهِ بَخِنصَرِ یَدِ ہِ الیُسرٰی**، اور اپنے دونوں پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرے بائیں ہاتھ کی خنصر سے) خنصر یعنی سب سے چھوٹی انگلی (**یَبدَأُ بِخنصَرِ رِجلِه الیُمنَی مِن اسفَلَ وَیختِمُ بِخِنصَرِ الیُسرَی**) اور سنت ہے کہ (خلال کی

ابتداء دائیں پاؤں کی خنصر سے کرتے ہوئے نیچے سے اوپر لے جائے اور) سنت ہے کہ، (بائیں پاؤں کی خنصر پر ختم کرے) ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال کرنا بھی سنت ہے، اس طرح کے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کرے، ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال سنت ہے اس صورت میں جبکہ خلال کئے بغیر پانی انگلیوں تک پہنچتا ہو اور اگر اس کے بغیر نہ پہنچتا ہو تو خلال کرنا واجب ہوگا (وَیکرہُ اَن یَغسِلَ غَیرُہٗ اَعضاءَہٗ، اور مکروہ ہے اپنے اعضاء وضو دوسرے سے دھلوانا) اس لئے کہ یہ متکبرین کی صفت ہے (اِلاّ لِعُذرٍ، مگر عذر کی بناء پر) مکروہ نہیں ہے جیسے عمر رسیدہ آدمی ہو وغیرہ (وَتَقدِیمَ یسارِہٖ، اور) مکروہ ہے (اپنے بائیں ہاتھ اور پاؤں کو مقدم کرنا دائیں ہاتھ اور پاؤں پر) اس لئے کہ اس طرح کی چیزوں میں تیامن وارد ہے اور یہ تیامن کے خلاف ہے (وَالِاسرَاف فِی المَاءِ اور) مکروہ ہے (ضرورت سے زائد پانی خرچ کرنا) اگرچہ پانی کی قلت نہ ہو اس لئے کہ وضو کے لئے پانی استعمال کرنے کی مقدارِ معلومہ وارد ہے اور پانی میں اسراف اس کے خلاف ہے۔

(وَیُندَبُ اَن لاَیَنقُصَ ماءُ الوُضوءِ عَن مُدٍ وَھوَ رِطلٌ وَثُلثٌ بَغدَادِیٌ، اور مستحب ہے کہ وضو کا پانی ایک مد سے کم نہ ہو اور مد کی مقدار بغدادی اعتبار سے ایک رطل اور تہائی رطل ہے) یہ حد تقریبی ہے، رطل شرعی بغدادی اس زمانہ میں ناپنے یا تولنے کے لئے استعمال ہوتا تھا، آج کے حساب سے ایک مد کی مقدار نصف لیٹر اور تھوڑا (یعنی ۹۸ ملی لیٹر) زیادہ پانی ہے (وَلاَیَنقُصَ ماءُ الغُسلِ عَن صَاعٍ والصَّاعُ خمسَۃُ اَرطَالٍ وَثُلُثُ رَطلٍ بَالعِراقِیِّ، اور) مستحب ہے کہ (غسل کا پانی ایک صاع سے کم نہ ہو اور صاع کی مقدار پانچ رطل اور تہائی رطل ہے عراقی اعتبار سے) یعنی بغدادی اعتبار سے، یہ حد تقریبی ہے، آج کے حساب سے ایک صاع کی مقدار دو لیٹر اور ۳۹۲ ملی لیٹر پانی ہے [یعنی ڈھائی لیٹر سے تھوڑا کم پانی]

(وَلاَیُنَشِّفَ اَعضاءَہٗ، اور) سنت ہے کہ (اپنے اعضاء وضو نہ پونچھے) اس لئے کہ یہ اثرِ عبادت ہے لہذا اس کو باقی رکھنا مستحب ہے، اور حضرت میمونہؓ نے حضور ﷺ

کو تولیہ پیش کیا تو آپ ﷺ نے لوٹا دیا (مھذب مع المجموع ص ۴۹۵ ج ۱) (وَلاَ ینفُضَ یَدَیهِ اور) سنت ہے کہ (وضو کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو نہ جھاڑے) اس لئے کہ جھاڑنا گویا عبادت سے برائت ظاہر کرنا ہے لیکن اگر جھاڑے تو بلا کراہت جائز ہے اس بنا پر کہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ کے غسل کے بعد ایک کپڑا لائی آپ ﷺ نے اسے نہیں لیا اور چل پڑے درانحالیکہ آپ ﷺ اپنے ہاتھوں کو جھٹک رہے تھے (ایضا) (وَلاَ یَستَعِینَ بَا حَدٍ یَصُبُّ عَلَیْهِ، اور) سنت ہے کہ (کسی سے مدد نہ لے جو اعضاء وضو پر پانی ڈالے) اس لئے کہ وضو کرنا عبادت ہے اور عبادت میں استعانت نامناسب [اور شانِ عبادت کے خلاف] ہے، اگر بنا حاجت مدد لے تو خلاف اولی ہو گا، مستحبات کے ترک کرنے کو خلاف اولی کہتے ہیں جیسے مسافر کا روزہ افطار کرنا، (لب الاصول مع غایۃ ص ۱۰) ورنہ مطلق جواز ہو گا یعنی خلاف اولی بھی نہ ہو گا، یہی حکم ہو گا غسل کا (وَلاَ یَمْسَحَ الَّرقَبَةَ، اور گردن کا مسح نہ کرے) سنت نہیں ہے، امام نووی رحمہ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کو روضہ میں درست قرار دیا ہے۔ (وَلو کاَنَ تَحتَ اَظَافِرِهِ وَسَخُ یمنَعَ وُصُول الماَئِ لَم یَصِحِ الوُضُوءِ، اور اگر متوضی کے ناخنوں کے نیچے میل کچیل ہو جو مانع ہو پانی پہنچنے سے تو وضو صحیح نہ ہو گا) یہ قول اصح ہے، غسل کا بھی یہی حکم ہو گا، اقناع میں ہے: ویجب ازالة ما تحت الاظفار من وسخ یمنع وصول الماء، (ص ۴۱ ج ۱) اور واجب ہے ناخنوں کے اندر کا میل کچیل دور کرنا جو پانی پہنچنے سے مانع ہو۔

(وَلَو شَکَّ فِیْ اَثنَاءِ الوُضُوءِ فِي غَسلِ عُضوٍ لَزِمَهُ مَعَ مَا بَعدَهُ، اور اگر متوضی کو دورانِ وضو کسی عضو کو دھونے میں شک ہو تو جس میں شک ہوا اس کو دھونا اور اس کے بعد والے اعضاء کو دھونا لازم ہے) مثلاً پاؤں دھوتے وقت شک ہوا کہ ہاتھ دھویا یا نہیں تو ہاتھ دھونا، مسح کرنا اور پاؤں دھونا لازم ہے، کیونکہ اعضاء وضو میں ترتیب ضروری ہے (اَو بَعدَ فَرَاغِهِ لَم یَلزَمهُ شَیء، یا وضو سے فارغ ہونے کے بعد شک ہو جائے) کسی عضو کو دھونے کے بارے میں (تو متوضی پر کوئی چیز لازم نہیں) اس لئے کہ فراغتِ عبادت کے

بعد شک کا پیدا ہونا مؤثر نہیں ہوتا مگر نیت کے بارے میں شک ہو جائے فراغتِ عبادت کے بعد تو یہ شک مؤثر ہو گا، بشر طیکہ فراغتِ عبادت کے بعد سے لیکر شک پیدا ہونے تک کا فاصلہ رکن فعلی کی مقدار سے لمبا ہو اور اگر کم ہو تو مؤثر نہ ہو گا(حاشیۂ اقناع ص ۴۱ ج ۱)

(وَیُندَبُ تجدِیدُ الوُضُوءِ لِمَن صَلیّٰ بِهِ فَرضًا اَو نفلاً، اور مستحب ہے تجدید وضوء اس شخص کے لئے جس نے اس وضو سے فرض یا نفل نماز پڑھی ہو۔)

تجدید وضوء کی تعریف

تعریف: وضوء علی الوضوء۔

نماز فرض کی طرح منذورہ نماز کے لئے بھی تجدید وضوء مستحب ہو گا۔

(وَیُندَبُ الوُضُوءِ لِجُنبٍ یُرِیدُ اَکلاً اَو شُربًا اَو جِمَاعًا اُخرَ، اور مستحب ہے وضو کرنا اس جنبی کے لئے جو کھانا، پینا اور سونا یا دوسری بار جماع کرنا چاہتا ہو) جنبی کہتے ہیں جس کو فرض غسل کی حاجت لاحق ہو، یہ استحباب حائضہ اور نفاس والی عورت کے لئے نہیں ہے اس لئے کہ حیض اور نفاس کے ہوتے ہوئے وضو کرنا مؤثر نہیں ہو گا کیونکہ اس بقاءِ حدث کی وجہ سے طہارت نہ ہو گی، حیض اور نفاس کے منقطع ہونے کے بعد جنبی کی طرح ان دونوں کے لئے بھی کھانے وغیرہ کے لئے تجدید وضو مستحب ہو گا۔

بطور اختصار طہارتِ وضو اور غسل کی حکمت

طہارت اس لئے کی جاتی ہے کہ باطن منور ہو جائے اور اُنس و سرور پیدا ہو اور انکار رویہّ دور ہو جائے اور تشویشات و پراگندگی اور پریشانی وافکار رک جائیں پس طہارت کی روح نور باطن و سرور دل واطمینان خواطر [یعنی اطمینان کے خیالات کا جمع ہونا] ہے،(احکام الاسلام)

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ المَسحِ عَلیَ الخُفَّینِ)

(موزوں پر مسح کا بیان)

مسح علی الخفین کہتے ہیں: پاؤں دھونے کے بجائے موزوں پر بصورت مسح ہاتھ پھیرنے کو، یہ اس امت کی خصوصیات میں سے ہے۔

مسح موزہ کا راز

چونکہ وضوء کا اُن اعضاء ظاہرہ کے دھونے پر مدار تھا جو جلد گرد وغبار میں آلودہ ہوتے رہتے ہیں اور پاؤں موزوں کے پہننے سے اعضاء باطنہ میں داخل ہو جاتے ہیں اور نیز عرب میں موزوں کے پہننے کا بہت دستور تھا اور ہر نماز کے وقت ان کے اتارنے میں ایک قسم کی دقت تھی اس واسطے فی الجملہ ان کے پہننے کی حالت میں پاؤں کا دھونا ساقط کر دیا گیا اور حکم دیا گیا کہ موزے کے اُوپر مسح کر لیا کریں تا کہ پیروں کا دھونا یاد آجائے کیونکہ مسح بھی پیروں کے دھونے کا ایک نمونہ ہے، (احکام الاسلام) [مسح علی الخفین وضوء کا جزء ہے اور بدل ہے غسل رجلین کا اس لئے مصنف نے اس کو باب الوضو کے بعد ذکر فرمایا]

(یَجُوزُ المَسحُ عَلیَ الخُفَّینِ فِي الوَضُوءِ، موزوں پر مسح جائز ہے وضو میں) غسل میں نہیں، چاہے فرض ہو یا نفل اور پاؤں سے ازالۂ نجاست میں بھی نہیں ان دونوں صورتوں میں پاؤں دھونا واجب ہے (لِلمُسَافِرِ سَفَرًا مُبَاحًا تُقصَرُ فِیهِ الصَّلَاۃُ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ وَلَیَالِیهِنَّ وَلِلمقیمِ یَومًا وَلَیلَۃً، مسافر کے لئے تین دن اور تین راتیں جبکہ اس کا سفر مباح ہو اور اتنی مسافت کا ہو جس میں قصر کیا جاتا ہو اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات ہے) آپ ﷺ نے مسح کرنے کی رخصت دی ہے مسافر کے لئے تین دن، تین راتیں اور مقیم کے لئے ایک دن، ایک رات۔

مسح موزہ مقیم کیلئے ایک دن رات اور مسافر کیلئے تین دن رات مقرر ہونیکی حکمت

جہاں آسانی کر دی گئی ہے وہاں کوئی ایسی چیز بھی مقرر کی گئی ہے کہ جس کی وجہ سے نفس کو عبادت مطلوبہ کے ترک کرنے میں مطلق العنانی نہ ہو جاوے لہذا شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کے حاصل کرنے کے لئے ایسی چند باتیں مسح موزہ کے ساتھ بھی مقرر کر دیں مثلاً ایک تو مسح کی مُدّت مقیم کے لیے ایک دن رات اور مسافر کے لئے تین دن رات مقرر فرمائی اس لیے کہ ایک دن رات کی ایسی مدّت ہے کہ اس کا التزام اور انتظام ہو سکتا ہے بہت سی چیزوں کو جن کا التزام کرنا چاہتے ہیں اسی مدّت کے ساتھ ان کا التزام رکھتے ہیں اور تین دن رات کی مدت بھی ایسی ہی ہے، یہ دونوں مدتیں مقیم و مسافر پر ان کی رفع حرج اور تکلیف کے موافق تقسیم کر دی گئی ہیں۔ پھر شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس میں یہ دوسری شرط لگا دی کہ موزوں کو طہارت کی حالت میں پہنا ہو تا کہ پہننے والے کے دل میں اس وقت کی طہارت کا نقشہ جما رہے، اس لیے کہ موزوں کی حالت میں گرد و غبار کا اثر کم ہوتا ہے پس وہ اس طہارت مسح سے اس طہارتِ غسل کو یاد کر لیتا ہے اور اس قسم کے مذاکرات کا نفس کی تنبیہ پر پورا اثر ہوتا ہے (احکام الاسلام عقل کی نظر میں)

اگر سفر گناہ کے لئے ہو یا مسافتِ قصر سے کم ہو تو مسافر کے لئے ایک دن اور ایک رات مسح کی اجازت ہو گی، مقیم اور مسافر کی مدت کے بعد دوبارہ مسح کرنے کے لئے اگر وضو باقی ہو تو صرف پاؤں دھو کر موزے پہننا کافی ہے اس لئے کہ مسح قائم مقام ہے پاؤں دھونے کے لہذا جب مسح باطل ہو گیا تو اب اس کو لوٹائیں گے مسح کے اصل کی طرف اور وہ ہے پاؤں کا دھونا، (مہذب مع شرح مہذب ص ۵۶۸ ج ۱)

(وَابتِدَاءُ المُدَّةِ مِنَ الحَدَثِ بَعدَ اللُّبسِ) مسافر اور مقیم کے لئے (مدتِ مسح کی ابتداء موزے پہننے کے بعد حدث لاحق ہونے سے ہوتی ہے) اس وجہ سے کہ مسح کرنا

عبادت وقتیہ ہے اور عبادتِ وقتیہ کی ابتداء اس وقت سے شمار ہوتی ہے جہاں سے عبادتِ وقتیہ کا کرنا جائز ہوتا ہے(کفایۃ الاخیار ج۱ ص ۶۰) (**فَاِنْ مَسَحَھُمَا اَو اَحَدَھُمَا حَضَرًا ثُمَّ سَافَرَا اَو سَفَرًا ثم اَقَامَ اَو شَکَّ ھَل اِبتَدَا المَسحَ سَفَرًا اَو حَضَرًا اَتَمَّ مَسحَ مُقِیمٍ فَقَطْ،** اگر دونوں موزوں کا مسح کرے یا کسی ایک کا حضر میں پھر سفر کرے) حضر کی مدتِ مسح کے ختم ہونے سے قبل (یا دونوں کا مسح کرے یا کسی ایک کا سفر میں پھر مقیم ہو جائے) سفر کی مدتِ مسح کے ختم ہونے سے قبل (یا شک ہو کہ کیا مسح کی ابتداء سفر میں کی یا حضر میں تو صرف مقیم کے اعتبار سے مسح کی مدت پوری کرے) حضر کی تغلیب ہے اول صورت میں، اقامت کی دوسری میں اور شک کی صورتوں میں مسح مقیم یقینی ہے نہ کہ مسح مسافر، اور مسح خفین رخصت ہے اور رخصت پر عمل یقین کی صورت میں ہوتا ہے۔

(**وَلَو اَحدَثَ حَضَرًا وَمَسَحَ سَفَرًا اَتَمَّ مُدَّۃَ مُسَافِرٍ سَوَاءٌ مَضَی عَلَیہِ وَقتُ الصَّلاۃِ بِکَمَالِہِ فِی الحَضَرِ اَم لَا،** اور اگر ماسح) یعنی موزوں پر مسح کا ارادہ رکھنے والے (کو حدث لاحق ہو جائے اقامت کی حالت میں اور مسح کرے سفر کی حالت میں تو مسافر کے اعتبار سے مسح کی مدت پوری کرے چاہے ماسح پر اقامت کی حالت میں نماز کا پورا وقت گزرا ہو یا نہ گزرا ہو) لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ اس کا سفر دائمی ہو اس لئے کہ اعتبار سفر کی حالت میں کئے ہوئے مسح کا ہے نہ کہ حدث کا۔ (**فَاِنْ شَکَّ فِی اِنقِضَاءِ المَدَّۃِ لَم یَمسَح فِی مُدَّۃِ الشَّکِّ،** اگر مدت مسح ختم ہونے کے بارے میں شک ہو تو شک کی مدت میں مسح کرنا جائز نہیں) اس لئے کہ مسح رخصت ہے اس لئے مدت میں اگر شک ہو جائے تو اصل کی طرف رجوع ہو گا اور اصل دونوں قدموں کا دھونا ہے، اگر شک ہو کہ مسح حضر میں کیا تھا یا سفر میں تو اس صورت میں بھی یہ ہی مذکورہ حکم ہو گا۔ (**فَاِنْ شَکَّ ھَل اَحدَثَ وَقتَ الظُّھرِ اَوِ العَصرِ بَنیٰ اَمرَہٗ عَلیٰ اَنَّہُ الظُّھرُ،** اگر شک ہو کہ حدث ظہر

کے وقت میں لاحق ہوا یا عصر کے وقت میں تو شک کرنے والا اس معاملہ کی ظہر کے وقت حدث لاحق ہونے پر بناء کرے)یعنی اس صورت میں بھی مشکوک وقت میں مسح کرنا جائز نہیں اگر شک دور ہو جائے اور یقین ہو بقاءِ مدت کا تو مسح کرنا جائز ہو گا۔(**وَلَوْ اَجْنَبَ فِی الْمُدَّةِ وَجَبَ النَّزْعُ لِلْغُسْلِ**،اور اگر ماسح جنبی ہو جائے مدت مسح میں تو غسل کے لئے موزے نکالنا واجب ہے) یہ اس صورت میں ہے جبکہ پاؤں دھونا ممکن نہ ہو اگر موزے رکھ کر پاؤں دھونا ممکن ہو تو غسل صحیح ہو گا لہذا نکالنا واجب نہیں لیکن مسح باطل ہو گا کیونکہ مبطل مسح چیزوں میں ایک چیز موجب غسل کا پیش آنا ہے۔

مسح علی الخفین باطل ہو جاتا ہے تین چیزوں سے :(۱)انکے اتارنے سے (۲)مدت ختم ہونے سے **(۳)**موجبات غسل پیش آنے سے (ص ۱۰۰ ج۱ کفایة الا خیار) حائضہ اور نفاس والی عورت کے لئے بھی یہی مذکورہ حکم ہو گا۔

موزوں پر مسح کے شرائط

(**وَشَرطُهُ اَن یَلبَسهُ عَلیَ وُضُوءٍ کَامِلٍ**، اور موزہ کی شرط)یعنی موزہ پر جوازِ مسح کی شرط (یہ ہے کہ اس کو مکمل طہارت کے بعد پہنے)ایک پاؤں دھویا اور موزہ پہنا اسی طرح دوسرا دھویا اور موزہ پہنا تو مسح کرنا جائز نہ ہو گا چونکہ اس نے مکمل طہارت یعنی دونوں پاؤں دھونے کے بعد موزے نہیں پہنے(**وَاَن یَکُونَ طَاهِرًا**،اور)دوسری شرط (یہ ہے کہ موزے پاک ہوں) ناپاک موزہ پر مسح صحیح نہ ہو گا،(**سَاتِرًا لِجمَیع مَحَلِّ الفَرضِ**)اور تیسری شرط یہ ہے کہ (دونوں پاؤں کے مکمل فرض حصہ کو چھپانے والے ہوں) موزہ کے پھٹنے وغیرہ کی بناء پر پاؤں کا کوئی فرض حصہ نظر آجائے تو مسح کرنا جائز نہ ہو گا(**مانِعًا لنُفُوذِ المَاءِ**)اور چوتھی شرط یہ ہے کہ (موزے ایسے ہوں جو مانع ہوں پانی اندر آنے سے)یعنی محل خرز کے علاوہ سے پانی اندر آنے سے مانع ہوں اگر محل خرز سے پانی پیر تک

پہنچ جائے تو موزہ پر مسح کرنا جائز اور صحیح ہو گا، محل خرز کہتے ہیں موزہ کا وہ حصہ جو سلائی وغیرہ کے ذریعہ جوڑا گیا ہو(منجدالطلاب ص ۱۵۹)

(یُمکِنُ مُتَابَعَۃُ الْمَشْیِ عَلَیهِمَا لِتَرَدُّدِ مُسَافِرٍ لِحَاجَاتِہٖ سَوَاءٌ کَانَ مِنْ جِلْدٍ اَوْ لِبْدٍ)اور پانچویں شرط یہ ہے کہ (موزے پہن کر پے درپے چلنا ممکن ہو مسافر) وغیرہ (کی آمدورفت کے لئے حاجت کی بناء پر چاہے موزے چمڑے کے ہوں یا ٹاٹ کے)یعنی اون سے بنائے گئے ہوں۔

(اَو خِرَقٍ مُطَبَّقَۃٍ اَو خَشَبٍ اَو غَیرِ ذٰلِکَ، یا کپڑے کے تہ بتہ ٹکڑوں سے موزے بنائے گئے ہوں یا لکڑی یا اس کے علاوہ سے بنائے گئے ہوں) جیسے تانبے یا کانچ کے اس لئے کہ سببِ اباحت ہے اور یہ ان تمام موزوں میں موجود ہے(اَو مَشقُوقًا شُدَّ بِشَرَجٍ، یا پھٹے ہوئے موزے ہوں تو ان کی پھٹن کو عری سے ملائے)عری کہتے ہیں کاج کو اور مدار اس بات پر ہے کہ محل فرض میں سے کوئی حصہ ظاہر نہ ہو۔

(وَلَو لَبِسَ خُفّاً فِیْ رِجلٍ لِیَمسَحَہُ وَیَغسِلَ الاُخرَی اَو ظَهَرَ مِنَ الرِّجلِ شَیْئٌ وَاِنْ قَلَّ مِنْ خَرقٍ فِی الْخُفِّ لَم یَجزْ، اور اگر متوضی ایک موزہ پہنے ایک پاؤں میں تا کہ اس پر مسح کرے اور دوسرا پاؤں دھوئے یا موزہ میں پھٹن ہونے کی وجہ سے پاؤں کے محل فرض میں سے کچھ حصہ ظاہر ہو جائے اگر چہ تھوڑا ہو تو مسح کرنا جائز نہیں)دونوں صورتوں میں پہلی صورت میں اس وجہ سے کہ جوازِ مسح سہولت کے لئے ہے مثلاً سردی وغیرہ سے بچنے کی غرض اور یہ حاصل ہوتی ہے دونوں موزے پہن کر لہذا اگر دونوں نہ پہنے تو اس کو لوٹائیں گے اصل کی طرف اور وہ ہے دونوں پاؤں کا دھونا، دوسری صورت میں اس وجہ سے کہ ایسی صورت میں پاؤں کا دھونا واجب ہوتا ہے، ایک پاؤں والا شخص دو پاؤں والے کی طرح ہے چاہے دھوئے چاہے مسح کرے۔

اَلجُرمُوقُ

(وَالجُرمُوقُ هُوَ خُفٌّ فَوقَ خُفٍّ، اور جرموق: جرموق کہتے ہیں موزہ پر پہنے جانے والے موزہ کو) یہ ہے جرموق کی تعریف، مصنف علیہ الرّحمہ آگے جرموق کا حکم جو از مسح اور عدم جوازِ مسح سے متعلق بیان فرماتے ہیں۔ (فَاِنْ کَانَ الاَعْلٰی قَوِیًّا وَالاَسفَلُ مُخرَّقًا فَلَهُ مَسحُ الاَعلیٰ، اگر اعلی) اوپر والا موزہ (قوی ہو اور اسفل) نیچے والا موزہ (پھٹا ہوا ہو تو اُس کے لئے اعلی پر مسح جائز ہے) اس لئے کہ یہ اُس کے حق میں موزہ ہے اور اُس کے نیچے والا لفافہ کے حکم میں ہے، اور لفافہ کہتے ہیں اُس کو جو پاؤں وغیرہ پر لپیٹا جائے۔ منجد الطلاب میں ہے: اللفافة: مایلف علی الرجل وغیرها الخ (ص ۶۸۷) لفافہ کہتے ہیں جو پاؤں وغیرہ پر لپیٹا جائے (وَاِن کَانَا قَوِیَّینِ اَوِ القَوِیُّ الاَسفَلَ لَم یَکفِ مَسحُ الاَعلیٰ، اور اگر دونوں قوی ہوں یا اسفل قوی ہو تو اعلی پر مسح کافی نہ ہو گا) یہ اُس صورت میں ہے جبکہ اعلی کا مسح کرتے وقت تری اسفل تک نہ پہنچے۔

(فَاِنْ وَصَلَ البَلَلُ مِنهُ اِلیَ الاسفَلِ کَفیٰ، اگر تری اعلیٰ سے اسفل تک پہنچ جائے تو اعلی پر مسح کافی ہو گا، سَوَاءٌ قَصدَ مَسحَهُمَا اَوِ الاَسفَلَ فَقَطْ اَوْ اَطْلَقَ، چاہے دونوں کے مسح کا قصد کرے یا صرف اسفل کے مسح کا یا مطلق مسح کا قصد کرے) یعنی متعین طور پر کسی کا قصد نہ کرے (لَا اِنْ قَصَدَ الاَعلیٰ فَقَطْ، اعلی پر مسح کرنے سے صرف اعلی کے مسح کا قصد کرے تو مسح کافی نہ ہو گا) اس لئے کہ اس صورت میں اس موزہ کا قصد نہیں کیا جس پر مسح کافی ہو تا ہے اور وہ نچلا موزہ ہے (وَیُسَنُّ مَسحُ اَعلیَ الخُفِّ وَاَسفَلِهِ وَعَقِبِهِ، اور سنت ہے موزوں کے اعلی و اسفل حصّہ کا اور ان کے ایڑیوں کا مسح کرنا) اعلی کہتے ہیں بالائی حصّہ کو، اسفل کہتے ہیں نچلے حِصّہ کو اور ایڑی کہتے ہیں پچھلے حصّہ کو (خُطُوطًا بِلَا اِستِیعَابٍ وَلَا تَکرَارٍ) اور سنت ہے کہ موزوں پر مسح (لکیریں کھینچنے کی صورت میں ہو) یہ ایک مستقل سنت ہے (نہ استیعاب ہو) یعنی نہ مکمل موزے کا مسح ہو، اس لئے کہ

بالا ستیعاب مسح خلاف اولیٰ ہے (اور تکرار) یعنی مسح ایک سے زائد مرتبہ (نہ ہو) تکرار مکروہ ہے اس لئے کہ یہ موزوں کو کمزور کرتا ہے اور مسح رخصت ہے جس کی بنیاد تخفیف پر ہے لہٰذا تکرار اس کے منافی ہوتا ہے۔

آگے مصنف علیہ الرّحمہ مسح کا طریقہ بتلاتے ہیں، (**فَیَضَعُ یَدَہُ الْیُسرٰی تَحتَ عِقبِہٖ وَیُمْنَاہُ عِندَ اَصَابِعِہٖ وَیُمِرُّ الیُمنٰی اِلیَ السَّاقِ وَالیُسرٰی اِلیَ الاَصَابِعِ**، ماسح اپنا بایاں ہاتھ اپنی ایڑی کے نیچے رکھے اور دایاں ہاتھ پاؤں کی انگلیوں) کے اوپر کی جانب (کے کنارے پر رکھے اور دایاں ہاتھ) اوپر ہی کی جانب (لائے پنڈلی تک اور بایاں ہاتھ) نچلی ہی جانب (لائے پاؤں کی انگلیوں کے کنارے تک) دونوں پاؤں کا مسح اسی طرح کرے یہ طریقہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے وارد ہے، یہ طریقہ تمام طریقوں سے بہت آسان ہے اور یہ اکمل طریقہ ہے۔ (**فَاِنِ اقتَصَرَ عَلیٰ مَسحِ اَقَلِّ جُزءٍ مِن ظَاھِرِ اَعلاَہُ مُحَاذِیاً لِمَحَلِّ الْفَرْضِ کَفیٰ**، اگر موزے کے اوپر کے اس ظاہری حصّہ کے اقل پر اقتصار کرے جو محل فرض کے مقابل ہو تو کافی ہوگا) اس لئے کہ موزے کے اوپر اس حصّہ میں مسح کی مقدارِ واجبہ مکمل ہوتی ہے جہاں پاؤں کا دھونا فرض ہوتا ہے، اقل سے مُراد: جس پر مسح کے نام کا اطلاق ہوسکے، **اقل المسح مَا یطلق علیہ اسم المسح من محل فرض الغسل فی الرّجل من اعلی الخف فلا یَجوز الاقتصار علی المسح علی اَسفلہ** (کفایۃ ص ۴۳ ج ۱) **اذلم یرد الاقتصَار عَلی شئی منھاّ کَما ورد الاقتصار علی الاعلیٰ** (فتح الوھاب ص ۱۷ ج ۱) جس پر مسح کا اطلاق ہوسکے اتنی مقدار واجب ہے، اور مسح موزے کے اوپر اس حصہ میں ہو جہاں قدم کا دھونا فرض ہوتا ہے، نیچے والے حِصّہ پر اقتصار کرنا جائز نہیں کیونکہ اسفل حصّہ پر اقتصار وارد نہیں جیسا کہ اعلیٰ پر وارد ہے۔

(**وَاِنِ اقْتَصَر عَلیَ الاَسفَلِ اَوِ العَقِبِ اوِالحَرفِ اَوِ البَاطِنِ مِمَّا یَلِی البَشَرَۃَ فَلاَ**، اور اگر موزے کے اسفل یا ایڑی یا کنارے یا اندرونی حصہ جو چمڑی سے متصل رہتا

ہے، کے مسح پر اقتصار کرے تو مسح کافی نہ ہو گا،) اس لئے کہ ان پر اقتصار وارد نہیں ہے (وَمَتٰی ظَهَرَتِ الرِّجلُ بِنَزعٍ اَو بِخَرقٍ وَهوَ بِوضُوءِ المَسحِ كَفَاهُ غَسلُ القَدَمَينِ فَقَطُ ،اور جب پاؤں ظاہر ہو جائے موزہ نکلنے یا پھٹنے کے سبب سے درانحالیکہ متوضی نے وضو میں خفین پر مسح کیا ہو تو اس کیلئے صرف پاؤں دھونا کافی ہے) یعنی اعادۂ وضو کی ضرورت نہیں کیونکہ موزہ کا نکلنا یا پھٹنا مبطل مسح ہے نہ کہ مبطلِ وضو، اشکال اور جواب: یہاں یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ مسح تو حدث کے بعد کیا جاتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسح ناقض مسح کے لازم آنے کی بناء پر ہے۔

والله اعلم

تم بعون الله تعالیٰ

(بَابُ اَسبَابِ الحَدَثِ)

(حدث کے اسباب کا بیان)

یہاں حدث سے مراد حدثِ اصغر ہے، اور ان کو نواقضِ وضو بھی کہتے ہیں، حدث لغت میں نئی شئ کو کہتے ہیں اور شرع میں اس اعتباری امر کو کہتے ہیں جو اعضاء میں قائم ہوتا ہے اور روکتا ہے نماز کو جب مرخص نہ ہو اور اس کا اطلاق ان اسباب پر بھی ہوتا ہے جن سے طہارت کی انتہاء ہوتی ہے اور اس پر مرتب ہونے والے منع پر بھی اور یہاں مراد ثانی ہے۔

خروج بول وبراز وریح سے امر وضُو کی وجہ

خروج ریح وبول وبراز کی بدبو سے اندرونی حالتِ نفس کو ایک قسم کی نجاست ویبوست وضعف لاحق ہوتا ہے اور ملائکہ سے بعد ہو جاتا ہے اور شیاطین وجنات اس کو گھیر لیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خروج ریح دبول وبراز کے وقت اَللّٰھُمَّ اِنِی اَعُوذُبِکَ منَ الخُبثِ وَ الخَبَائِثِ اور غُفُرَ انک پڑھنے کا امر فرمایا" یعنی اے میرے خُدا میں نجاستوں اور جنوں اور خبیثوں وشیاطین سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں اور تیری مغفرت چاہتا ہوں۔" پس اسی کے بعد امر وضو کا ہوا کیونکہ وضو سے نجاست ویبوست وضعف دور ہو جاتا ہے اور ملائکہ سے قرب اور شیاطین وخبائث سے دوری حاصل ہوتی ہے۔(احکام اسلام عقل کی نظر میں) مذکورہ چیزوں کے نکلنے سے امرِ تیمم کی بھی یہی وجہ ہے (ایضا)

(وَھِیَ اَربَعَةٌ: اَحَدُ ھَا اَلخَا رِ جُ من قُبُلٍ اَو دُبُرٍ اَو ثُقُبةٍ تَحتَ السُّرَّةِ مَعَ انسِدَادِ المَخرَ جِ المعَتَادِ عَینًا اَو رِیحًا مُعتَا دًا اَو نَا دِرًا کدُودَةٍ وَحَصَاةٍ، اور اسباب حدث چار ہیں ان میں پہلا سبب وہ چیز جو نکلے اگلی، پچھلی شرمگاہ سے یا ناف کے نیچے کے سوراخ سے اصل مخرج ومنفذ کے بند ہوتے ہوئے چاہے خارج عین ہو یا ریح، معتاد ہو یا نا

در جیسے کیڑا اور کنکر) آپریشن کے بعد منفذ اصلی کو بند کر کے منفذ مصنوعی بنا دیا جائے یا منفذ اصلی کے ہوتے ہوئے مصنوعی بنا دیا جائے تو اس کی چار صورتیں ہیں وہ یہ: منفذ اصلی بند کر کے منفذ مصنوعی اگر ناف کے نیچے بنا دیا جائے تو اس منفذ سے جو چیز خارج ہو گی وہ ناقض وضو ہو گی ۔ **ینسد المعتاد و ینفتح مخرج تحت السّرة فینتقض الوضوبالخارج منه**(مہذب مع شرح مہذب)(ص ۷ ج۲) منفذ اصلی بند کر کے منفذ مصنوعی اگر ناف کے نیچے بنا دیا جائے تو اس منفذ سے جو چیز خارج ہو وہ ناقض وضو ہو گی، مصنفؒ نے بھی یہ صورت ذکر فرمائی ہے،

لیکن اگر اصلی منفذ کو بند کر کے ناف کے اوپر مصنوعی بنا دیا جائے تو اس سے خارج شدہ چیز ناقض نہیں ہو گی۔ **یَنسد المعتادو ینفتح فوق السرة فقولا ن مشهور ان الصحیح عند الجمهو د لا ینتقض الخ لا نه فی معنی القیٔ**(ص ۷ ج۲) منفذ اصلی کو بند کر کے منفذ مصنوعی ناف کے اوپر بنا دیا جائے تو اس سے خارج شدہ چیز ناقض وضو ہونے نہ ہونے کے متعلق دو قول مشہور ہیں جن میں عند الجمہور صحیح قول کے اعتبار سے ناقض وضو نہ ہو گی اس لئے کہ اس صورت میں کسی چیز کا خارج ہونا قی کے مانند ہے یعنی جس طرح قی ناقض نہیں ہوتی اسی طرح اس صورت میں جو چیز خارج ہو وہ بھی ناقض نہیں ہوتی اگر منفذ اصلی بند نہ کیا جائے اور مصنوعی ناف کے نیچے بنا دیا جائے تو اس سے خارج شدہ چیز ناقض نہ ہو گی **لا ینسد المعتادو ینفتح تحت السّرة.........وَ الاصح:**

با تفا قهم لا ینقض الخ لا ن ذٰلک کا لجائفة فلا ینتقضُ الوضو بما یخرج منه(ص ۷ ج۲) منفذ اصلی بند نہ کیا جائے اور مصنوعی منفذ ناف کے نیچے بنا دیا جائے تو اصح قول کے اعتبار سے اس سے خارج شدہ چیز ناقض وضو نہ ہو گی اس لئے کہ اس صورت میں کسی چیز کا خارج ہونا زخم سے خارج ہونے کی طرح ہے، یعنی جس طرح زخم سے کوئی چیز خارج ہو تو وہ ناقض نہیں ہوتی۔ اسی طرح اس صورت میں جو چیز خارج ہو وہ بھی ناقض نہیں ہوتی اگر منفذ اصلی بند نہ کیا جائے لیکن مصنوعی منفذ ناف کے اوپر بنا دیا جائے تو اس

سے خارج شدہ چیز ناقض نہیں ہوتی۔ لا ینسد المعتاد و نیفتح فوق السرۃ۔۔۔۔۔ قطع الجھور بانہ لا ینتقض۔ (الجموع ص ۸ ج ۲) منفذ اصلی بند نہ کیا جائے اور مصنوعی منفذ ناف کے اوپر بنا دیا جائے تو جمہور کا یہ فیصلہ ہے کہ اس سے جو چیز خارج ہو وہ ناقض وضو نہیں ہوتی۔ یہ مذکورہ حکم مرد، عورت اور اگلی پچھلی شرمگاہ سب کے لئے یکساں ہے (ص۹ ج۲)

مذکورہ چار صورتوں میں سے پہلی صورت میں منفذ سے کسی چیز کا نکلنا وہ ناقض وضو تو ہوتا ہے لیکن اس منفذ کو چھونے سے وضوء اور اس میں شرمگاہ داخل کرنے سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ حَیث قلنا ینقض الخارج منہ ھل یَجب لو ضوء یمسہ والغسل بالا یلاج فیہ؟ فیہ وجھان مشھورَان اصحھمَا با لاتفاق لا یجب لا نہ لیسَ بفرج (المجموع ص ۹ ج۲) جس صورت میں منفذ سے کسی چیز کے خارج ہونے کو ہم نے ناقض وضو قرار دیا ہے تو کیا اس منفذ کو چھونے سے وضو اور اس میں شرمگاہ داخل کرنے سے غسل واجب ہوگا؟ اس مسئلہ میں دو وجہ مشہور ہیں جن میں اصح وجہ کے اعتبار سے نہ وضوء واجب ہوگا اور نہ غسل چونکہ یہ شرمگاہ نہیں ہے۔

(اِلاَّ الْمَنِیَّ فَاِنَّہُ یُوْجِبُ الْغُسلَ وَلاَیَنْقُضُ الْوُضُو، مگر منی یہ غسل کو واجب کرتی ہے اور وضو کو نہیں توڑتی) اقناع میں ہے: خروج منی فلا ینتقض وضوءہ بذٰلک لانہ اوجَب اعظم الامرین وھو الغسل بخصوصہ فلا یوجب ادونھمَا وھو الوضوء، خروج منی سے وضو نہیں ٹوٹتا، اس لئے کہ منی نے دو امر میں سے بڑے امر غسل کو واجب کر دیا خاص طور پر لہذا ادنیٰ وضو کو واجب نہیں کرے گی (ص ۲۵ ج۱) جیسا کہ فقہی قاعدہ ہے: ما اوجَبَ اعظم الامرَین بخصوصہ لا یوجب اھونھما بعمومہ (الا شباہ ص ۲۴۹) جو چیز دو امر میں سے کسی بڑے امر کو خاص طور پر واجب کرتی ہو وہ ہلکے امر کو اپنے عموم سے واجب نہیں کرتی۔ مجموع میں ہے لا الخارج الواحد لا یوجَبُ طھَارتین (ص٤ ج۲) نکلنے والی ایک چیز دو طہارت کو واجب نہیں کرتی لہذا صرف غسل کو واجب کر دیا (ایضا ص ۵۵ ج۱)

منی کے موجب غسل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: انما الماء من الماء (کفایہ ص ۳۳ ج ۱) غسل خروج منی کی وجہ سے ہے۔

(وَصُورَةُ ذٰلِکَ اَن يَنَامَ مُمَكِنًّا مَقعَدَهُ فَيَحتَلِمُ اَوْ يَنْظُرَ بِشَهْوَةٍ فَيُنزِلَ، اور اس کی) یعنی خروج منی ناقض وضو نہ ہونے کی (صورت یہ ہے کہ آدمی سوئے اپنی سرین کو) زمین سے (ٹیک کر پھر احتلام ہو جائے، یا دیکھے شہوت سے پھر منی خارج ہو جائے) یہ دوسری صورت ہے،

(وَاِلَّا فَلو جَامَعَ اَو نَامَ مُضطَجِعًا فَاَنزَلَ انتقَضَ بِاللَّمسِ وَبِالنَّومِ، ورنہ) یعنی اب نقض وضو کی دو صورتیں بتلاتے ہیں (اگر جماع کرے یا سوئے پہلو کے بل) یعنی غیر متمکن ہو کر مطلب یہ ہیکہ کولہے زمین سے ٹیکے ہوئے نہ ہو (پھر منی خارج ہو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا) پہلی صورت میں، (چھونے کی وجہ سے) جو جماع کے وقت پایا گیا (اور) دوسری صورت میں غیر متمکن ہو کر (سونے کی وجہ سے۔)

بول وبراز اور جماع کرنے کے وقت خانہ کعبہ کی طرف پُشت اور مُنہ کرنا منع ہونے کی حکمت

(۱) خانہ کعبہ خدا تعالیٰ کے شعائر میں سے ہے پس خانہ کعبہ کی تعظیم خدا تعالیٰ کی تعظیم ہے اور اس میں کمی خدا تعالیٰ کی تعظیم میں کمی ہے اس لیے خانہ کعبہ کا حج فرض ہو گیا۔ اور اس کی تعظیم کا اس طرح حکم دیا گیا کہ بغیر صفائی اور طہارت کے اس کا طواف نہ کیا کریں۔ نماز میں اس کے سامنے کھڑے ہوں ضرورت بشری یعنی بول وبراز و جماع کے وقت اس کے سامنے نہ ہوں نہ اس کی طرف پُشت کریں کیونکہ یہ امر بے ادبی میں داخل ہے وجہ یہ ہے کہ جس سے عمداً بے ادبی سرزد ہوتی ہے اس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور اس کی اس سخت دلی کا اثر اس کے متعلقین واقارب پر بھی سرایت کرتا ہے:

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد   بلکہ آتشِ در ہمہ آفاقِ زد

وَ من یُعَظِّم شَعَائِرَ اللہِ فَاِنَّھَا مِن تَقوَی القُلُوبِ (سورۂ حج آیت نمبر ۳۲)

یعنی خدا تعالیٰ کے نشانوں کی تعظیم وادب کرنا ان لوگوں کا کام ہے جن کے دلوں میں تقوی ہے لہذا آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں **اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها**: یعنی جب تم جائے فراغت میں آؤ تو قبلہ کو منہ نہ کرو اور نہ اس کو پُشت کرو، (احکام الاسلام عقل کی نظر میں)

(**اَلثَّانِی زَوَالُ عَقلِہِ**) چار اسبابِ حدث میں سے (دوسرا سبب حدث یہ ہے کہ متوضی کی عقل ختم ہو جائے) چاہے نیند سے یا جنون وغیرہ سے (**اِلَّا النَّومَ قَاعِدًا مُمَکِّنًا مَقعَدَہُ مِنَ الاَرضِ سَوَاءُ الرَّاکِبُ وَالمُستَنِدُ وَلَو لِشَیءٍ لَو اُزِیلَ لَسَقَطَ وَغَیرُ ھُمَا**، مگر سویا ہو اس حالت میں کہ اس کے کولہے زمین) یا لکڑی یا چٹان وغیرہ (سے ٹکے ہوئے ہوں چاہے سوار ہو) جانور یا کشتی وغیرہ پر، (چاہے مستند) ٹیک لگانے والا (اگر چہ ٹیک ایسی چیز سے لگایا ہو کہ ہٹائے تو گر جائے اور ان دونوں کے علاوہ) یعنی راکب اور مستند کے علاوہ جیسے زمین پر چارزانوں بیٹھا ہوا آدمی۔

(**فَلَو نَامَ مُمَکِّنًا فَزَالَت اَلیَتَاہُ قُبلَ اِنتِبَاھِہِ انتَقَضَ**، اگر متوضی سوئے متمکن ہو کر) زمین وغیرہ سے (پھر اس کے کولہے جگہ سے ہٹ جائیں بیدار ہونے سے قبل تو اس کا وضوٹوٹ جائے گا) اس لئے کہ کولہے جس وقت جگہ سے ہٹ گئے اس وقت وہ غیر متمکن رہا اور یہ ناقضِ وضو ہے۔

نیند سے وضو ٹوٹنے کی وجہ

نبی ﷺ فرماتے ہیں: **العینان وكاء السه فانه اذااضطجع استرخت مفاصله**: یعنی سرین کا بند آنکھیں ہیں کیونکہ جب آدمی لیٹ جاتا ہے تو اس کے جوڑ ڈھیلے ہو جاتے ہیں اور ریح وغیرہ کے نکلنے کا گمان غالب ہو جاتا ہے (ایضا)

(اَو بَعدَہٗ اَو مَعَہٗ اَو شَکَّ اَو سَقَطَتْ یَدُہٗ عَلَی الْاَرضِ وَ ھُوَنَا ئِمٌ مُمکِّنٌ مَقعَدَہٗ اَو نَعَسَ وَھُوَ غَیرُ مُمَکِنٍ وَھُوَ یَسمَعُ وَلَا یَفھَمُ اَو شَکَّ ھَل نَامَ اَو نَعَسَ اَو ھَل نَامَ مُمَکَنًا اَو غَیرَ مُمَکِنٍ فَلَا یُنقَضُ، یا کولہے جگہ سے ہٹ جائیں نائم کے بیداری کے بعد یا بیدار ہونے کے ساتھ یا شک ہوجائے) کہ کولہے اپنی جگہ سے بیداری سے پہلے علیحدہ ہوئے یا بیداری کے بعد میں (یا اس کا ہاتھ زمین پر متمکن ہو کر سونے کی حالت میں گرے یا وہ اونگھے درانحالیکہ کولہے زمین پر ٹکے ہوئے نہ ہوں اور اونگھ یہ ہے کہ حاضرین کا کلام سنے اور سمجھے نہیں یا اس کو شک ہو کہ سو گیا یا اونگھا یا اس کو شک ہو کہ سوتے وقت کولہے ٹکے ہوئے یا اٹھے ہوئے تھے تو وضو نہیں ٹوٹے گا) یعنی مصنف علیہ الرحمہ کی عبارت "اوبعدہ" سے لیکر "او غیر ممکن" یہاں تک کی تمام صورتوں میں وضو نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ ان تمام صورتوں میں باوضو ہونا یقینی ہے اور شک ہے نقض وضو میں ایسی صورت میں شک یقین کو نہیں توڑتا لہذا باوضو سمجھا جائے گا (اَلثَّالِثُ اِلتِقَاءُ شَئیءٍ وَاِن قَلَّ مِن بَشَرَتَی رُجلٍ وَامرَاَۃٍ اَجنَبِیَّینِ وَلَو بِغَیرِ شَھوَۃٍ وَقَصدٍ حَتَّی الِلّسَانَ وَالاَشَلِّ وَالزَائِدِ) چار اسباب حدث میں سے (تیسرا سبب حدث اجنبی مرد و عورت کی جلد کے کسی حصہ کا ملنا اگرچہ تھوڑا ہو اور بغیر شہوت و بغیر قصد و ارادہ کے ہو یہاں تک کہ زبان اور شل و زائد عضو) مطلب یہ ہیکہ ان کو بھی چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، شل اس عضو کو کہتے ہیں جو کام کرنا چھوڑ دیتا ہے اور زائد عضو کہتے ہیں جیسے کسی کی چھ انگلیاں ہو تو چھٹی انگلی کو اور اگر کوئی چیز حائل ہو تو وضو نہیں ٹوٹتا، **فان کان بینھما حائل ولو رقیقافلا نقض** (انوار السنیۃ ص ٦٥) اگر لامس (چھونے والا) اور ملموس (جسکو چھویا گیا) کے درمیان کوئی چیز حائل ہو تو وضو نہیں ٹوٹتا اگرچہ حائل شدہ چیز پتلی ہو۔

(اِلاَّ سِنًّا وَظُفرًا اَوشَعرًا اَو عُضوًا اَمقْطُوعًا، مگر دانت اور ناخن اور بال اور کٹے ہوئے کسی عضو کو چھونا) ناقض وضو نہیں اگرچہ ان کو دیکھنے یا چھونے سے لذت حاصل

کرے اس لئے کہ ان کو چھونے میں مظنۃ الشھوۃ نہیں ہے، اگر مسوڑھے کو، ناخن کے ساتھ انگلی کے سرے کو اور بال کے ساتھ جلد کو چھوئے تو وضوٹوٹے گا جیسا کہ اقناع میں ہے: **والبشرۃ ظاھر الجلد وفی معناھا اللحم کلحم الاسنان واللسان واللثۃ وباطن العین** (ص ۵۷ ج ۱) اور بشرۃ ظاہری جلد کو کہتے ہیں اور اس کے معنی میں ہے گوشت جیسے دانتوں کا گوشت اور زبان اور مسوڑھے اور آنکھ کا اندرونی حصہ، مطلب یہ ہیکہ ان کو چھونے سے وضوٹوٹ جائے گا، (وَیَنقُضُ ھَرَمٌ، اور بہت بوڑھے کو چھونے سے وضوٹوٹ جاتا ہے) یہی حکم ہو گا بہت بوڑھی کو چھونے کا، اور ملموس کا بھی وضوٹوٹ جاتا ہے، **ھل ینتقض وضوالملموس؟ فیہ قولان مشھو رَان (احدھمَا) و صَح الا کثرونَ الانتقاضَ** (شرح مھذب ص ۲۷ ج ۲) کیا ملموس کا وضوٹوٹ جاتا ہے؟ اس میں دو قول مشہور ہیں جن میں سے ایک قول جس کو اکثر لوگوں نے صحیح قرار دیا ہے وہ یہ ہے کہ اس کا وضوٹوٹ جاتا ہے۔ مغنی المحتاج میں ہے: **وَالملموسُ کلامس فی نقض وضوئہ فی الاظھر لاسْتوائھمَا فی لذۃ اللمّس کالمشر کین فی لذّۃِ الجمَاع فھمَا** (ص ۳۵ ج ۱) جس طرح لامس یعنی چھونے والے کا وضوٹوٹ جاتا ہے اسی طرح اظہر قول کے اعتبار سے ملموس کا یعنی جسکو چھویا گیا اس کا بھی وضوٹوٹ جاتا ہے چونکہ چھونے کی لذت میں لامس اور ملموس دونوں یکساں ہیں جیسا کہ جماع کی لذّت میں دونوں مشترک ہیں۔ لیکن ملموس میت ہو تو یہ مستثنی ہے۔

(وَمَیِّت، اور میت کو چھونے سے وضوٹوٹ جاتا ہے) لامس یا لامسہ کا لیکن میت کا نہیں ٹوٹتا (لَا مَحرَمٌ، محرم مرد وعورت کی جلد ملنے سے وضو نہیں ٹوٹتا) مگر شہوت سے چھوئے تو حرام ہو گا جیسا کہ دیکھنا جائز ہے مگر شہوت سے ہو تو حرام ہے (کفایہ) لہذا چھونا بدرجۂ اولیٰ حرام ہو گا، محرم مرد وعورت سے مراد وہ جن کا نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہو جیسے

حقیقی بھائی، بہن وغیرہ لیکن جن سے نکاح ہمیشہ کے لئے حرام نہ ہو جیسے سالی (بیوی کی بہن) اگر اس کے بدن کو ہاتھ لگے تو وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ یہ حرمت تابیدی نہیں ہے بلکہ وقتی ہے یعنی جب تک بیوی نکاح میں ہے اس وقت تک سالی سے نکاح حرام ہے جیسا کہ شارحؒ فرماتے ہیں: (لا محرم) **فلا ینتقض وضوء رجل وامراۃ بینھما محرمیۃ بان حرم نکاحھما علی التابید بنسب اور ضاع او مصاھرۃ** (انوار المسالک ص ۷۱) ان مرد و عورت کا بدن ملنے سے وضو نہیں ٹوٹتا جن دونوں کے درمیان محرمیت ہو یعنی جن کا نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہو نسب یا رضاعت یا سسرالی رشتہ کی وجہ سے (**وَطِفْلٌ لاَیُشْتَھٰی فِي العَادَۃِ**، اور ایسا بچہ جو عادۃً شہوت کو نہ پہنچا ہو) تو وضو نہیں ٹوٹتا، یہی حکم ہو گا بچی کا، آج کل ٹی وی اور عریانیت کے دور میں بچہ یا بچی عادۃً و عرفاً جس عمر میں شہوت کو پہنچتی ہو اس کا اعتبار ہو گا کیونکہ بلوغِ شہوت کا مدار عادت و عرف پر ہے جیسا کہ شارح فرماتے ہیں: **فالمعتبر بلوغ الشھوۃ عادۃ وعرفا** (انور ص ۷۱) اعتبار کیا جائے گا بلوغ شہوت کا عادت و عرف سے،

(**فَلَوْ شَکَّ ھَلْ لَمَسَ اِمرَأَۃ ام رَجُلاً اَو شَعرًا اَو بَشَرَۃً اَو اَجنَبِیَّۃً اَو مَحرَمًا لَم یُنقَض**، اگر شک ہو کہ عورت کو چھویا یا مرد کو یا) شک ہو کہ (بال کو چھویا یا جلد کو یا) شک ہو کہ (اجنبیہ کو چھویا یا محرمہ کو تو وضو نہیں ٹوٹے گا) شک کی بناء پر، **اجنبیہ** سے مراد وہ عورت جس سے نکاح جائز ہے اور محرمہ سے مراد جس سے نکاح حرام ہے۔

(**اَلّرابِعُ مَسُّ فَرجِ الْاٰدَمِیِّ بِبَاطِنِ الکَفِّ و الْاَصَابِعِ خَاصَّۃً**) چار اسبابِ حدث میں سے (چوتھا سبب حدث آدمی کی شرمگاہ کو چھونا خاص طور پر ہاتھ اور انگلیوں کے اندرونی حصہ سے) اس متعینہ حصہ کے علاوہ باقی بدن کے کسی حصہ سے شرمگاہ کو چھونا سرزد ہو جائے تو وضو نہیں ٹوٹے گا (**وَلَو سَھوًا او بِلاَ شَھوَۃٍ قُبلاً اَو دُبرًا**، اگر چہ چھونا

بھول کر ہو یا بغیر شہوت کے چاہے اگلی شرمگاہ ہو یا پچھلی) مطلق حدیث کی بناء پر، خصتین کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

قال اصحابنا لا ینقض مس الانثیین۔ وانما ینقض نفس الذکر (شرح مھذب ص ٤١ ج٢) حضرت شوافع فرماتے ہیں خصتین کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا فقط نفس ذکر کو چھونا ناقض ہے، اور عورت کی اگلی شرمگاہ جہاں سے پیشاب وغیرہ خارج ہوتی ہے اس جگہ کے کنارے تک کے حصہ کو چھونا اور عورت و مرد کی پچھلی شرمگاہ کے حلقہ کو چھونا (ایضا ص ٣ ج٢) کوئی چیز حائل ہو تو وضو نہیں ٹوٹتا اگرچہ حائل شدہ چیز پتلی ہو (انوار السنیه ص ٦٥)

(ذَكَرًا اَو اُنثَى مِن نَفسِهِ او غَيرِهِ، مذکر ہو یا مؤنث اپنی شرمگاہ ہو یا دوسرے کی) اس لئے کہ جب اپنی شرمگاہ چھونا باوجود بدتہذیبی نہ ہونے کے ناقض ہے تو غیر کی چھونا بدرجہٗ اولی ناقض وضو ہے جبکہ اس میں بدتہذیبی بھی ہے، (المجموع ص ٥٤ ج٢) **(وَلَو مِن مَيِّتٍ وَطِفلٍ وَمَحَلِّ جَبٍّ،** اگرچہ میت اور بچہ کی ہو) اس میں بچی بھی شامل ہے (اور محل جب ہو) اس لئے کہ مَحَلِ جَب ذکر کی اصل ہے اور اس کو چھونے سے خروج منی کا اندیشہ ہوتا ہے اسلئے کہ یہ شہوت کو ابھارتا ہے اور حرکت پیدا کرتا ہے۔ **(وَاِن اكتَسٰى جِلدًا،** اگرچہ محل جب پر جلد آگئی ہو) جب سے مراد وہ جگہ ہے جہاں سے ذَکَر کو کاٹ دیا جائے اس لئے کہ جلد آجانے سے اصل ذکر ہونے سے نہیں نکلتا **(او اَشَلَّ وَلَو مَقطُوعاً،** یا شرمگاہ شل ہو اگرچہ کٹی ہوئی ہو) مذکورہ تمام صورتوں میں وضو ٹوٹے گا، شرمگاہ کا کچھ حصہ مقطوع ہو اور اس کو چھوئے تو بھی وضو ٹوٹے گا جیسا کہ شارحؒ فرماتے ہیں: **(و) کذا (لو) کان الفرج (مقطوعا) منه شئی** (انوار ص ١٨) اور اسی طرح اگر شرمگاہ کا کچھ حصہ کٹا ہوا ہو [اور چھوئے تو وضو ٹوٹے گا] **(وَبِيَدٍ شَلاَّ،** اور) مذکورہ نقضِ وضو کی تمام صورتوں میں (شل ہاتھ سے چھونا) بھی ناقِضِ وضوء ہے اس

حدیث کی بنا پر کہ: جو شخص اپنی شرمگاہ چھوئے اس کو چاہئیے کہ وضو کرے، اس کو روایت کیا ہے ترمذی رحمہ اللہ نے۔

(لاَ فَرجِ بَهِيمَةٍ، جانور کی شرمگاہ چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا) اس لئے کہ اس کے لئے نہ ستر دکھانے کی حرمت ہے اور دوسرے کے لئے نہ اس طرف دیکھنے کی حرمت ہے (وَلاَ بِرءُوسِ الاَصَابِعِ وَمَا بَينَهَا وَحَرفِ الكَفِّ، اور انگلیوں کے سرے اور ان کے درمیانی حصہ سے اور ہتھیلی کے کنارہ سے چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا) اس لئے کہ ہتھیلی کا کنارہ ہتھیلی کی سمت سے خارج ہے اور نقضِ وضو مختص ہے ہاتھ کے اندرونی حصہ کے ساتھ اور اس سے مراد ہتھیلی اور انگلیوں کا اندرونی حصہ ہے [اسی وجہ سے انگلیوں کے سرے سے اور ان کے درمیانی حصہ سے چھونا ناقص وضوء نہیں] ہاتھ کے اندرونی حصہ سے مراد ایک ہتھیلی کو دوسری ہتھیلی پر رکھنے سے جو حصہ ہتھیلی اور انگلیوں کا پوشیدہ رہتا ہے وہ ہے (وَلاَ ينقُضُ قَيءٌ وَفَصدٌ وَرُعَاف وَقَهقَهَةُ مُصَلٍ، قی اور فصد اور رعاف سے اور نماز پڑھنے والے کی زور کی ہنسی سے وضو نہیں ٹوٹتا) قی: کہتے ہیں کسی چیز کا معدہ کی طرف پہنچ کر واپس آنا چاہے پانی ہو اور تغیر بھی نہ ہوا ہو، (حا شیۂ شروانی علی تحفة المتحاج ص ٢٩٤ ج ١) **فصد:** کہتے ہیں: نشتر چبھو کر خون نکالنے کو اور **رعاف:** کہتے ہیں: ناک سے نکلنے والے خون کو، (وَاَكلُ لَحمِ جَزُورٍ، اور اونٹ کا گوشت کھانے سے) وضو نہیں ٹوٹتا، اس کی وجہ سے نقضِ وضو کی حدیث وارد ہے لیکن وہ منسوخ ہے، (وَغيرُ ذَلِکَ، اور ان چیزوں کے علاوہ) مطلب یہ ہیکہ ذکر کردہ غیر ناقض چیزوں کے علاوہ بھی چیزیں غیر ناقض ہیں جیسے عمر سے بالغ ہونا یعنی اگر کوئی ١۴ سال کا ہونے کی وجہ سے بالغ ہوا تو یہ بالغ ہونا ناقض وضو نہیں اسی طرح امرد جمیل کو چھونا ناقض وضو نہیں۔

وضو میں شک

(وَمَن تَیَقَّنَ حَدَثًا وَ شَکَّ فی اِرتفاعِہٖ فَھُوَ مُحدِث، اور جس کو یقین ہو حدث کا اور شک ہو ارتفاعِ حدث میں) یعنی بعد الحدث وضو کرنے میں شک ہو، (تو وہ محدث شمار ہو گا) یعنی باوضو نہ ہو گا اس وجہ سے کہ یقین ہے حدث کا اور شک ہے ارتفاعِ حدث میں اور فقہی قاعدہ ہے: الیقین لا یزال بالشک (اشباہ) یقین شک سے زائل نہیں ہوتا لہذا وہ محدث شمار ہو گا (وَمَن تَیَقَّنَ طُھرًا وَ شَکَّ فی اِرتفاعِہٖ فَھُوَ مُتَطَھِّرٌ، اور جس کو یقین ہو طہر کا اور شک ہو ارتفاعِ طہر میں) یعنی بعد الطہر حدث لاحق ہونے میں شک ہو (تو وہ متطہر ہو گا) یعنی باوضو ہو گا، یقین پر عمل کرتے ہوئے۔

(وَاِن تَیَقَّنَھُمَا وَ شَکَّ فِي السَّابِقِ مِنھُمَا فَاِن لَم یَعرِفْ ماَ کَانَ قَبلَھُمَا اَو عَرَفَہٗ وَ کَانَ طُھرًا وَ کَانَ عَادَتُہٗ تَجدِیدَ الوُضُوءِ لَزِمَہُ الوَضوءُ فَاِنْ لَمْ یَکُن عَادَتُہٗ تجدِیدَ الوُضوءِ اَو کَانَ حَدَثًا فَھُوَ الانَ مُتَطَھِّرٌ، حدث وطہر دونوں کے پائے جانے کا یقین ہو اور اس بات میں شک ہو کہ ان دونوں میں سے مقدم اور پہلا کون ہے اگر ان دونوں) یعنی فجر کے بعد حدث وطہر (سے پہلی کی حالت کا علم نہ ہو) جیسے کہ معلوم نہ ہو کہ فجر سے پہلے اپنی حالت کیا تھی (یا) فجر سے (پہلی حالت معلوم ہو اور وہ حالت طہر کی تھی اور اس کی عادت تجدید وضو کی ہو تو وضو لازم ہو گا) مذکورہ دونوں صورتوں میں اس لئے کہ جب فجر سے پہلے کی حالت معلوم نہیں تو ہو سکتا ہے اس نے پہلے حدث کیا ہو بعد میں وضو اسی طرح یہ بھی ہو سکتا ہے وضو پہلے کیا ہو بعد میں حدث لاحق ہوا ہو تو تردد اور شک کے ساتھ نماز پر اقدام نہیں کرنا چاہیئے، اس طرح فجر سے پہلے وہ طاہر تھا لیکن اس کی عادت تجدید کی تھی تو احتمال ہے کہ اس نے وضو علی الوضوء کیا ہو بعد میں حدث لاحق ہوا ہو اس لئے اس صورت میں بھی تردد وشک کے ساتھ نماز پر اقدام نہیں کرنا چاہیئے، (اور اگر اس کی عادت تجدید وضوء کی نہ ہو یا اس کو حدث لاحق تھا) فجر سے قبل (تو اب وہ متطہر ہو گا) وضو لازم نہیں

مطلب یہ ہیکہ اگر فجر سے پہلے طہارت تھی اور تجدید کی عادت نہیں تھی تو پھر فجر کے بعد عادت یہی ہے کہ حدث کیا، پیشاب وغیرہ، بعد میں وضو کیا تو باوضو شمار ہو گا وضو کی حاجت نہیں، اسی طرح اگر فجر سے قبل حالتِ حدث میں تھا تو عادت یہی کہ پہلے پیشاب وغیرہ کریگا بعد میں وضو تو اس صورت میں بھی وہ باوضو شمار ہو گا، وضو کرنے کی ضرورت نہیں، نماز پڑھے گا۔

حدث اصغر کی وجہ سے حرام چیزیں

(وَمَن اَحدَثَ حَرُمَ عَلَیهِ الصَّلاۃُ وَسُجودُ التِّلاوَۃِ وَالشُّکرِ، اور جس کو حدث لا حق ہو اس پر حرام ہے نماز) آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بغیر طہارت کے نماز کو قبول نہیں کرتے (اور سجدۂ تلاوت و شکر) اس لئے کہ یہ دونوں نماز کے معنی میں ہیں (وَالطَّوافُ، اور طواف کرنا) اگرچہ نفل ہو، آپ ﷺ نے فرمایا بیت اللہ کا طواف نماز ہے مگر فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طواف میں کلام کو مباح فرمایا ہے۔ (وَحَملُ المُصحَفِ وَلَو بِعِلاقَتِہِ اَوفی صَندُوقِهِ وَمَسُّہُ، اور قرآن اٹھانا اگرچہ اس کے جزدان سے ہو) جزدان: سے مراد جو پہلے زمانہ میں قرآن رکھنے کے لئے کپڑے کا بنایا جاتا تھا (یا صندوق میں ہو) یعنی اس کو بھی اٹھانا حرام (اور قرآن کو چھونا) بھی حرام ہے آپ ﷺ نے فرمایا قرآنِ پاک کو پاک آدمی چھوئے، جب چھونا حرام ہے تو اٹھانا بدرجہء اولی حرام ہوا (سَوَاءٌ اَلمکتوبُ وَمَا بینَ الاَسطُرِ وَالحَوَاشِیِ، چاہے حروف کو چھوئے چاہے قرآن کے لکیروں اور کناروں کے درمیانی حصہ کو چھوئے) یعنی حاشیہ والا حصہ، یہ سب چھونے کی حرمت میں برابر ہے اس لئے کہ ان کو بھی قرآن کہا جاتا ہے (وَجِلدُہُ، اور اس کی جلد کو چھونا) اس لئے کہ یہ اسی کا حصہ ہے، جلد کہتے ہیں: کور پیچ کو، اگر جلد قرآن سے جدا ہو جائے تو اس کو چھونے کی حرمت وعدم حرمت میں اختلاف ہے لیکن اصح قول کے مطابق چھونا حرام ہے (وَعِلَاقَتُہُ، اور اس کے جزدان کو چھونا) یہ حرمت اس صورت میں ہے جبکہ جزدان قرآن

سے متصل ہو جیسا کہ شارحؒ فرماتے ہیں: [و] حرم مس [علاقته] كذلک ای المتصلة (فیض ص ٤٤ ج ١) اور حرام ہے قرآن کے جزدان کو چھونا جبکہ متصل ہو۔

(وَخَرِيطَتُهُ وَصندُوقُهُ وَهُوَ فِيهِمَا، اور اس کے خریطہ اور صندوق کو چھونا جبکہ قرآن ان میں ہو) یہ حرمت اس لئے ہے کہ جب ان میں قرآن ہے تو وہ قرآن کے جزء کی طرح ہوئے اور اگر ان میں قرآن نہ ہو تو چھونا حرام نہیں کیونکہ اب قران کے جزء کی طرح ہونے سے خارج ہوئے، جزدان قرآن سے متصل نہ ہو تو اس کا بھی یہ ہی حکم ہو گا، خریطة تھیلا کو کہتے ہیں (وَكَذَايحرُمُ مَسُّ وَحَملُ مَا كُتِبَ لِدِرَاسَةٍ وَلَو آيَةً كَاللَّوحِ وَغَيرِهِ، اور اسی طرح حرام ہے چھونا اور اٹھانا اس کو جو) قرآن میں سے (لکھا گیا سیکھنے کے لئے اگرچہ ایک آیت ہو) یا اس کا بعض حصہ، (جیسے تختی اور اس کے علاوہ) اس لئے کہ یہ مصحف کے مشابہ ہے (ويَحِلُّ حَملَ مُصحَفٍ فِی اَمتِعَةٍ، اور سامان میں قرآن اٹھانا جائز ہے) مجموع میں ہے: و اما اذا حمل المصحف فی متاع يجوز لا نه غير مقصود (ص ٤٧ ج ٢) سامان میں قرآن اٹھانا جائز ہے چونکہ مقصود قرآن کا اٹھانا نہیں۔

(وَحَلَّ حَملُ دَرَاهِمَ وَدَنَانِيرَ وَخَاتَمٍ وَثَوبٍ كُتِبَ عَلَيهِنَّ القُرانُ، اور جائز ہے، دراھم اور دنانیر اور انگوٹھی اور کپڑے کو اٹھانا جن پر قرآن لکھا گیا ہو) اس لئے کہ یہ مصحف کے مشابہ نہیں اور ان پر اسم مصحف کا اطلاق نہیں ہوتا لہذا احکامِ قرآن ثابت نہیں ہوں گے۔

دِرهَم، دِرهِم اور دِرهَام چاندی کے سکّہ کو کہتے ہیں جو معاملہ کے لئے ڈھالے جاتے تھے اور یہ یونانی کلمہ ہے، منجد الطلاب میں ہے: [الدِرهَم و الدِرهِم و الدِرهَام] قطعة من فضة مضروبة للمعاملة، والكلمة يونانية ج دَرَاهم، والدراهم عند المولدين يطلق على النقود جميعا (ص ١٩٧) دِرهَم، دِرهِم اور دِرهام چاندی کا سکہ جو معاملہ کے

لئے بنایا گیا اور کلمہ یونانی ہے ان کی جمع دراھم ہے اور دراھم مولدین کے نزدیک تمام نقود پر بولا جاتا ہے، اس کے مختلف نام ہیں وہ یہ:

(۱) درہم شرعی

(۲) درہم بغلی

(۳) درہم خوارزی

(۴) درہم طبری، (الایضاح والتبیان فی معرفة المکیال والمیزان)

دنانیر جمع ہے دینار کی، دینار کہتے ہیں سونے کے سکہ کو، منجد الطلاب میں ہے [الدینار] ضرب من النقود الذهبية ج دنانير الخ (ص ۲۰۹) دینار کہتے ہیں نقود ذھبیہ کی ایک قسم کو (جو بطور سکّہ استعمال ہوتا تھا) (الایضاح والتبیان فی معرفة المکیال والمیزان) اس کی جمع دنانیر ہے۔ تبرک کے طور پر قرآن یا آیتیں یا آیت لکھی ہوئی پرچی جسے اسٹیکر کہتے ہیں جو دوکان اور مکان وغیرہ میں چسپاں کرتے ہیں اس کو اٹھانا اور چھونا جائز ہے، شارح فرماتے ہیں: **اما المكتوب للتبرك كالتمائم والنقد فيحل حملها ومسها من غير طهارة** (انوار ص ۱۸) تبرک کے لئے لکھا ہوا جیسے تعویذ اور سکہ اس کا اٹھانا اور چھونا بلا طہارت جائز ہے، **(وَكُتُبِ فِقهٍ وَحَدِيثٍ وَتَفسِيرٍ فِيهَا قُران بِشَرطٍ اَن يَكُونَ غَيرُ القُرانِ اَكثَرَ،** اور فقہ اور حدیث اور تفسیر کی کتابیں جن میں قرآن ہو اٹھانا اور چھونا جائز ہے بشرطیکہ غیر قرآن زیادہ ہو) اس لئے کہ ان کو مصحف نہیں کہا جاتا (المجموع ص ۷۵ ج ۲)

واما اذا حمل كتاب فقه وفيه أيات مِنَ القرأنِ او كتاب حَديث فيه أيات فوجهان مشهوران اصحهمَا بالاتفاق جَوازه لانّه ليس بمصحف۔ فقہ [وتفسیر] اور حدیث کی کتاب جس میں قرآن کی چند آیتیں ہوں تو اصح قول کے اعتبار سے بالاتفاق اٹھانا جائز ہے۔ اس لئے کہ مذکورہ کتاب کو مصحف نہیں کہا جاتا۔ (المجموع ص ۷۵ ج ۲) اگر

قرآن زیادہ ہو یا دونوں برابر ہوں تو حرام ہے: **فان کان القرآن اکثر او تساویا حرم ذلک** (منهج الطلاب مع فتح الوهاب ص ٢٥ ج ١) اگر قرآن زیادہ ہو یا دونوں برابر ہوں تو حرام ہے، قرآن کے ورق کو لکڑی یا اس جیسی چیز مثلاً پین سے چھونا جائز ہے۔ فتح الوہاب میں ہے: **وحل قلب وَرقه بعود اونحوه لانه (لیس بحمل) ولا فی معناه بخلاف مَالو قلبه بَیده ولو بلف خرقة علیها**۔ (ص ٨ ج ١) جائز ہے قرآن کے ورق کو لکڑی یا اس جیسی چیز سے الٹنا چونکہ یہ نہ تو اٹھانا ہے اور نہ اس کے معنی میں ہے۔ بخلاف ہاتھ کے اگرچہ اس پر کپڑا لپیٹا ہو۔

شارحؒ فرماتے: **قال الامام النووی فی المنهاج قلت الاصح حل قلب ورقه بعود وبه قطع العراقیون والله اعلم قال شارحه المحلی لانه لیس بحمل ولا فی معناه** (فیضُ الا له المالک ص ٤٤ ج ١) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے منہاج میں فرمایا میں کہتا ہوں کہ اصح قول کے مطابق جائز ہے قرآن کے ورق کو الٹنا لکڑی (یا اس جیسی چیز) سے اور یہی عراقیوں کا فیصلہ ہے واللہ اعلم منہاج کے شارح محلی فرماتے ہیں اس لئے کہ یہ نہ تو اٹھانا ہے اور نہ اس کے معنی میں ہے،

تفسیر جلالین

بے وضو تفسیر جلالین چھونا جائز ہے لیکن ورع اور تقوی یہ ہے کہ نہ چھوئے، ترشیح میں ہے: **رایت فی فتاوی الجمال الرملی انه سئل عن تفسیر الجلالین هو مساو للقرآن اوقرآنه اکثر فاجاب بان شخصا من الیمن تتبع حروف القرآن والتفسیر فوجده اکثر حروفا فعلم انه یحل حمله مع الحدث علی هذا اه کردی قال الباجوری والورع عدم حمل تفسیر الجلالین** (ص ٢٩) صاحبِ کتاب فرماتے ہیں میں نے فتاوی جمال رملی میں دیکھا کہ آپ سے تفسیر جلالین کے متعلق دریافت کیا گیا کہ کیا تفسیر قرآن کے برابر ہے یا قرآن تفسیر سے زیادہ ہے۔؟۔ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ

یمن کے ایک شخص نے تفسیر اور قرآن کے حروف کو ٹٹولا اور شمار کیا تو اس نے تفسیر کے حروف کو زیادہ پایا لہذا معلوم ہوا کہ بے وضو تفسیر جلالین کو اٹھانا" اور چھونا" جائز ہے۔ کردی باجوری کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ ورع اور تقوی یہ ہے کہ نہ اٹھائے "اور نہ چھوئے"۔

(وَيُمَكَّنُ الصَّبِيُّ الْمُحدِثُ مِن حَملِهٖ وَمَسِّهٖ، اور محدث ممیز بچہ کو موقع اور قدرت دینا قرآن اُٹھانے اور چھونے کے اعتبار سے جائز ہے) یہ اُس صورت میں ہے جبکہ سیکھنے کی حاجت ہو ورنہ ولی اور معلم پر بچہ کو طہارت کا مکلف بنانا واجب ہے [اور پھر اس کے ہاتھ میں قرآن دینا جائز ہے] مجموع میں ہے:

وان کا ن ممیز ا فھل یجب علی الولی ومعَلّمه تکلیفه الطھارة لحمل المصحف وَاللوح ومسھما؟ فیه وجھان مشھوران اصحھما عندَ الا صحاب لا یجب للمشقة۔ (ص ۷۵ ج ۲) اگر بچہ ممیز ہو تو کیا قرآن اور قرآن کی تختی اٹھانے اور چھونے کے لئے اس بچہ کو طہارت کا مکلف بنانا ولی اور معلم پر واجب ہے؟ اسمیں دو وجہ ہیں جن میں اصح وجہ یہ ہے کہ واجب نہیں چونکہ مشقت ہے، یہ مذکورہ حکم کہ ولی اور معلم پر مکلف بنانا واجب نہیں اس صورت میں ہے جبکہ ممیز طلبہ کو قرآن سیکھنا ہو، فتح الوہاب میں ہے: **فمحل عَدم الوجوب اذا کان ذٰلک للدراسة الخ** (لحاجة تعلمه ص ۸ ج ۱) اگر ممیز طلبہ کو قرآن سیکھنا ہو تو طہارت کا مکلف بنانا واجب نہیں چونکہ سیکھنے کی حاجت ہے، غیر ممیز بچہ کے ہاتھ میں قرآن دینا جائز نہیں **وَامّا الصبی فان کان غیر ممیز لم یجز لولیه تمکینه من المصحف لئلا ینتھکه**، ولی کے لئے غیر ممیز بچہ کے ہاتھ میں قرآن دینا جائز نہیں تاکہ بے ادبی نہ کرے۔ (المجموع ص ۷۵ ج ۲)

(وَلَو كَتَبَ مُحدِثٌ اَو جُنبٌ قُرانًا وَلَم يَمَسَّهُ وَلَم يَحمِلهُ جَازَ، اور اگر محدث یا جنبی قرآن لکھے درانحالیکہ نہ اس کو چھوئے اور نہ اُٹھائے تو جائز ہے) چھونے اور اُٹھانے

کی حرمت سے خالی ہونے کی بناء پر، محدث سے مُراد جس کو حدث اصغر لاحق ہو اور جنبی سے مراد جس کو حدث اکبر لاحق ہو۔

(وَلَو خَافَ عَلیَ المُصحَفِ مِن حَرَقٍ اَوغَرَقٍ اَویَدِ کَافِرٍ اَو نَجاسَۃٍ وَجَبَ اَخذُہُ مَعَ الحَدَثِ وَالجَنَابَۃِاِن لَم یَجِد مُستودَعًا لَہُ لٰکِن یَتَیَمَّمُ اِن قَدرَ، اور اگر محدث یا جنبی کو خوف ہو قرآن شریف جلنے یا ڈوبنے یا کافر کے ہاتھ میں چلے جانے یا نجاست میں گرنے کا تو ان صورتوں میں اس پر حدث اور جنابت کے باوجود قرآن شریف اُٹھانا واجب ہے اگر حفاظتِ قرآن کے لئے مستودع) یعنی مسلمان (نہ پائے) چونکہ قرآن کی حفاظت اور اکرام کرنا واجب ہے (المجموع ص۷۷ ج۲) (لیکن) یعنی باوجود حدث اور جنابت کے قرآن شریف اٹھانا واجب ہونے کی صورت میں (تیمم کرنا واجب ہے اگر قادر ہو) اس لئے کہ یہ بدل ہے طہارت ماء کا، اگر مستودع پائے تو حدث اور جنابت کے باوجود قرآن شریف اٹھانا ممنوع ہو گا۔

(وَیَحرُمُ تَوَسُّدُہُ وَغَیرِہِ مِن کُتُبِ العِلمِ، اور حرام ہے قرآن شریف اور اس کے علاوہ کتب شرعیہ کو تکیہ بنانا) اس لئے کہ اس میں تحقیر اور اہانت ہے، اس کے علاوہ ہر وہ صورت اختیار کرنا جس میں قرآن شریف اور کتب شرعیہ کی تحقیر اور اہانت ہو حرام ہے مگر چوری کا خوف ہو تو تکیہ بنانا یا اس کے علاوہ اہانت آمیز صورت اختیار کرنا حرام نہیں جائز ہے، **یحرم التوسد بکتب العلمیۃ الشرعیۃ الا اذا خیف سرقتھا فلا یحرم و الظاھر ان غیرہ مما فیہ آیۃ او آیات مِنَ القران کذلک:** شرعی کتابوں پر ٹیک لگانا حرام ہے مگر چوری کا خوف ہو تو نہیں اور شرعی کتابوں کے علاوہ دوسری کتابیں جن میں قرآن کی ایک آیت یا زائد ہوں ان کا حکم بھی شرعی کتابوں کی طرح ہے۔ (الا علام و الا ھتمام ص ۳۰)

واللہ تعالیٰ اعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ قَضَاءِ الحَاجَةِ)

(حاجت کو دور کرنے کا بیان)

بعض نسخوں میں ''باب آداب قضاء الحاجۃ'''اس طرح ہے، آداب مد کے ساتھ ہے اور ادب کی جمع ہے،ادب لغت میں امر مستحب کو کہتے ہیں لیکن یہاں مراد امر مطلوب ہے چاہے مندوب ہو یا واجب ، مصنف علیہ الرّحمہ نے اس باب کی ابتداء مندوبات سے کی، فرماتے ہیں:

(یُندَبُ لِمُرِیدِ الخَلاَءِ اَن یَنتَعَلَ، مستحب ہے بیتُ الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرنے والے کے لئے کہ چپل پہنے) اس لئے کہ یہ آپ ﷺ سے ثابت ہے، یا اس کے مانند ہر وہ چیز اپنانا مستحب ہے جو گندگی سے پاؤں کی حفاظت کرے، خلاء کہتے ہیں خالی جگہ کو اور عرف میں قضاء حاجت کے لئے بنائی ہوئی جگہ کو کہتے ہیں اور اس میں ساکن شیطان کے نام سے موسوم کیا گیا (اِلاَّ لِعُذرٍ، مگر عذر کی بناء پر) یعنی چپل یا اس کے مانند چیز نہ پائے یا پائے مگر پاؤں میں تکلیف ہونے کی وجہ سے پہن نہ سکے تو بلا پہنے داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں (وَیَستُرَ رَاسہُ، اور) مستحب ہے کہ (اپنا سر ڈھانکے) اس لئے کہ یہ آپ ﷺ سے ثابت ہے، سر ڈھانکنا چاہے ٹوپی سے ہو چاہے رومال وغیرہ سے ہو۔

(وَیُنَحِّیَ مَا فِیہِ ذِکرُ اللہِ وَرَسُولِہٖ وَکُلُّ اِسمٍ مُعَظَّمٍ، اور) مستحب ہے کہ (جس چیز میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذکر ہو اور ہر معظم نام ہو) جیسے انبیاء اور فرشتوں کے نام مثلاً محمد ﷺ یا جبرئیلؑ (اُس شئ کو داخل ہونے سے پہلے علیحدہ کرے) تعظیم ذکر اور اسمِ معظم کی بناء پر مطلب یہ ہیکہ ہم بیت الخلاء میں جس چیز کے ساتھ داخل ہوں گے اگر اس پر ذکر اللہ یا ذکرِ رسول ﷺ ہو یا معظم نام ہو تو پہلے اس شئ کو علیٰحدہ کرے اور پھر داخل ہو (فَاِن دَخَلَ بِالخَاتَمِ ضَمَّ کَفَّہُ عَلَیہِ، اگر کوئی شخص بیت الخلاء میں انگوٹھی) جس پر کوئی معظم چیز مکتوب ہو یعنی اللہ یا اُس کے رسول ﷺ کا ذکر ہو یا کسی نبی کا نام ہو

وغیرہ (پہن کر داخل ہو جائے) چاہے عمداً ہو یا سہواً (تو انگوٹھی پر اپنی ہتھیلی رکھے) تاکہ جتنا ممکن ہو اکرام کے پیش نظر معظم چیز پوشیدہ رہے اسی طرح مجموع میں ہے: وَاذا کان مَعَه خاتم فقد قلنا ینزعه قبل الدّخول فلو لم ینزعه سهوًا او عمداً وَدخل فقیل یضم عَلَیْه کفه لئلا یظهر (ص ۸۱ ج ۲) استنجاء کرنے والا انگوٹھی پہنا ہو تو بیت الخلاء میں داخل ہونے سے قبل نکالے اگر نہ نکالے اور بھول کر یا جان بوجھ کر داخل ہو جائے تو انگوٹھی پر اپنی ہتھیلی رکھے تاکہ ظاہر نہ ہو۔

(وَیُهَیِّئَ اَحجَارَالاِ ستِنْجَاءِ اور) مستحب ہے مستنجی کے لئے کہ (استنجاء کے ڈھیلوں کا انتظام کرے) استنجاء سے پہلے اگر ڈھیلوں سے استنجاء کرنا ہو تو (وَیَقُولَ عِندَ الدُّخولِ بِسم اللهِ اَللّٰهُمَّ اِنیّ اَعَوذُبِکَ مِنَ الخُبُثِ وَالخَبائِثِ وَعِندَ الخرُوْ جِ غُفرَ انَکَ اَلحَمدُ للهِ الَّذِیْ اَذهَبَ عَنیّ الاَذیَ وَعَافَانِي، اور) مستحب ہے کہ بیت الخلاء میں (دخول کے ارادہ کے وقت کہے) یعنی یہ دعا پڑھے: (بِسمِ اللهِ اَللّٰهُمَّ اِنیّ اَعُوذُبِکَ مِنَ الخُبُثِ وَالخبائِثِ) داخل ہوتا ہوں اللہ کے نام سے، اے اللہ: میں پناہ مانگتا ہوں تیری مذکر و مؤنث شیاطین سے۔)

وَیَستحب لِقاضی الحاجَةقا ئلاً عندارادة دخول بیت الخلا۔فان اغفل ذالک حتی دخل قال بقلبه۔ بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے وقت استنجاء کرنے والے کے لئے دعاء پڑھنا مستحب ہے لیکن اگر دعا پڑھنے میں غفلت ہو یہاں تک کہ بیت الخلاء میں داخل ہو جائے تو دل سے پڑھے (انور السنیة ص ۵۵)

(اور) مستحب ہے کہ (نکلتے وقت کہے) یعنی نکلنے کے بعد یہ دعا پڑھے: (غُفرَانَکَ اَلحَمدُ لِلهِ الَّذِی اَذهَبَ عَنیِ الاَذَی وَعَافانی) اے اللہ میں آپ سے مغفرت چاہتا ہوں، تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے مجھ سے تکلیف دہ چیزیں دور کی اور مجھے عافیت عطا کی،)

بیت الخلاء جانے اور اس سے نکلنے کے وقت اَعُوذُ وغفرانک پڑھنے کی وجہ

بیت الخلاء میں جانے کے وقت اَعُوْذُبِاللہِ مِنَ الْخُبثِ وَالْخَبَائِث پڑھنا اس لئے مستحب ہے کہ اس جگہ شیاطین جمع رہتے ہیں اس لئے کہ ان کو نجاست بھاتی ہے۔ اور بیت الخلاء سے نکلنے کے وقت غُفرَانَکَ کہے کیونکہ بیت الخلاء میں ذکر الٰہی ترک ہو جاتا ہے اور شیاطین سے مخالطت کا وقت ہوتا ہے اس سے مغفرت مانگنی مناسب ہے (احکام اسلام عقل کی نظر میں)

(وَیُقَدِّمَ دَاخِلاً یَسَارَہُ وَخَارِجًا یَمِینَہُ، اور) مستحب ہے کہ (بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت اپنے بائیں پاؤں کو پہلے داخل کرے) کیونکہ یہ اس گندگی کے مناسب ہے، (اور نکلتے وقت دائیں کو پہلے نکالے) اسلئے کہ یہ گندگی کے علاوہ کے لئے مناسب ہے۔

(وَلاَ یَختَصُّ ذِکرُ الدُّخُولِ لِلخَلاَءِ وَالخُرُوجِ وَتَقدِیمُ الیُسرٰی وَالیُمنیٰ وَتَنحِیَۃُ ذِکرِ اللہِ تَعَالیٰ وَرَسُولِہٖ بِالبنیَان بَل یُشرَعُ بِالصَّحرَاءِ اَیضًا، اور بیت الخلاء میں دخول وخروج کے وقت کی دعائیں پڑھنا اور بائیں ودائیں پاؤں کو مقدم رکھنا اور جس چیز میں اللہ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ذکر ہو اس کو علیحدہ کرنا) یہ تمام مستحبات (بستی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جنگل میں بھی مشروع) اور مطلوب (ہیں) اس لئے کہ جنگل اگرچہ وہ شیاطین کی پناہ گاہ نہیں ہوتی لیکن قضاءِ حاجت کی وجہ سے وہ ان کے لئے پناہ گاہ ہو جاتی ہے لہذا صحراء کا حکم بنیان کی طرح ہوا (وَلاَیَرفَعَ ثَوبَہُ حَتّٰی یَدنُوَ مِنَ الاَرضِ، اور) مستحب ہے کہ قضاء حاجت کے وقت (اپنے کپڑے نہ اٹھائے یہاں تک کہ زمین سے قریب ہو جائے) تاکہ ستر کی حفاظت ہو [چونکہ ستر دکھانا اور دیکھنا دونوں حرام ہے]

(وَیُرخِیَہُ قَبلَ اِنتِصَابِہٖ، اور) جب قضاء حاجت سے فارغ ہو جائے تو مستحب ہے کہ (کھڑا ہونے سے پہلے اپنے کپڑے چھوڑدے) تاکہ ستر کی حفاظت ہو

(وَيعتَمِدَ فِي الجَلُوسِ عَلَى يسَارِهِ، اور) مستحب ہے کہ قضاء حاجت کے لئے (بیٹھنے کی حالت میں اپنے بائیں پاؤں پر سہارا لے) اور دائیں پاؤں کو کھڑا کرے اس طور پر کہ اس کی انگلیاں زمین پر رکھے اور باقی حصہ کو اٹھائے اس لئے کہ اس سے پیشاب اور پاخانہ صاف ہو جاتا ہے (وَلاَ يُطِيلَ، اور) مستحب ہیکہ (زیادہ دیر نہ بیٹھے) اس لئے کہ زیادہ دیر بیٹھنے سے پیٹ کو تکلیف پہنچتی ہے اور کہا گیا ہے کہ بواسیر کی بیماری پیدا ہوتی ہے (وَلاَ يَتَكَلَّمَ، اور) مستحب ہے کہ قضاء حاجت کے وقت (بات نہ کرے) بلا عذر اس لئے کہ فرشتوں کو تکلیف پہنچتی ہے (فَإِذَا انقَطَعَ البَولُ مَسَحَ بِيَسَارِهِ مِن دُبُرِهِ إِلَى رَاسِ ذَكَرِهِ وَيَنثُرِ بِلُطفٍ ثَلاثاً، پھر جب پیشاب سے فارغ ہو جائے تو اپنے بائیں ہاتھ میں ڈھیلا لے کر دبر کی جانب سے ذکر کے سرے تک پونچھے) عورت: اپنے عانہ کو دبائے (اور) اس کے بعد (نرمی سے ذکر کو تین مرتبہ جھٹکے) تاکہ پیشاب کا قطرہ اگر باقی ہو تو خارج ہو جائے، اس کو استبراء کہتے ہیں اور یہ جھٹکنے کی طرح کھانسنے اور چلنے سے بھی حاصل ہوتا ہے۔

حکم استبراء

اگر غالب گمان ہو پیشاب کے مکمل منقطع ہونے کا تو استبراء مندوب ہو گا ورنہ یعنی غالب گمان ہو پیشاب کے مکمل منقطع نہ ہونے کا تو واجب ہو گا۔

(وَلاَ يَبُولَ قَائِمًا بِلاَ عُذرٍ، اور) مستحب ہے کہ (بلا عذر کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرے) اس لئے کہ مکروہ ہے لیکن اگر عذر ہو تو مکروہ نہیں، (وَلا يَستَنجِيَ بِالْمَاءِ فِي مَوْضِعِهِ إِنْ خَافَ تَرَشُّشًا، اور) مستحب ہے کہ (قضاء حاجت کے لئے بیٹھنے کی جگہ میں اگر چھینٹے اڑنے کا خوف ہو تو وہاں پانی سے استنجاء نہ کرے) بلکہ ایسی جگہ منتقل ہو جائے جہاں چھینٹے اڑنے کا خوف نہ ہو کیونکہ بدن یا کپڑے کے جس حصہ پر چھینٹے اڑ جائیں گے وہ حصہ ناپاک ہو گا (وَلاَ يَنتَقِلَ فِي المَرَاحِيضِ اور بیت الخلاء میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل

نہ ہو) اس لئے کہ اس جگہ چھینٹے اڑنے سے حفاظت ہوتی ہے، یہی حکم ہو گا پتھر سے استنجاء کرنے کا کیونکہ اس صورت میں رشاش کا اندیشہ ہی نہیں ہوتا، (وَيَبْعُدَ فِي الصحَرَا، اور) مستحب ہے کہ قضاء حاجت کے وقت (جنگل میں لوگوں سے دوری اختیار کرے) اس طور پر کہ لوگ نہ مستنجی کی آواز سنے اور نہ بُو سونگھے (وَيَسْتَتِرَ، اور) مستحب ہے کہ (لوگوں کی نظروں سے پردہ کرے) یعنی ساتر کی آڑ میں قضاء حاجت کرے، ساتر کی مقدار بیٹھنے کی حالت میں ایک ذراع کے دو ثلث ہیں یعنی استنجاء کرنے والے کے لئے زمین سے شرمگاہ چھپنے تک اور اگر کھڑے ہو کر کرے تو پاؤں کے آخری حصہّ سے شرم گاہ چھپنے تک کی مقدار ساتر کا لمبا ہونا ضروری ہے۔ اور چوڑا بھی اتنا ہی ضروری ہے کہ جس سے ستر کے آس پاس کی جگہ چھپ جائے اور استنجاء کرنے والا تین ذراع یا اس سے کم مقدار میں مذکورہ ساتر سے قریب ہو، ذراع سے مراد آدمی کے ہاتھ کی کہنی سے انگلی تک کا حصّہ ہے۔ وَالمراد بالذراع ذراع الأدمی یعنی ذراع سے مراد آدمی کا ذراع ہے۔ (شرح منهاج مع حاشيه قليوبى ص ٣٩ ج ١) -

(وَلاَيَبُوْلَ فِي جُحرٍ، اور) مستحب ہے کہ (سوراخ میں پیشاب نہ کرے) کیونکہ حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے، علتِ منع یہ ہے کہ جنات سوراخ میں رہتے ہیں کبھی اس میں پیشاب کرنے والے کو تکلیف دیتے ہیں، یہی حکم ہو گا پاخانہ کا (وَمَوْضَعِ صَلبٍ، اور) مستحب ہے کہ (سخت جگہ میں نہ کرے) تاکہ سخت جگہ کی وجہ سے پیشاب کے چھینٹے بدن یا کپڑے پر نہ آئیں (وَمَهَبِ رِيحٍ، اور) مستحب ہے کہ (ہوا چلنے کی جگہ نہ کرے) تاکہ ہوا چلنے کی وجہ سے پیشاب کے چھینٹے بدن یا کپڑے پر نہ آئیں (وَمَوْرِدٍ وَمُتحَدَّثٍ لِلنّاسِ وَطَرِيقٍ، اور پیشاب) پاخانہ (نہ کرے پانی پینے کی جگہ پر اور لوگوں کے بات کرنے کی جگہ اور راستہ پر) اگر کرے تو مکروہ ہے۔

اس لئے کہ لوگوں کے لئے نقصان دہ ہوگا، یہی حکم ہوگا گرمی کے موسم میں سایہ کی جگہ اور سردی کے موسم میں سورج کی کرنیں گرنے کی جگہ پیشاب پاخانہ کرنے کا، (وَتَحتَ شَجَرَةٍ مُثْمِرَةٍ،اور) پیشاب پاخانہ نہ کرے (پھل دار درخت کے نیچے) اگر کرے تو مکروہ ہے، پھل کے نجاست سے آلودہ ہونے کا اندیشہ ہے (وَعِندَ قَبرٍ، اور) پیشاب پاخانہ نہ کرے (قبر کے پاس) اگر کرے تو مکروہ ہے۔ اس لئے کہ میت کو تکلیف ہوتی ہے اور زائر کے بدن یا کپڑے کے کسی حصہ کے ناپاک ہونے کا اندیشہ ہے، (وَفِي المَاءِ الرَّاكِدِ وَقَلِيلٍ جَارٍ، اور) پیشاب پاخانہ نہ کرے (ٹھہرے ہوئے اور تھوڑے جاری پانی میں) راکد پانی اگر قلتین سے کم ہو تو اس میں استنجاء کرنا حرام ہے اور اگر زیادہ ہو تو حرام نہیں لیکن بچنا اولیٰ ہے [وفی الماء الراکد] قال النووی: وینبغی ان یحرم البول فی الماء القلیل جاریا او راکدا وفی الکثیر الا ولی اجتنا به (انوار المسالک ص ۲۰) شارحؒ فرماتے ہیں ماء راکد کے بارے میں کہ امام نووی نے فرمایا ماء قلیل میں پیشاب (پاخانہ) کرنا حرام ہے جاری ہو یا راکد اور ماء کثیر (یعنی قلتین سے زائد پانی) میں اس سے بچنا اولی ہے۔

مجموع میں ہے: ان یحرم البول فی القلیل مطلقًا لا نّه ینجسه وَیتلفه علیٰ نفسه وعلیٰ غیره وَامّا الکثیر الجَاری فلایحرم لکن الا ولیٰ اجتنابه، قلتین سے کم پانی میں چاہے جاری ہو یا راکد پیشاب کرنا حرام ہے اس لئے کہ پانی ناپاک ہوتا ہے اور مستنجی وغیرہ کے لئے بیکار ہو جاتا ہے۔ قلین سے زیادہ پانی اگر جاری ہو تو اس میں پیشاب کرنا حرام نہیں لیکن بچنا اولیٰ ہے۔(شرح مهذ ب ص ۱۰۱ ج۲)۔

(وَلاَ مُستَقْبِلَ الشَّمسِ وَالقَمَرِ وَبَيْتِ المَقْدِسِ وَمُستَدْبِرهُ، اور پیشاب پاخانہ کے وقت سورج اور چاند اور بیت المقدس کی طرف نہ رخ کرے اور نہ پشت) اور اگر رخ یا پشت کرے تو مکروہ ہے لیکن امام نووی روضہ اور شرح مہذب میں فرماتے ہیں کہ

سورج اور چاند کی طرف استدبار مکروہ نہیں ہے اور تحقیق میں فرماتے ہیں ان کی طرف کر اہت استقبال کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (وَيَحرُمُ البَولُ عَلىَ مَطعُومٍ وَعَظمٍ وَمُعَظَّمٍ، اور حرام ہے پیشاب کرنا کھانے کی چیز پر اور ہڈی اور معظم چیز پر) اس لئے کہ مطعوم محترم اور انسان کی غذا ہے لہذا اس کو ناپاک کرنا جائز نہیں، ہڈی محترم اور جنات کی غذا ہے لہذا اس کو ناپاک کرنا جائز نہیں اور معظم چیز محترم ہے لہذا نجاست سے تلویث سے اس کی حفاظت واجب ہے۔

(وَقَبرٍ، اور) حرام ہے پیشاب کرنا (قبر پر) اس لئے کہ قبر کے پاس پیشاب کرنے کے بہ نسبت اوپر کرنے سے میت کو تکلیف اور اسکی اہانت زیادہ ہوتی ہے، (وَفِي مَسجِدٍ وَلَو فيِ اِنَاءٍ، اور) حرام ہے پیشاب کرنا (مسجد میں اگر چہ برتن میں ہو) نجاست سے مسجد کی حفاظت کرتے ہوئے۔

(وَيَحرُمُ استقبَالُ القِبلَةِ وَاستِدبَارُهَا ببَولٍ اَوْ غَائطٍ فِی الصَّحرَاءِ بِلاَحَائلٍ، اور جنگل میں بلا حائل پیشاب یا پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف رخ یا پشت کرنا حرام ہے) روایت شیخین کی بناء پر کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم قضاء حاجت کے لئے آؤ تو قبلہ کیطرف رخ اور پشت نہ کرو (وَيُباحَانِ فِي اُلبنيَانِ اِذَا قَرُبَ مِنَ السَّاتِرِ نَحوَ ثَلاَثَةِ اَذرُعٍ وَيكفِي مُرتفعِ ثُلثَی ذِرَاعٍ، اور دونوں) استقبال اور استدبار پیشاب یا پاخانہ کے وقت (جائز ہے بستی میں جبکہ مستنجی ساتر سے تین ذراع) جتنی مقدار (قریب ہو) تین ذراع کی مقدار قرب میں شرط ہے (اور ایک ذراع کے دو ثلث) کی مقدار، یا اس سے زیادہ (ساتر کا لمبا ہونا کافی ہو گا) ایک ذراع کے دو ثلث یہ مقدار بیٹھ کر استنجاء کرنے کی صورت میں شرط ہے، یعنی استنجاء کرنے والے کے لئے زمین سے شرمگاہ چھپنے تک اور اگر کھڑے ہو کر کرے تو پاؤں کے آخری حصہ سے شرمگاہ چھپنے تک کی مقدار ساتر کا لمبا ہونا

ضروری ہے، اور چوڑا بھی اتنا ہی ضروری ہے کہ جس سے ستر کے آس پاس کی جگہ چھپ جائے، ذراع سے مراد آدمی کے ہاتھ کی کہنی سے انگلی تک کا حصہ ہے والمراد بالذراع ذراع الاٰدمی، یعنی ذراع سے مراد آدمی کا ذراع ہے(شرح منهاج مع حاشیۂ قلیوبی ص ۳۹ ج ۱)۔

(مِنْ جِدَارٍ وَوَهدَةٍ وَدَابَّةٍ وَذَيله المَرخي قُبالَةَ الْقِبلَةِ، ساتر چاہے دیوار ہو یا گڑھا ہو یا جانور ہو) چاہے جانور کھڑا ہو یا بیٹھا ہو (یا مستنجی کا دامن جس کو قبلہ کی جانب لٹکا دیا گیا ہو) دلیلِ جواز یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں" میں ایک دن حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنھا کے گھر پر چڑھا تو میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ حاجت کے وقت شام کی طرف رخ کئے ہوئے اور کعبہ کی طرف پشت کئے ہوئے ہیں"(تحفة الا حوذی)

(وَالاِعتِبَارُفِي الصَّحراءِوَالبُنْيَانِ بِالسُّترَةِ فَحَيثُ قَرُبَ مَنها عَلىٰ ثَلاثَةِ اَذرُعٍ وَهِيَ ثُلُثَا ذِراعٍ جَازَفِيهِما وَالاَّفَلااِلاَّفِي المَرَاحِيضِ فَيَجُوزُمَعَ كَرَاهَةٍوَاِن بَعُدَجِدَارُهَا اَو قَصُر اور) حرمت استقبال واستدبار میں (اعتبار جنگل اور بستی میں سترہ کا ہے اگر مستنجی سترہ سے تین ذراع کی مقدار قریب ہو اور سترہ ایک ذراع کے دو ثلث) کی مقدار زمین سے لمبا(ہو تو جنگل اور بستی میں جائز ہے) استقبال اور استدبار (ورنہ جائز نہیں مگر بیت الخلاء میں کراہت کے ساتھ جائز ہے، اگرچہ بیت الخلاء کی دیوار دور ہو) تین ذراع کی مقدارِ مشروط سے، (یا ایک ذراع کے دو ثلث کی مقدار سے ساتر کی لمبائی کم ہو) اس مذکورہ حکم کا اعتبار صحیح ہے مجموع، شرح مسلم اور ان کے علاوہ میں، آگے مصنفؒ استنجاء کے وجوب اور طریقہ کو بیان فرماتے ہیں۔

(وَيَجِبُ الْاِ سْتِنْجَاءُ مِنْ كُلِّ عَيْنٍ مُلَوِّ ثَةٍ خَا رِجَةٍ مِنَ السَّبِيْلَيْنَ، اور استنجاء واجب ہوتا ہے سبیلین سے نکلنے والی ہر اس چیز سے جو ملوث ہو) استنجاء واجب ہونے کے چار قیود ہیں وہ یہ: (۱)من کل عین (۲)ملوثة(۳)خارجة من سبیلین(٤)نجسة،

(لَارِيْحٍ وَدُوْدَةٍ وَحَصَاةٍ وَبَعَرَةٍ بِلَارُطُوْبَةٍ، استنجاء واجب نہیں ہوتا خروج ریح،

کیڑے، کنکر اور مینگنی سے جو تر نہ ہو) اس لئے کہ ان چیزوں میں تلویث [تری] نہیں ہے

اور استنجاء واجب ہونے کے جو چار قیود مذکور ہیں ان میں دوسری قید یہ ہے کہ نکلنے والی چیز

تر ہو لہذا ان چیزوں کے خروج کی وجہ سے استنجاء واجب نہیں ہوتا۔

مطلق حکم استنجاء

یعنی استنجاء بالماء ہو یا بالحجر واجب ہے فرمانِ رسول ﷺ کی بناء پر وہ یہ:

لقولہ ﷺ والیستنج بثلاثۃ احجار۔رواہ الشافعی وابو داود وغیرھما

باسانید صحیحۃ کمافی المجموع وھو امر۔۔والامر للوجوب غالبا (فیض

ص ٤٩ ج١) فرمان رسول ﷺ کی بناء پر کہ مستنجی تین ڈھیلوں سے استنجاء کرے۔

اس کو روایت کیا امام شافعیؒ نے اور ابو داود اور ان دونوں کے علاوہ نے صحیح سندوں کے

ساتھ، جیسا کہ مجموع میں ہے اور یہ امر ہے اور امر غالبا وجوب کے لئے آتا ہے۔

(وَتَكفِي الْاَحْجَارُ، اور استنجاء میں ڈھیلے کافی ہیں) مراد تین ڈھیلے ہیں اس لئے

کہ آپ ﷺ نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور حکم دیا ہے تین ڈھیلوں سے استنجاء کا اور ان

سے کم ڈھیلوں سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے (وَلَوْ فِى نَادِرٍ كَدَمٍ، اگر چہ نکلنے والی

چیز میں نادر ہو جیسے خون) اس لئے کہ اعتبار مخرج کا ہے نہ کہ خارج کا: (وَتَعْقِيْبُهَا بِالْمَاءِ

اَفْضَلُ، اور ڈھیلے کے بعد پانی کا استعمال افضل ہے) اس لئے کہ عین نجاست ڈھیلوں سے

زائل ہوتی ہے اور اثر و عین پانی سے، اور اگر ان دونوں میں اقتصار کرنا چاہے تو پانی پر اقتصا

ر کرنا افضل ہے، واذا الاقتصار علی احدھما فالماء افضل لانہ یزیل العین والاثر

(کفایۃ ص ۲۵ ج۱) پانی اور پتھر ان دونوں میں سے کسی ایک سے استنجاء کرنا ہو تو پانی سے

افضل ہے اس لئے کہ پانی عین نجاست اور اثر دونوں کو ختم کرتا ہے۔

(وَيُغْنِي عَنِ الْحَجَرِ كُلُّ جَامِدٍ طَاهِرٍ قَالِعٍ لِلنَّجَاسَةِ غَيْرِ مُحْتَرَمٍ وَمَطْعُوْمٍ،
اور استنجاء میں حجر کے بجائے کافی ہوگی ہر خشک، پاک، نجاست کو دور کرنے والی، غیر محترم اور غیر مطعوم چیز) یہ پانچ شرائط ہیں ڈھیلہ کے علاوہ سے استنجاء صحیح ہونے کے لہذا جس چیز میں یہ مذکورہ شرائط پائے جائیں گے وہ چیز ڈھیلہ کے حکم میں ہوگی لہذا اس سے استنجاء صحیح ہوگا، محترم یعنی روٹی، ہڈی یا ایسا کوئی کاغذ جس میں شریعت کی بات مکتوب ہو، وغیرہ، اگر محترم چیز سے استنجاء کرے تو کافی نہ ہوگا اور گنہگار بھی ہوگا، واذا استنجیٰ بمحترم عصی ولا یجزبه علی الصحیح، (کفایه ص ۲٦ ج ۱) اگر استنجاء کرنے والا محترم چیز سے استنجاء کرے تو گنہگار ہوگا اور صحیح قول کے مطابق اس سے استنجاء کرنا کافی بھی نہ ہوگا۔ (كَجِلْدِ الْمُذَكَّى قَبْلَ الدِّبَاغِ، جیسے ذبح کردہ جانور کی کھال دباغت سے پہلے) اس میں مذکور تمام شرائط پائیں جاتے ہیں لہذا یہ ڈھیلہ کے حکم میں ہے اس سے استنجاء جائز ہے۔

اعتراض اور جواب

اعتراض: جلد دباغت سے پہلے تو مطعوم ہے اور مطعوم سے استنجاء کیسے صحیح ہوگا کیونکہ جس چیز سے استنجاء صحیح ہے اس کی ایک شرط یہ ہے کہ وہ مطعوم نہ ہو؟ جواب: جلد کو دباغت سے پہلے مطعوم نہیں کہا جاتا اس لئے کہ وہ ملحق ہوتی ہے کپڑے کے ساتھ۔

(فَلَوِ اسْتَعْمَلَ مَائِعاً غَيْرَ الْمَاءِ أَوْ نَجِساً أَوْ طَرَأَتْ نَجَاسَةٌ أَجْنَبِيَّةٌ أَوِ انْتَقَلَ مَا خَرَجَ مِنْهُ عَنْ مَوْضِعِهِ أَوْ جَفَّ أَوِ انْتَشَرَ حَالَ خُرُوجِهِ وَجَاوَزَ الْأَلْيَةَ أَوِ الْحَشَفَةَ تَعَيَّنَ الْمَاءُ، اگر استنجا میں پانی کے علاوہ مائع، جیسے سرکہ، یا ناپاک چیز، جیسے مینگنی، استعمال کرے یا اجنبی نجاست طاری ہو یا شرمگاہ سے نکلنے والی چیز منتقل ہو جائے استنجاء کی جگہ سے یا نکلنے والی چیز خشک ہو جائے یا پھیل جائے نکلتے وقت اور تجاوز کر جائے سرین سے یا حشفہ سے تو پانی متعین ہو جاتا ہے) کیونکہ یہ صورت شاذو نادر ہے (مهذب مع المجموع ص۱۳۳ ج۲)

مصنفؒ کی عبارت " فلو استعمل " سے لیکر او"الحشفة" کی تمام صورتوں میں پانی کا استعمال استنجاء میں ضروری ہوتا ہے صرف استنجاء بالحجر کے شرائط فوت ہونے کی بنا پر، حشفہ کہتے ہیں شرمگاہ کی اس مکمل کٹی ہوئی مقدار کو جو ختنہ کے بعد ظاہر ہوتی ہے (انوار السنیہ ص ٦٩) وجاوز الالية:اور تجاوز کرجائے سرین سے مراد سرین کے اس حصہ سے جو چلنے کی صورت میں پوشیدہ ہوتا ہے(مهذب مع المجموع ص ١٣٣ ج٢)

(فَاِنْ لَمْ يُجَاوِزْهُمَا كَفَى الْحَجَرُ، اگر دبر سے نکلنے والی چیز سرین سے) مراد سرین کے اس حصہ سے جو چلنے کی صورت میں پوشیدہ ہوتا ہے (اور قبل سے نکلنے والی چیز حشفہ سے تجاوز نہ کرے توڈھیلہ سے استنجاء کافی ہے) پانی کا استعمال ضروری نہیں چونکہ اس سے بچنا دشوار ہے(المهذب) (وَيَجِبُ اِزَالَةُ الْعَيْنِ، اور واجب ہے استنجاء میں عین نجاست کو دور کرنا) دوسری تمام نجاستوں کی طرح (وَاِسْتِيْفَاءُ ثَلاَثِ مَسَحَاتٍ، اور) ڈھیلہ سے استنجاء کی صورت میں (تین مسحات مکمل کرنا واجب ہے) حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آپ ﷺ نے ہم کو منع کیا تین پتھر[ڈھیلے] سے کم میں استنجاء کرنے سے (اِمَّا بِثَلاَثَةِ اَحْجَارٍ اَوْ بِحَجَرٍ لَهُ ثَلاَثُ اَحْرُفٍ وَاِنْ اُنْقِيَ بِدُوْنِهَا) تین مسحات کی تکمیل حاصل ہوتی ہے، (یا تو تین ڈھیلوں سے یا ایک ایسے ڈھیلہ سے جس کے تین کونے ہوں) چونکہ مقصد عدد مسحات ہیں جو اس صورت میں بھی حاصل ہوتے ہیں (مهذب مع المجموع) ہر ایک کونے سے ایک مسح کرے اس طر تین مسحات کرنا ضروری ہے، (اگرچہ تین مسحات سے کم میں محل استنجاء) یعنی استنجا کی جگہ (صاف ہو۔)

(فَاِنْ لَمْ تُنْقِ الثَّلاَثَةُ وَجَبَ الْاِنْقَاءُ، اور اگر تین مسحات سے صاف نہ ہو تو صاف کرنا واجب ہے) اگرچہ تین مسحات سے زائد ہوں کیونکہ اصل مقصد نظافت اور صاف ہونا ہے (وَنُدِبَ اِيْتَارٌ، اور مستحب ہے طاق عدد میں ڈھیلے کا استعمال) یہ اس صورت میں

ہے جب کہ جفت عدد میں صاف ہو اس لئے کہ اگر طاق عدد میں صاف ہو جائے تو استحباب حاصل ہی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص استنجاء کرے اس کو چاہیئے کہ طاق عدد پتھر [ڈھیلے] استعمال کرے (وَيُنْدَبُ اَنْ يَبْدَ اَبِالاَ وَّلِ مِنْ مُقَدَّمِ الصَّفْحَةِ الْيُمْنَى وَيُمِرَّهُ اِلَى مَوْضِعِ ابْتِدَائِه ثُمَّ يَعَكِس بِالثَّانِي ثُمَّ الثَّالِثِ عَلَى الصَّفْحَتَينِ والْمَسْرُ بَةِ، اور مستحب ہے کہ پہلے ڈھیلہ سے ابتداء کرے محل استنجاء کے دائیں کنارے کے اگلے حصہ سے اور ڈھیلہ کو اس کی ابتداء کی جگہ تک لے جائے) آہستہ آہستہ، (پھر دوسرے ڈھیلہ سے پہلے کے برعکس کرے) یعنی محل استنجاء کے بائیں کنارے کے اگلے حصہ سے شروع کرے اور اس کے ابتداء کی جگہ تک لے جائے آہستہ آہستہ (پھر تیسرے ڈھیلہ کو دونوں) دائیں اور بائیں (کناروں اور محل استنجاء پر گھمائے) ہر ایک ڈھیلہ گھماتے وقت پیشاب یا پاخانہ سے متصل مکمل جگہ کا محیط ہونا ضروری ہے اور واجب یہ ہیکہ ہر ایک مسح [یا ڈھیلہ] میں پورے محل کا احاطہ کرے (وَيَجِبُ وَضْعُهُ اَوَّلاً بِمَوْضِعِ طَاهِرٍ ثُمَّ يُمِرَّهُ، اور واجب ہے) یعنی ڈھیلہ سے استنجاء کی صورت میں تاکید کی گئی ہے کہ (ڈھیلہ کو سب سے پہلے پاک جگہ پر رکھے) یعنی وہ جگہ جو پیشاب یا پاخانہ سے ملوث نہ ہو، ناپاک یعنی ملوث جگہ پر نہ رکھے اس لئے کہ اس جگہ رکھنے سے نجاست پھیلے گی تو پھر پانی کا استعمال ضروری ہو گا (پھر اس کو گھمائے) مذکورہ طریقہ کے مطابق کناروں اور محل استنجاء پر۔

(وَيُكْرَهُ الْاِ سْتِنْجَاءُ بِيَمِيْنِهِ فَلْيَا خُذِالْحجَرَ بِيَمِيْنِهِ وَالذَّ كَرَ بِشِمَالِهِ وَيُحَرِّ كها، اور مکروہ ہے اپنے دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا) اس لئے کہ آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے، اگر یہ ممکن نہ ہو اور دائیں ہاتھ کی مدد کی ضرورت ہو، (لہٰذا مستنجی ڈھیلہ کو اپنے دائیں ہاتھ میں اور ذکر کو بائیں ہاتھ میں لے اور اس کو حرکت دے) اس طرح کرنے سے بائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا شمار ہو گا نہ کہ دائیں ہاتھ سے (وَالْاَفْضَلُ تَقْدِيْمُ الِا سْتِنجَا ئِ عَلَى الوُ ضُوْءِ اور افضل

ہے کہ استنجاء کو وضو پر مقدم کرے) تاکہ حدث لاحق ہونے سے حفاظت ہو اور اس کے اختلاف سے نکلتے ہوئے جس نے وضو سے پہلے استنجاء کو واجب قرار دیا ہے جیسا کہ فقہی قاعدہ ہے: **الخروج من الخلاف مستحب** (الا شباہ والنظا ئر ص ۱۳۶) اختلاف سے نکلنا مستحب ہے (فَاِنْ اَخَّرَہٗ عَنْہُ صَحَّ اَوْ عَنِ التَّیَمُّمِ فَلاَ، اگر استنجاء کو وضو سے مؤخر کرے تو صحیح ہے) اس لئے کہ نجاست کو دور کرنا وضو میں شرط نہیں ہے (لیکن تیمم سے موخر کرے تو صحیح نہیں) اسلئے کہ تیمم حدث کو دور نہیں کرتا بلکہ اس کے ذریعہ نماز مباح ہوتی ہے اور نماز مباح نہ ہو گی مانع کے ہوتے ہوئے اس کے بر خلاف وضو حدث کو دور کرتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بابُ الغُسلِ)

(غسل کا بیان)

لفظِ **غسل** غین کے فتح اور ضمہ کے ساتھ ہے، فقہاء کے نزدیک ضمہ مشہور ہے پورے بدن کے دھونے میں اور فتح بعض بدن اور کپڑا وغیرہ میں،

لغت میں غسل کہتے ہیں: کسی چیز پر پانی بہانا اور شرعاً کہتے ہیں: نیت کے ساتھ پورے بدن پر پانی بہانا، اور اس کی دلیل، اللہ کا فرمان ہے: **وَاِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا** (سورۂ مائدہ آیت نمبر ٦) اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو سارا بدن پاک کرلو (تحقیق علی عمدہ ٤٠)

جس مکان میں کتّا یا جنبی یا تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہ آنے کی وجہ

آں حضرت ﷺ فرماتے ہیں: **لا یدخل الملائکۃ بیتا فیہ صورۃ ولا کلب ولا جنب** (ابوداود ونسائی) یعنی جس مکان میں تصویر ہوتی ہے اس میں نہ فرشتے آتے ہیں اور نہ اس مکان میں جس میں کتّا ہو [یعنی جو کتّا کھیت باغ، جانوروں کی حفاظت کے لئے یا شکار سکھا کر پالا ہو اس کا یہ حکم نہیں، شوقیہ کا یہ حکم ہے] (حاشۂ احکام الاسلام) اور نہ اس مکان میں جس میں جنبی آدمی ہو (یعنی جس پر غسل فرض ہو اور بغیر مجبوری کے دن بھر بے غسل رہے) ان سے مراد یہ ہے کہ ان چیزوں سے فرشتوں کو نفرت ہے کیونکہ فرشتوں کے اندر جو صفات پائی جاتی ہیں یعنی بہت پاکی اور نجاست ظاہری و معنوی مثلاً بُت پرستی اور اس کے مقدمات جیسے جاندار کی تصویریں رکھنے سے نفرت یہ سب چیزیں ان صفات کی ضدوں کی حامل ہیں اس لئے ضدین ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے، (احکام الاسلام)

(**یَجِبُ عَلَی الرَّجُلِ مِنْ خُرُوْجِ الْمَنِیِ**، مرد پر غسل واجب ہوتا ہے منی نکلنے سے) چاہے سوچنے یا دیکھنے سے نکلے چاہے نیند یا بیداری میں نکلے اگرچہ ایک قطرہ ہو اور بغیر شہوت کے ہو، فرض غسل کے بعد اگر منی خارج ہو جائے تو دوسری بار بھی غسل

کرنا واجب ہے، ولو خرج المنی فی دفعات وجب الغسل بکل مرّۃ وان قل (منہاج مع حاشیۂ قلیوبی ص ٦٣ ج ١) جب بھی منی خارج ہو، چاہے تھوڑی ہو، غسل کرنا واجب ہوتا ہے اس وجہ سے کہ خروج منی موجبِ غسل ہے، موجبہ ستة الثانی خروج المنی (الدر البہیہ ص ۱۰) غسل کو واجب کرنی والی چھ چیزیں ہیں جن میں دوسری چیز منی کا نکلنا ہے۔

منی نکلنے سے غسل واجب ہونے کی وجہ اور پیشاب وپاخانہ (وغیرہ) سے غسل واجب نہ ہونے کی وجہ

حاذق طبیبوں نے لکھا ہے کہ جماع (یا بغیر جماع) سے منی نکلنے پر غسل کرنا بدن کی تحلیل شدہ قوتوں اور کمزوریوں کو لوٹا دیتا ہے اور بدن وروح کے لئے نہایت نافع اور مفید ہے اور جنابت (یعنی ناپاکی) میں رہنا اور غسل نہ کرنا بدن وروح کے لئے سخت نقصان دہ ہے اس امر کی خوبی پر عقل وفطرت سلیمہ کافی گواہ ہیں نیز اگر شارع علیہ السلام پیشاب اور پاخانہ (وغیرہ) سے غسل کرنا لازم ٹھہراتے تو لوگوں کو سخت حرج ہوتا اور محنت ومشقت میں پڑجاتے جو کہ حکمت اور رحمت ومصلحت الٰہی کے خلاف ہے (احکام الاسلام)

(وَمِنْ أِیلاَجِ الَحشَفَةِ فِیْ اَیِّ فَرْجٍ کَانَ قُبُلاً او دُبُرًا ذَکَرًا او اُنْثَی، اور) مرد پر غسل واجب ہوتا ہے (حشفہ داخل کرنے سے کسی بھی شرمگاہ میں چاہے اگلی ہو یا پچھلی) اور چاہے صاحب فرج (مذکر ہو یا مؤنث) یعنی دونوں پر غسل واجب ہوگا اگرچہ منی نہ نکلے کیونکہ وجوب غسل کا دارومدار حشفہ کے داخل ہونے پر ہے لہذا جب حشفہ کا دخول ہوجاتا ہے تو وجوب غسل لازم ہوتا ہے، نیر ودھ استعمال کرنے کی صورت میں اگر حشفہ کی مقدار شرمگاہ میں داخل کرے تو غسل سے متعلق یہی حکم ہوگا اگرچہ منی نہ نکلے، اقناع میں ہے: والذی یوجب الغسل ستة اشیاء:وھی ای الاولیٰ التقاء الختانین بادخال الحشفةولو علی الذکر خرقة ملفوفة۔ لقوله ﷺ اذا التقی الختانان فقدوجب

الغسل ای وان لم ینزل (ص۵۵ج ۱) غسل کوواجب کرنے والی چھ چیزیں ہیں: ایک دو ختنہ کا ملنا ادخال حشفہ کی صورت میں اگر چہ ادخالِ حشفہ کپڑا لپیٹ کر ہو اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب دوختنہ مل جائے تو غسل واجب ہوتا ہے اگرچہ منی خارج نہ ہو۔

(وَلَوْ بَهِيْمَةً، اگرچہ) صاحب فرج (جانور ہو) لیکن جانور پر کوئی چیز نہ ہوگی کیونکہ وہ مکلف نہیں ہے (او صَغِيْرًا فی صَغِيْرَةٍ، یا بچہ حشفہ کو داخل کرے بچی کی شرمگاہ میں) تو دونوں جنبی ہوں گے اور ولی پر واجب ہوگا کہ ان کو غسل کا حکم دے اگر ممیز ہوں تو پھر اگر غسل نہ کریں یہاں تک کہ بالغ ہو جائیں تو ان پر غسل لازم ہوگا اور اگر غسل کریں تو بالغ ہونے کے بعد اس کا اعادہ لازم نہیں، (حاشیۂ عمدۃ ص ٦)

(وَيَجِبُ عَلَى الْمَرْاَةِ مِنْ خرُوْجِ مَنِيِّهَا، اور عورت پر غسل واجب ہوتا ہے اس کی منی نکلنے سے) چاہے سوچنے یا دیکھنے سے نکلے چاہے نیند یا بیداری میں نکلے اگرچہ ایک قطرہ ہو اور بغیر شہوت کے ہو، (وَمِنْ اَیِّ ذَکَرٍ دَخَلَ فی قُبُلِهَا او دُبُرِهَا وَلَو اَشَلَّ او مِنْ صَبِيٍّ او بَهِيْمَةٍ، اور) عورت پر غسل واجب ہوتا ہے (کسی بھی ذکر کے اس کی اگلی یا پچھلی شرمگاہ میں داخل ہونے سے اگرچہ ذکر شل ہو یا بچہ یا جانور کا ہو) ذَکَر سے مراد حشفہ ہے یا حشفہ کی مقدار، اس کو راس الذکر بھی کہتے ہیں۔

ابتداء باب سے لیکر یہاں تک کہ مسائل عورت و مرد کے درمیان مشترک ہیں اب آگے مصنفؒ عورتوں کے مسائل بیان فرماتے ہیں: (وَمِنَ الحَيْضِ وَالنِّفَاسِ، اور) عورت پر غسل واجب ہوتا ہے (حیض اور نفاس کے نکلنے سے) حیض اس خون کو کہتے ہیں جو عورت کی شرمگاہ سے تندرستی کی حالت میں سبب ولادت کے بغیر خارج ہوتا ہے، نفاس اس خون کو کہتے ہیں جو بچہ پیدا ہونے کے بعد نکلے، نفاس حیض کا جمع شدہ خون ہے اس لئے اس سے بھی غسل واجب ہوتا ہے، (وَخُرُوجِ الوَلَدِ جَافًّا، اور) عورت پر غسل واجب

ہوتا ہے (خشک بچہ نکلنے سے) بھی ،یعنی پیدا شدہ لڑکا یا لڑکی اگرچہ نفاس کے خون سے آلودہ نہ ہو تب بھی عورت پر غسل واجب ہوگا اصح قول کے مطابق اس لئے کہ یہ منی منعقد ہے۔

علقہ گر جائے تو غسل کا حکم کیا ہے؟

اگر کسی عورت کا علقہ [یعنی خون کا لوتھڑا] یا مضغہ [یعنی گوشت کا ٹکڑا اس کو کوئی میں گاٹھ کہتے ہیں] گر جائے تو اس صورت میں اس پر غسل واجب ہوگا اصح قول کے مطابق، **ومثل الولد الجاف فی الخلاف القاء العلقة والمضغة ومقابل الاصح عند الجفاف لا یجب الغسل فی الجمیع لانه لا یسمی کل من الولد الجاف والعلقة والمضغة منیا غایة الامر یکون ناقضا للوضوء** (فیض ص ۵۲ ج۱) اگر کسی کو علقہ یا مضغہ شریعت میں گرانے کی اجازت ہو تاکہ بچہ دانی صاف کرے تو اس کے لئے بھی یہی مذکورہ حکم ہوگا (**وَاِنَّمَا یَتَعَلَّقُ بِتَغْیِیبِ جَمِیعِ الْحَشَفَةِ**، اور غسل واجب ہوتا ہے) مذکر اور مونث پر (مکمل حشفہ) یا حشفہ کی مقدار (داخل ہونے کی صورت میں)۔

(**وَلَو رَاٰی مَنِیًّا فِی ثَوبٍ او فِرَاشٍ یَنَامُ فِیهِ مَعَ مَن یُّمکِنُ کَونُهُ مِنْهُ نُدِبَ لَهُمَا الْغُسْلُ وَلَا یَجِبُ وَلَا یَقْتَدِیْ اَحَدُهُمَا بِالاٰخَرِ فَاِنْ لَمْ یَنَمْ فِیهِ غَیْرُهُ لَزِمَهُ الْغُسْلُ وَیَجِبُ اِعَادَةُ کُلِّ صَلاَةٍ لَایَحْتَمِلُ حُدُوْثُ الْمَنیِّ بَعْدَهَا لٰکِنْ یُنْدَبُ اِعَادَةُ مَا اَمْکَنَ کَوْنُهَا بَعْدَهُ**) اور اگر کوئی شخص ایسے کپڑے یا بستر میں منی دیکھے جس میں وہ ایسے شخص کے ساتھ سویا ہو جس سے منی کا ہونا ممکن ہو) مثلاً اس کی بیوی (تو دونوں کے لئے غسل کرنا مستحب ہے اور کسی پر واجب نہیں) شک کی وجہ سے اور مستحب اس وجہ سے ہے کہ شک دور ہو جائے (اور دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے کی اقتداء کرنا) غسل سے پہلے (جائز نہیں) کیونکہ معاملہ مشکوک ہے (اگر اس میں) یعنی اس کپڑے یا بستر میں (منی کو دیکھنے والے کے علاوہ کوئی نہ سویا ہو) یا اس کے علاوہ کسی نے وہ کپڑا نہ پہنا ہو (تو اس) منی

دیکھنے والے (پر غسل لازم ہو گا) چونکہ منی کا اسی سے ہونا یقینی ہے، اور اگر ایک بالغ اور دوسرا نابالغ سویا ہو اور منی نظر آئے تو بھی یہی حکم ہو گا (اور ہر اس نماز کا اعادہ واجب ہے جس کے بعد خروجِ منی کا احتمال نہ ہو) مثلاً دن کے اخیر میں منی دیکھی اور دن میں سویا نہیں تو دن کی نمازوں کے بعد خروجِ منی کا احتمال نہیں تو ان نمازوں کا اعادہ واجب ہے (اور اگلے دنوں کی نمازوں کے بعد خروج منی کا احتمال ہے) جو نمازیں کپڑا پہننے کے بعد پڑھی گئیں (تو ان نمازوں کا اعادہ مندوب ہے) مثلاً اتوار کے دن فجر سے پہلے کپڑا پہنا اور فجر و ظہر پڑھی اتوار کی، پھر ظہر بعد سویا پھر اٹھ کر عصر، مغرب عشاء پڑھی پھر سویا پھر پیر کے دن فجر، ظہر پڑھی اس صورت میں اتوار کی فجر، ظہر میں امکان نہیں نمازوں کے منی کے بعد ہونیکا تو اس میں نہ تو واجب نہ مندوب، اتوار کی عصر، مغرب، عشاء میں احتمال ہے کہ ظہر بعد کی نیند میں خروج منی ہوا ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ ظہر کے بعد کی نیند میں احتلام نہ ہوا ہو بلکہ پیر کی رات میں ہوا ہو تو عصر، مغرب و عشاء کا اعادہ مندوب ہے اور پیر کی فجر و ظہر کے بعد خروج منی کا احتمال ہی نہیں اس لئے کہ سویا ہی نہیں تو اعادہ ان دونوں نمازوں کا واجب ہو گا،

(**وَلَو جُومِعَتْ فِی قُبُلِهَا فَاغْتَسَلَتْ ثُمَّ خَرَجَ مَنِيُّهُ مِنْهَا لَزِمَهَا غُسْلٌ اُخَرُ بِشَرْطَيْنِ اَحَدُهُمَا اَنْ تَكُونَ ذَاتَ شَهْوَةٍ لَاصَغِيْرَةٍ اَلثَّانِی اَنْ تَكُونَ قَضَتْ شَهْوَتَهَا**، اور اگر عورت کی اگلی شرمگاہ میں وطی کی گئی اور وطی کے بعد اس نے غسل کی پھر غسل کے بعد مرد کی منی عورت کی شرمگاہ سے نکلے تو عورت پر دوسرا غسل لازم ہو گا دو شرطوں کے ساتھ ان میں سے پہلی شرط یہ ہے کہ عورت شہوت والی ہو چھوٹی نہ ہو) اس لئے کہ اس کو شہوت نہیں ہوتی اور (دوسری شرط یہ ہے کہ عورت کی شہوت اس وطی کی وجہ سے پوری ہوئی ہو) ان دو شرطوں کے اجتماع کی وجہ سے دوسرا غسل لازم ہو گا اس لئے کہ اس

صورت میں غالب یہی ہے کہ مرد کی منی کے ساتھ عورت کی بھی منی مخلوط ہو کر آئے، اور مجموع میں ہے: اما اذا جومعت فاغتسلت ثم خرج منها منی الرجل ۔ اذا کانت الموطوءۃ صغیرۃ لا تنزل او کبیرۃ لکن انزل الزوج عقیب الایلاج بحیث لم تنزل ھی فی العادۃ فاما اذا امتدالزمان قبل انزاله فالغالب انها تنزل و یختلط المنیان فعلیها الغسل ثانیا) (ص۱٦۳ ج۲) عورت کی شرمگاہ سے جنابت کے غسل کے بعد مرد کی منی نکل جائے تو اگر عورت نابالغہ ہو تو اس پر دوبارا غسل کرنا واجب نہیں اور اگر بالغہ ہو تو مرد کو عورت کی شرمگاہ میں اپنی شرمگاہ داخل کرنے کے بعد اتنا جلد انزال ہوا ہو کہ اتنے وقت میں عام طور پر عورت کو انزال نہیں ہوتا تو غسل واجب نہیں اور اگر مرد کو انزال ہونے سے پہلے اتنا وقت گذر جائے کہ جس میں غالبًا عورت کی منی خارج ہوتی ہو تو عورت پر دوبار غسل کرنا واجب ہو گا۔ چونکہ اس صورت میں مرد کی منی کے ساتھ عورت کی بھی منی مخلوط ہو کر آنے کا امکان ہے۔ مذکورہ دونوں صورتوں میں یعنی غسل واجب ہو یا نہ ہو عورت کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ وَنواقضه خروج شی غیر منیه من احَد سَبیلی (قرۃ العین مع فتح المعین۸) اپنی منی کے سوا ہر وہ چیز جو اگلی یا پچھلی شرمگاہ سے خارج ہو ناقضِ وضو ہوتی ہے لہذا مرد کی منی کا نکلنا بھی ناقض ہو گا۔ صاحب عمدۃ اور مجموع دونوں کی عبارتوں کی علت ایک ہی ہے۔

(لاَ نَائِمَةً وَمُكْرَهَةً، عورت نائمہ) یعنی بوقت وطی سوئی ہوئی (اور مکرھہ) یعنی اس سے جبراً وطی کی گئی (نہ ہو) اس لئے کہ نائمہ اور مکرہہ کی صورت میں عورت کی شرمگاہ سے جو منی نکلے وہ ان کی نہیں بلکہ دوسرے کی ہو گی اور دوسرے کی منی نکلنے سے غسل لازم نہیں ہوتا، البتہ وضوء ٹوٹ جاتا ہے، (بحواله مذکورہ با لا)

آگے مصنف علاماتِ منی کو بیان فرماتے ہیں: (وَيُعْرَفُ المَنِيّ بِتَدَفُّقٍ او تَلَذُّذٍ او رِيحِ طَلْعٍ او عَجِينٍ اِذَا كَانَ رَطْبًا او بَيَاضِ بَيْضٍ اِذَا كَانَ جَافًّا، اور منی پہچانی جاتی ہے،

تدفق سے)یعنی وہ پانی جو زور سے یکبار گی نکلے، جس کے متعلق اللہ کا فرمان ہے: خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ(سورۃ طارق آیت نمبر ٦)یعنی انسان پیدا کیا گیا ہے ایک اچھلنے والے پانی سے (معا رف القرآن ص ۷۱۸ ج۸) (یا) پہچانی جاتی ہے (تلذ ذ سے)یعنی جس کے نکلنے سے لذت حاصل ہوتی ہے (یا کھجور کے گابھے جیسی بو سے یا گوندھے ہوئے آٹے کے مانند بو آنے سے جبکہ منی تر ہو، یا) پہچانی جاتی ہے (انڈے کی سفیدی کی مانند بُو آنے سے جبکہ منی خشک ہو) مزید علامات یہ ہیں: بیماری کی حالت میں پتلی اور پیلی ہوتی ہے، شرمگاہ ڈھیلی پڑنے کی صورت میں بغیر شہوت ولذت کے نکلتی ہے، کثرتِ جماع کے وقت سرخ نکلتی ہے، عورت کی منی شہوت سے نکلتی ہے، لذت ہوتی ہے اور آٹے کی طرح بُو آتی ہے، پیلی اور پتلی ہوتی ہے(شرح مہذب ص ۱۵۱ ج۲)

(فَمَتَیٰ وجِدَ واحِدمِنْهَا كَانَ مَنِيًّا مُوجبًا لِلْغُسْلِ وَمَتَى فُقِدَتْ كُلُّهَا لَم يَكُنْ مَنِيًّا، پھر جب ان علامات میں سے کوئی علامت پائی جائے تو وہ نکلنے والی چیز منی ہو گی اور غسل کو واجب کرنے والی ہو گی اور جب ایک بھی علامت نہ ہو تو وہ نکلنے والی چیز منی نہ ہو گی)لہذا غسل واجب نہ ہو گا لیکن نکلنے والی چیز ناپاک ہونے کی وجہ سے شرمگاہ کو اور سکے علاوہ بدن اور کپڑے کے اس حصہ کو دھونا ضروری ہے جس حصہ کو یہ ناپاک چیز لگی ہو،

(وَلاَيُشْتَرَطُ الْبَيَاض وَالثَّخَانَةُ فی مَنِيِّ الرَّجُلِ، اور شرط نہیں ہے سفیدی اور گاڑھاپن مرد کی منی میں)اس میں اکثر سفیدی اور گاڑھاپن ہوتا ہے لیکن اس طرح ہونا وجوب غسل کے لئے شرط نہیں ہے (وَلا الصُّفْرَةُوَالرِّقَّةُفی مَنِيِّ الْمرْاَةِ، اور شرط نہیں ہے پیلا اور پتلا پن عورت کی منی میں)یعنی اس طرح ہونا وجوب غسل کے لئے شرط نہیں ہے بلکہ مرد اور عورت پر وجوب غسل کا مدار علامت منی کے وجود پر ہے۔

(وَلاَ غُسْلَ فِي مَذِيٍ وَهُوَ مَاءٌ اَبْيَضُ رَقِيْقٌ لَزِجٌ، يَخرُجُ بِلاَ شَهْوَةٍ عِنْدَ الْمُلاَعَبَة، اور مذی نکلنے کی صورت میں غسل) واجب (نہیں ہے اور مذی سفید پتلا اور چکنا پانی ہے جو ملاعبت کے وقت بغیر شہوت کے نکلتا ہے) ملاعبت کہتے ہیں میاں بیوی کا آپس میں بوس وکنار کرنے اور خواہش میں جوش آور گفتگو کرنے کو، اور اسی سے متقارب قرۃ العین مع فتح المعین کی عبارت ہے: وھو ماء ابیض اوا صفر رقیق یخرج غالبا عند ثوران الشھوۃ: اور مذی کی علامت یہ ہے کہ یہ سفید یا پیلا اور پتلا پانی ہوتا ہے جو خواہش میں جوش کے وقت اکثر نکلتا ہے۔

(وَلاَ فِي وَدْيٍ وَهُوَ مَاءٌ اَبْيَضُ كَدِرٌ ثَخِيْنٌ يَخْرُجُ عَقِبَ الْبَوْلِ، اور ودی نکلنے کی صورت میں غسل) واجب، (نہیں ہے اور ودی سفید گدلا اور گاڑھا پانی ہے جو پیشاب کے بعد) یا وزنی چیز اٹھاتے وقت (نکلتا ہے) اور اسی طرح قرۃ العین مع فتح المعین میں ہے: وھو ماء ابیض کدر ثخین یخرج غالبا عقب البول او عند حمل شیئٍ ثقیل: اور ودی کی علامت یہ ہے کہ یہ سفید، گدلا اور گاڑھا پانی ہوتا ہے جو اکثر پیشاب کے بعد یا وزنی چیز اٹھاتے وقت نکلتا ہے، مذی اور ودی ناپاک ہیں شرمگاہ اور کپڑے کے جس حصہ کو لگے اس کا دھونا ضروری ہے، ان سے غسل واجب نہیں ہوتا البتہ وضوٹوٹ جاتا ہے۔(اعانۃ الطالبین،شرح مھذب)

(فَإِنْ شَكَّ هَلِ الخَارِجُ مَنِيٌّ او مَذِى تَخَيَّرَ انْ شَاءَ جَعَلَهُ مَنِيًّاوَ اغْتَسَلَ فَقَط، اگر کسی شخص کو شک ہوجائے کہ کیا شرمگاہ سے نکلنے والی چیز منی ہے یا مذی) یعنی مذکورہ علامات منی میں سے کوئی علامت نہ پائی جائے اور شک باقی رہے (تو اس کو اختیار رہے) یعنی منی سمجھے یا مذی (اگر اس کو منی سمجھے تو صرف غسل کرے) اور نیت اس طرح کرے: فرض غسل کرتا ہوں پاکی حاصل کرنے کے واسطے، اس طرح نیت کرنے سے جو بھی فرض

غسل ہوادا ہو گا۔ اگر صرف اتنی نیت کرے کہ میں غسل کرتا ہوں تو یہ نیت کافی نہیں ہو گی،(الا قناع ص ٦٢ ج١) چونکہ اس سے غسل میں تعیین نہیں ہوتی اور تعیین ایسی چیزوں میں شرط ہے جو کسی دوسری چیز کے ساتھ ملتبس ومشتبہ ہوتی ہو۔ اشباہ میں ہے: اشتراط التعيين فيْمَا يلتبسُ (ص ١٤)یعنی نیت کی تعیین ایسی عبادت میں شرط ہے جو کسی دوسری عبادت کیساتھ ملتبس ہوتی ہو، لہذااگر غاسل صرف اتنی نیت کرے کہ میں غسل کرتا ہوں تو ظاہر بات ہے اس کا غسل کرنا فرض، سنّت یاعادت کے طور پر بھی ہوتا ہے اور اس صورت میں تعیین نہیں ہوتی،لہذا فرض غسل ہو تو فرض کی اور اگر سنّت ہو تو سنّت کی تعیین ضروری ہے۔ سنّت غسل کی نیت اس طرح کرے: سنّت غسل کرتا ہوں (مثلاً)جمعہ کا۔

(وَاِنْ شَاءَ جَعَلَهُ مَذيًا وَغَسَلَ مَا اَصَابَ بَدَنَهُ وَثَوْبَهُ مِنْهُ وَتَوَضَّاَ وَلاَ يَغْتَسِلُ، اور اگر چاہے تو اس کو مذی سمجھے تو مذی بدن اور کپڑے کے جس حصہ کو لگی ہو اسے دھوئے اوروضو کرے یعنی غسل واجب نہیں) مذی بدن اور کپڑے کے جس حصہ کو لگی ہو اس کا دھوناواجب ہے، مجموع میں ہے: ان المذی لا یوجب الغسل وانه نجس وانه یجب غسل النجاسة(ص١٥٥ ج٢) مذی سے غسل واجب نہیں ہوتا البتہ مذی ناپاک ہے اور ناپاکی کو دھوناواجب ہوتا ہے [نماز وغیرہ کے لئے] اور مذی ناقض وضو بھی ہے لہذا نماز وغیرہ کے لئے وضو کرناواجب ہے، یہی حکم ہو گا ودی کا (وَالاَ فْضَلُ اَنْ يَفْعَلَ جَمِيْعَ ذٰلِکَ، اور افضل) اس آدمی کے لئے (یہ ہے کہ وہ تمام چیزیں کرے) یعنی بدن اور کپڑے کے جس حصہ کو مذی لگی ہو اسے دھو کر وضو کرے اور احتیاطاعبادت کے لئے غسل کرے یہی حکم ہو گا ودی کا۔

آگے مصنفؒ ان چیزوں کو بیان فرماتے ہیں جو جنابت کی وجہ سے حرام ہیں۔
(وَيحرُمُ بِالْجَنَابَةِ مَا حَرُمَ بِالحَدَثِ، اور جنابت کی وجہ سے وہ چیزیں حرام ہیں جو حدث اصغر کی وجہ سے حرام ہیں) جیسے نماز پڑھنا وغیرہ تفصیل کیلئے باب اسباب الحدث ملاحظہ فرمائیں۔

لغت میں جنابت کہتے ہیں بعد اور دوری کو، اس لئے جنابت کی وجہ سے عبادت اور محل عبادت سے بعد و دوری ہو جاتی ہے، اور شرعا جنابت ایسے امر اعتباری پر بولا جاتا ہے جو بدن میں پایا جاتا ہے اور مانع بنتا ہے صحت صلاۃ کے لئے مرخص (سبب رخصت) نہ ہونیکی صورت میں(تحقیق علی عمدہ ص ٤١)

آگے مصنفؒ جنابت کی وجہ سے ان حرام چیزوں کو بیان فرماتے ہیں جو حدث اصغر کی وجہ سے حرام کردہ چیزوں سے زائد ہیں۔ اس لئے کہ جنابت زیادہ غلیظ ہے حدث اصغر سے (وَكَذَا اللُّبْثُ فِي الْمَسْجِدِ، اور اسی طرح مسجد میں ٹھہرنا) حرام ہے چاہے ٹھہرنا زیادہ ہو یا تھوڑا، بیٹھ کر ہو یا کھڑے ہو کر (وَقِرَاءةُ القُرآنِ وَلَوْ بَعضُ آيَةٍ، اور قرآن پڑھنا) حرام ہے (اگرچہ آیت کا بعض حصہ ہو) یہاں تک کہ ایک حرف بھی کیوں نہ ہو پڑھنا حرام ہے، قرآن کی قید سے دوسری کتابیں نکل گئیں جیسے تورات، انجیل اور ان کے علاوہ ان کو پڑھنا حرام نہیں اس لئے کہ ان کو قرآن نہیں کہا جاتا (وَيُبَاحُ اَذكَارُهُ لاَ بِقَصْدِ القُرْآنِ، اور جائز ہے، قرآن کے اذکار) پڑھنا (جو قرآن کے قصد سے نہ ہو) جیسے سواری کی دعا قرآن کی آیت ہے اس کو پڑھنا دعا کی نیت سے جائز ہے اسی طرح ذکر، دعا، احکام اور قصص وغیرہ کی آیتوں کو ذکر، دعا، احکام اور قصص وغیرہ کی نیت سے پڑھنا جائز ہے [چونکہ مقصد تلاوتِ قرآن نہیں ہے، انوار السنیہ ص ٤٣] جنبی کے لئے قرآن سننا جائز ہے اقناع میں ہے :ويجوزلمن به حدث اكبر اجراء القرانٰ على قلبه

(ص ٦١ ج ۱) اس عبارت کی روشنی میں جنبی کے لئے قرآن سننا جائز ہے، اور قرآن میں دیکھنا بھی جائز ہے: **ویجوز لمن به حدث اکبر۔و النظر فی المصحف**، (اقنا ع ص ٦١ ج ۱) جنبی کے لئے قرآن میں دیکھنا جائز ہے،

(**فَاِنْ قَصَدَ القُراٰنَ عَصٰی**، اگر قرآن کا قصد ہو تو گنہگار ہوگا) یعنی ذکر، دعا، احکام اور قصص وغیرہ کی آیتوں کو تلاوتِ قرآن کے قصد سے پڑھے مثلاً سواری کی دعا جنبی تلاوتِ قرآن کی نیت سے پڑھے نہ کہ دعا کی نیت سے تو حرام ہوگا اور گنہگار ہوگا (**اَوِالذِکر او لاَ شَیءَ جَازَ**، یا قصد ذکر ہو یا کوئی قصد نہ ہو تو جائز ہے) یعنی ذکر کی آیت پڑھے ذکر کی نیت سے یا یہ کہ ذکر، دعا، احکام اور قصص وغیرہ کی آیتیں پڑھے لیکن اس سے قصد نہ ذکر ہو، نہ دعا نہ احکام اور نہ قصص ہوں اور نہ تلاوتِ قرآن تو ایسی صورتوں میں جنبی کیلئے یہ آیتیں پڑھنا جائز ہے (**وَلَهُ الْمرُورُفِي الْمسجَدِ**، اور جنبی کے لئے جائز ہے مسجد میں گزرنا) یعنی ایک دروازہ سے داخل ہو کر بغیر ٹھہرے دوسرے دروازہ سے نکلنا، اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ پاک نے قرآن پاک میں فرمایا: **وَلاَجُنُبًا اِلاَّ عَابِرِیْ سَبِیْلٍ** (سورۂ نساء آیت نمبر ٤٣) اور (نزدیک) نہ (جاؤ جائے مسجد کے) اس وقت کہ غسل کی حاجت ہو مگر راہ چلتے ہوئے۔ (**وَیُکْرَہُ لِغَیْرِ حَاجَةٍ**، اور مکروہ ہے بغیر حاجت کے) اس لئے کہ مساجد کو راستہ بنانے سے منع کیا گیا ہے اور گزرنے میں مساجد کی توہین ہے،

(فصل)

(کیفیتِ غسل کے بیان میں)

اس میں مندوبات اورواجبات ہیں مصنفؒ اوّلا مندوبات کو بیان فرمارہے ہیں وہ یہ: (**یَبدَاُ الْمُغْتَسِلُ بالتَّسْمِیةِ**، غسل کا ارادہ کرنے والا) چاہے مذکر ہو یامؤنث غسل کی (ابتداء کرے بسم اللہ سے) غسل کے شروع میں نیت کرنا مستحب ہے، نیت اس طرح کرے: **نَوَیتُ سُنَنَ الْغُسْلِ**: میں نیت کرتا ہوں غسل کے سنتوں کی، تسمیہ کی کم سے کم مقدار "بسم اللہ" ہے اور

مکمل "بسم اللہ الرحمن الرحیم " ہے تسمیہ پڑھتے وقت جنبی قرآن کا قصد نہ کرے کیونکہ تسمیہ قرآن کی آیت ہے لہذا حرام ہوگا بلکہ ذکر کا قصد کرے یا کوئی قصد ہی نہ ہو تو تسمیہ پڑھنا جائز ہوگا اگر صرف قرآن کا قصد کرے یا اس کے ساتھ ذکر کا بھی قصد کرے تو حرام ہوگا، اگر تسمیہ غسل کے ابتداء میں پڑھنا بھول جائے تو دورانِ غسل یاد آنے پر پڑھے لیکن غسل سے فراغت کے بعد یاد آنے پر نہ پڑھے،

(ثُمّ بِاِزَالَةِ قَذَرٍ، پھر پلیدی ختم کرے) چاہے پاک ہو جیسے منی یا ناپاک ہو جیسے مذی تاکہ پورے بدن پر پانی کا پہنچنا ظاہر ہو جائے (ثم وُضوءٍ کَوُضُوْءِ الصَّلَاةِ، پھر وضو کرے) غسل سے پہلے (نماز کے وضو کی طرح) اگر باوضو ہو اور جنبی ہو جائے جیسے متمکن ہو کر سویا اور جنبی ہوا تو اس وضو کے وقت یعنی یہ وضو فرض نہیں بلکہ غسل کی سنت ہے اس لئے غسل کی سنت کی نیت کرے یعنی اس طرح: نویت سنۃ الغسل: یعنی میں نیت کرتا ہوں غسل کی سنت کی اور اگر باوضو نہ ہو اور جنبی ہو جائے تو وضو کے وقت رفع حدث اصغر کی نیت کرے یعنی اس طرح:۔ نَوَیتُ رَفْعَ الْحَدَثِ الْاَصْغَرِ: میں نیت کرتا ہوں حدثِ اصغر دور ہونے کی، (ثُمَّ یُفِیْضُ المَاءَ عَلیٰ رَاسِهِ ثَلاَثًا نَاوِیًا رَفْعَ الْجَنَابَةِ اَوِ الحَیْضِ اَوِ اسْتِبَاحَةَ الصَّلَاةِ، پھر اپنے سر پر تین مرتبہ پانی بہائے نیت کرتے ہوئے جنابت دور کرنے کی) اگر جنبی ہو تو یعنی اس طرح: نَوَیْتُ رَفْعَ الْجَنَابَةَ، میں نیت کرتا ہوں جنابت دور کرنے کی، (یا نیت کرتے ہوئے حدثِ حیض دور کرنے کی) اگر حائضہ ہو تو یعنی اس طرح نویت رفع حدث الحیض، میں نیت کرتی ہوں حدث حیض دور کرنے کی اور اگر نفاس والی ہو تو حدث نفاس دور کرنے کی نیت کرے یعنی اس طرح: نَوَیْتُ رَفْعِ حَدَثِ النفَاسِ:۔ میں نیت کرتی ہوں حدث نفاس دور کرنے کی (یا غاسل نیت کرے نماز مباح ہونے کی،) یعنی اس طرح:۔ نَوَیْتُ الْغُسْلَ لِاِسْتِبَاحَةِ الصَّلَاةِ: میں غسل کی نیت کرتا ہوں نماز مباح ہونے کیلئے، اس طرح نیت کرنا بھی کافی ہے کیونکہ طہارت کے بغیر نماز مباح نہیں ہوتی، (وَیُخَلِّلُ

شَعْرَهُ ثُمَّ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ ثَلاَثًا ثُمَّ الْاَيْسَرِ ثَلاَثًا اور) سنت ہے جنبی اور اس کے مانند محدث کے لئے کہ، (اپنے بالوں کا خلال کرے) جیسے داڑھی وغیرہ کے بال، (پھر) غاسل، (اپنی داہنی جانب پر تین مرتبہ پانی بہائے پھر بائیں جانب پر تین مرتبہ) یہ اس وجہ سے ہیکہ آپ ﷺ تیامن کو پسند فرماتے تھے اور یہ ترتیب اسراف فی الماء یعنی ضرورت سے زائد پانی خرچ ہونے سے حفاظت کرتی ہے اور تمام بدن کی طرف پانی پہنچنے کے یقین کے قریب کرتی ہے، اسراف فی الماء مکروہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں عنقریب ایک قوم ہوگی جو طہارت میں زیادتی کرے گی (بذل المجھود ص۷٤ ج ۱) یہ وضو میں بھی مکروہ ہے۔

(وَيَتَعَهَّدُ مَعَاطِفَهُ وَيَدْلُكُ جَسَدَهُ اور) سنت ہے کہ (اپنے معاطف میں پانی پہنچائے) معاطف پوشیدہ جگہوں کو کہتے ہیں جیسے بغل وغیرہ (اور) سنت ہے کہ (اپنے جسم پر) جتنا ممکن ہو (ہاتھ پھیرے) احتیاطا اور اس شخص کے اختلاف سے نکلتے ہوئے جس نے ہاتھ پھیرنے کو واجب قرار دیا ہے کیونکہ اختلاف سے نکلنا مستحب ہے (الاشباہ والنظائر)

(وَفِي الْحَيْضِ تُتْبِعُ اَثَرَ الدَّمِ فِرْصَةَ مِسْكٍ اور) مستحب ہے حائضہ کے لئے کہ (حالتِ حیض میں خون نکلنے کی جگہ) یعنی شرمگاہ میں (مشک کا پھایہ رکھے) یعنی غسل حیض کے بعد، شیخین رحمہما اللہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے سائلہ سے غسل حیض کے متعلق فرمایا کہ مشک کا پھایہ رکھ لے پھر حیض سے پاک ہو اور اس جگہ خوشبو رکھے، حائضہ شوہر کے وفات پر سوگ منانے والی یا محرمہ نہ ہو کیونکہ اس حالت میں خوشبو کا استعمال حرام ہے، (فَاِنْ لَمْ تَجِدْهُ فَطِيْبًا غَيْرَهُ فَاِنْ لَمْ تَجِدْهُ فَطِيْنًا فَاِنْ لَمْ تَجِدْهُ كَفَى الْمَاءُ۔ اگر مشک نہ پائے تو اس کے بدلے اس کے علاوہ خوشبو استعمال کرے اگر خوشبو نہ پائے تو مٹی اور اگر مٹی نہ پائے تو پانی کافی ہے) شرمگاہ کی گندگی دور کرنے میں۔

اب آگے مصنف علیہ الرحمہ واجبات کو بیان فرمارہے ہیں وہ یہ:

(وَالوَاجِبُ مِنۡهُ شَيۡئَانِ اَلنِّيَّةُ عِنۡدَ اوَّلِ غُسۡلٍ مَفۡرُوضٍ وَتَعۡمِيۡمُ شَعۡرِهِ وَبشَرِهِ بِالۡمَاءِ حَتّٰى مَاتَحۡتَ قُلۡفَةِ غَيۡرِ الۡمَخۡتُوۡنِ اور غاسل کے لئے دو چیزیں واجب ہیں) ان میں سے ایک (نیت کرنا بدن کے فرض حصہ کی دھونے کی ابتداء کرتے وقت) اگر کسی حصہ کو دھونے کے بعد نیت کرے تو اس حصہ کو دوبارہ دھونا مغتسل پر واجب ہو گا (اور) دوسری واجب چیز یہ ہے کہ (اپنے بالوں کے ساتھ پورے بدن کی کھال پر پانی پہنچانا یہاں تک کہ ختنہ نہ ہو تو ختنہ کی چمڑی کے نیچے،) پانی پہنچانا اور ناخنوں کے اندر، بال اگنے کی جگہ اور کانو ں کے سوراخوں کے ظاہری حصہ کی طرف، بالوں کے ظاہر کو دھونا کافی نہ ہو گا چاہے بال گھنے ہوں یا نہ ہوں اس میں مشقت نہ ہونے کی بنا پر اس کے بر خلاف وضو میں یعنی اگر بال گھنے ہوں تو باطن کی طرف پانی پہنچانے میں مشقت ہے مکرر ہونے کی وجہ سے لہذا بالوں کے ظاہر کو دھونا کافی ہوتا ہے،

(وَمَا يَظۡهَرُ مِنۡ فَرۡجِ الثَّيِّبِ اِذَاقَعَدَتۡ لِحَاجَتِهَا وَلَوۡ اَحۡدَثَ فِيۡ اَثۡنَائِهِ تَمَّمَهُ وَلَوۡ تَلَبَّدَشَعۡرُهُ وَجَبَ نَقۡضُهُ اِنۡ لَمۡ يَصِلِ الۡمَاۤءُ اِلَى بَاطِنِهِ، اور) پانی پہنچانا واجب ہے (ثیبہ کی شرمگاہ کے اس حصہ تک جو ظاہر ہوتا ہے جب وہ قضاء حاجت کے لئے بیٹھتی ہے اور اگر) مغتسل یعنی غسل کرنے والا یا والی غسل شروع کرے اور پھر (حدث اصغر لاحق ہو جائے درمیانِ غسل میں تو غسل پورا کرے اور اگر مغتسل کے بال لیس دار چیز سے چپکائے ہوئے ہوں تو ان کو جدا کرنا) یعنی بعض کو بعض سے الگ کرنا (واجب ہے اگر ان بالوں کے باطن تک پانی نہ پہنچے) اور اگر پہنچے تو جدا کرنا واجب نہیں ہے، عورت کو چوٹی کے بالوں کا کھولنا واجب ہونے اور نہ ہونے کے متعلق بھی یہی حکم ہے یعنی اگر پانی چمڑی تک نہ پہنچنے کا اندیشہ ہو تو واجب ہے ورنہ نہیں (كفاية الا خيار ص ۳۵ ج ۱)

عورتوں کی دو قسمیں ہیں: (۱) باکرہ (۲) ثیبہ:

باکرہ: کہتے ہیں وہ عورت جس کی بکارت صحبت کی وجہ سے زائل نہ ہوئی ہو،

ثیبہ: کہتے ہیں وہ عورت جس کی بکارت صحبت کی وجہ سے زائل ہوئی ہو۔ (حاشیۂ اقنا ع ص ۷۷ ج ۲)

(**وَمَنْ عَلَيْهِ نَجَاسَةٌ يَغْسِلُهَا ثُمَّ يَغْسِلُ وَيَكْفِي لَهُمَا غَسْلَةٌ فِي الاَصَحِّ**، اور معتسل کے بدن پر نجاست ہو تو) اس پر واجب ہے کہ (اس کو دھوئے پھر غسل کرے) جنابت کا یعنی فرض (اور کافی ہو گا یہ غسلۃ) یعنی ایک بار دھونا (نجاست اور جنابت کے لئے اصح قول کے مطابق) شیخ امام نووی علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ نجاستِ حکمیہ ہو،

نجاستِ حکمیہ: جس نجاست کے لئے جِرم، طعم (لذت) لون (رنگ) اور ریح (بُو) نہ ہو اس کو "نجاستِ حکمیہ" کہتے ہیں

نجاست عینیہ: اگر کسی نجاست کیلئے جرم وغیرہ ہو اس کو "نجاست عینیہ" کہتے ہیں۔

جرم: جسم کو کہتے ہیں مثلاً چڑیا وغیرہ کی بیٹ جو جسم کی شکل میں ابھری ہوئی معلوم ہوتی ہے اس کے برخلاف خشک پیشاب جس میں یہ کیفیت نہیں ہوتی، (انوار السنیہ ص ۷۷)

اور اگر نجاستِ عینیہ ہو تو اس صورت میں دو غسلہ [یعنی دو بار دھونا] واجب ہے شیخین کے نزدیک بلا کسی اختلاف کے، ایک غسلہ جرم وغیرہ ان اوصاف کو ختم کرنے کے لئے اور دوسرا غسلہ جنابت دور کرنے کے لئے، لیکن لون یا ریح کو ختم کرنا دشوار ہو تو معاف ہے، یہی وجہ ہے کہ صاحب کفایہ وغیرہ نے غسل کے فرائض تین بتلائیں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے: اگر بدن پر نجاست ہو تو اس کو دور کرنا، (ص ۳۴ ج ۱ مهذب مع المجموع ص ۱۹۷ ج ۲) (**وَلَوْ كَانَ عَلَيْهَا غُسْلُ جَنَابَةٍ وَغُسْلُ حَيْضٍ فَاغْتَسَلَتْ لِاَحَدِهِمَا كَفَى عَنْهُمَا**، اور اگر کسی عورت پر جنابت اور حیض دونوں کا غسل جمع ہو پھر وہ ان دونوں کے

لئے ایک غسل کرے تو یہ غسل دونوں کی طرف سے کافی ہو گا) اگرچہ ایک ہی غسل کی نیت کرے کیونکہ جب دو امر ہم جنس جمع ہوں اور ان کا مقصد ایک ہو تو ایک امر دوسرے میں داخل ہوتا ہے مذکورہ مسئلہ میں دو امر ہم جنس جمع ہیں اور دونوں کا مقصد [یعنی پاکی حاصل کرنا] بھی ایک ہی ہے لہذا ایک غسل کے تحت دوسرا بھی ادا ہو گا، اسی طرح جب حدث اصغر یعنی وضو اور اکبر یعنی غسل جمع ہو جائیں تو وضو غسل کے تحت ادا ہو گا۔ **مَنِ اجْتمع عَليه حَدثان، اَصغر و اَكبر فيه او جه الصحيح يكفيه غسل جميع البدن بنية الغسل وَحده ولا تَرتيب عَليه** (روضه ص ٥٤ ج ١) جس شخص پر حدث اصغر اور اکبر جمع ہو جائیں تو اس کیلئے صحیح وجہ کے اعتبار سے صرف غسل کی نیت سے پورے بدن کا دھونا کافی ہے اور اس صورت میں اس پر ترتیب واجب نہیں ہے۔ کیونکہ وضو غسل کے تحت ادا ہوا اور غسل وضو کی طرف سے بھی کافی ہو گا اس لئے کہ دونوں کا مقصد ایک ہے۔ جیسا کہ فقہی قاعدہ ہے **اذا اجتمع اَمْرَان من جنسٍ وَاحدٍ ولم يختلف مقصودهما دخل احَدهمَافى الاٰخر، فمن فروعات ذٰلك اذَا اجتمع حَدث وجَنا بَة كفى الغسُل عَلى المذهب كمَا لو اجْتمع جَنابةوَ حَيْض** (الاشباه ص ١٢٦) جب دو امر ہم جنس جمع ہوں اور ان کا مقصود علیحدہ نہ ہو تو ایک دوسرے میں داخل ہوتا ہے۔ اس کی فروعات میں سے ایک فرع یہ ہے کہ جب حدث اور جنابت جمع ہوں تو صرف غسل کرنا کافی ہے جیسے کہ اگر جنابت و حیض جمع ہوں، اور ان میں سے کسی ایک کی نیت سے غسل کرے تو اس کے تحت دوسرا بھی غسل ادا ہو گا۔

فتح الوہاب میں ہے: **وَمَن احْدث وَاَجنب كفاه غسل وَان لم ينو مَعَه الوضوْء لاندرَاج الوضوْء فيه** (ص ١٩ ج ١) جس شخص کو حدث و جنابت لاحق ہو تو اس کے لئے غسل کافی ہے اگرچہ اس کے ساتھ وضو کی نیت نہ کی ہو وضو کے غسل میں داخل ہو جانے کی وجہ سے۔ مغنی المحتاج میں ہے **وَلو احْدَث ثمّ اَجنب او عكسه اى اجنب ثم اَحْدث كفى الغسُل سَوَاء نوى الوضوء مَعَه اَمْ لا۔ عَلى المذهَب لاندراج الوضو فى الغسل**

لانّہ صلی اللہ علیہ وَسَلّم قَال اما انا فاحثی علیٰ رَاسی ثلاث حثیات فاذا انا قد طھرت۔ وَلَم یفصل صَلی اللہ عَلیہ وسَلم مع ان الغالب ان الجنا بۃ لا تتجرد عن الحَدث فتد اخلنا کالجنابۃوَالحیض (ص ۷٦ ج ۱) کسی کو حدث لاحق ہونے کے بعد جنابت لاحق ہو یا بر عکس ہو تو غسل کافی ہے اگر چہ وضو کی نیت نہ کی ہو۔وضو کے غسل میں داخل ہو جانے کی وجہ سے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا جب میں اپنے سر پر تین چلو پانی بہاتا ہوں تو پاک ہو جاتا ہوں۔ اور آپ ﷺ نے تفصیل نہیں کی۔ حالانکہ علت جنابت حدث سے خالی نہیں ہوتی۔ یعنی جنابت کے ساتھ حدث اصغر یعنی وضو بھی ٹوٹتا ہے۔ لہذا وضو غسل کے تحت داخل ہو گیا۔ جنابت و حیض کی طرح۔ کفایہ میں ہے اذا اجْتمع عَلی الشخص حَدث اَصْغروھو الوضوء وَحدث اَکبروَھوَ الغسل۔ الصّحیع المفتی بہ یکفیہ غسل جمیع بدنہ بنیۃ الغسل ولا یجب عَلیہ الجمع بین الوضووَ الغسل وَلا ترتیبَ فی ذٰلک (ص ۲۰ ج ۱) کسی شخص پر حدث اصغر یعنی وضو اور اکبر یعنی غسل جمع ہو جائیں تو صحیح اور مفتی بہ قول کے اعتبار سے اس کو صرف غسل کی نیت سے اپنے پورے بدن کا دھونا کافی ہے۔ اور اس صورت میں اس پر غسل کے ساتھ وضو کی نیت اور ترتیب واجب نہیں ہے۔

اور مجموع میں ہے ان یحدث ثم یجنب کمَا ھوَ الغالب ۔ الصحیح عندالا صحاب وَھو المنصوص فی الام انہ یکفیہ افاضۃ الماء علی البَدن ویصلی بہ بلاوضوء (ص ۲۱۲ ج ۲) کوئی شخص محدث ہو کر پھر جنبی ہو جائے جیسا کہ عامۃً ہوتا ہے تو حضرات شوافع کے نزدیک صحیح قول کے اعتبار سے اور کتاب الام میں اسی طرح صراحت ہے کہ پورے بدن پر پانی بہانا وضو کے لئے کافی ہے اور اس غسل سے بلا وضو نماز پڑھ سکتا ہے۔

(وَمَنِ اغْتَسَلَ مَرَّةً وَاحِدَةً بِنِيَّةِ جَنَابَةٍ وَ جُمْعَةٍ حَصَلاَ او نِيَّةِ اَحَدِهِمَا حَصَلَ دُونَ الاٰخَرِ، اور جو شخص ایک بار غسل کرے جنابت اور جمعہ دونوں کی نیت سے تو یہ دونوں غسل حاصل ہوں گے) نیت پر نظر کرتے ہوئے، (یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی نیت سے غسل کرے تو صرف وہی غسل حاصل ہوگا جس کی نیت کی) نیت پر نظر کرتے ہوئے اور اس لئے کہ نفل فرض میں داخل نہیں ہوتا کیونکہ جنابت اور جمعہ ان دونوں میں ایک فرض ہے اور دوسرا نفل لہذا یہ دونوں امر نہ ہم جنس ہے اور نہ دونوں کا مقصد ایک ہے، بلکہ الگ الگ ہے اس لئے ایک دوسرے میں داخل نہیں ہوں گے۔

(فَصل)

(سنت غسل کے بیان میں)

(يُسَنَّ غُسْلُ الجُمْعَةِ، غسلِ جمعہ سنت ہے) اس پر جو جمعہ میں حضور کا ارادہ رکھتا ہو، غسل جمعہ کو مقدم کیا آکد اور اس کے وجوب میں اختلاف کی بناء پر، اور اس کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے (وَالْعِيْدَيْنِ والْكُسُوْفَيْنِ وَالْاِسْتِسْقَاءِ، اور عید الفطر اور اضحی کیلئے) غسل کرنا سنت ہے اگرچہ نماز کے لئے جانا نہ ہو اس لئے کہ غسل زینت کا دن ہونے کی وجہ سے کرنا ہے(اقناع ص٦٥ ج١) **ویدخل وقت غسلهما بنصف الليل وان کا ن المستحب فعله بعد الفجر** (ایضاص ٦٥ ج١) عیدین کے غسل کا وقت نصف رات سے شروع ہوتا ہے اگرچہ فجر کے بعد کرنا مستحب ہے (اور سورج گہن اور چاند گہن کے لئے) غسل سنت ہے، (اور بارش مانگنے کے لئے) غسل کرنا سنت ہے، استسقاء کی نماز بارش کے منقطع یا کم ہونے کے وقت پڑھی جاتی ہے، مصنف علیہ الرحمہ نے کسوفین تغلیبا ذکر فرمایا ہے (وَمِنْ غُسْلِ الْمَيِّتِ، اور میت کو غسل دینے کے بعد) غسل کرنا سنت ہے فرمان رسول ﷺ کی بناء پر کہ جو شخص میت کو غسل دے اس کو چاہیئے کہ غسل کرے الخ میت کو چھونے والے کے لئے وضو کرنا سنت ہے(وَالْمَجْنُوْنِ وَالْمُغْمَى عَلَيهِ اِذَا اَفَاقَا

وَلِلاِ حرَامِ، اور پاگل اور بے ہوش کے لئے) غسل کرنا مطلوب ہے (جب افاقہ ہو اور احرام باندھنے کے لئے) غسل کرنا سنت ہے چاہے احرام صرف حج کا ہو یا عمرہ کا یا دونوں کا ہو یا مطلق ہو، روایت ترمذی کی بناء پر کہ آپ ﷺ نے غسل فرمایا احرام کے لئے، اور اس غسل کا وقت احرام باندھنے کے ارادہ کے وقت ہے، اس غسل کے بارے میں بالغ ونا بالغ ،طاہر وغیر طاہر اور مذکر و مؤنث کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، اگر پانی نہ پائے تو غسل کے بدلہ تیمم کرے احرام سے پہلے زیر ناف اور بغل کے بال صاف کرنا، مونچھ اور ناخن تراشنا مستحب ہے(شرح محلی فی هاشيتان ص ۹۸ ج ۲)(وَلِدُخُولِ مَكَّةَ الْمُشَرَّفَةِ وَلِلْوُقُوْفِ بِعَرَفَةَ، اور مکہ شریف میں داخل ہونے کے لئے) غسل کرنا سنت ہے، چاہے مُحرم ہو یا غیر محرم (اور عرفہ میں ٹھہرنے کے لئے) غسل کرنا سنت ہے اور افضل ہے کہ یہ غسل نمرہ کے پاس کرے، اس کے علاوہ میں کرے تو بھی سنت حاصل ہو گی ، اس کا وقت صبح صادق سے شروع ہو کر زوال کے پہلے تک رہتا ہے لیکن افضل یہ ہے کہ زوال کے قریب کرے(اقناع ص ٦٥ ج ۱) نمرہ عرفات کے قریب ایک پہاڑ ہے، عرفات میں داخل نہیں (شرح مسلم)(وَلِلطَّوَافِ وَالسَّعْيِ، اور طواف کے لئے) غسل کرنا سنت ہے چاہے طوافِ قدوم ہو یا طوافِ افاضہ یا طوافِ وداع ہو (اور سعی کے لئے) غسل کرنا سنت ہے لیکن شارح فرماتے ہیں کہ سعی طواف کے تابع ہے لہذا اس کے لئے مستقل غسل سنت نہیں ہے (والسعی) ھو تابع للطواف فلیس له غسل مستقل (فيض الاله المالک ص ٥٦ ج ۱) سعی تابع ہے طواف کے لہذا سعی کے لئے مستقل غسل سنت نہیں ہے۔

تعارض اور تطبیق

شارح کی عبارت: (والسعی) ھو تابع للطواف فلیس له غسل مستقل (فيض ص ٥٦ ج ۱)
اور مصنف علیہ الرحمہ کی عبارت: یسن غسل للطواف والسعی، (عمدة السالک) ان دونوں عبارتوں میں تعارض ہوا، لہذا تطبیق اس طرح ہو گی کہ غسل طواف کر کے طواف کے بعد وقت زیادہ نہ گزرا ہو تو سعی کے لئے مستقل غسل سنت نہیں ہے اور اگر زیادہ گزرا ہو تو مستقل غسل کرنا سنت ہے،(تحقيق على عمدة ص ٤٣)۔

(وَلِدُخُوْلِ مَدِیْنَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَبِالْمَشْعَرِ الْحَرامِ، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مدینہ میں داخل ہونے والے کے لئے) غسل کرنا سنت ہے (اور مشعر حرام میں ٹھہرنے کے لئے) غسل کرنا سنت ہے تاکہ میل کچیل وغیرہ سے صاف ہو کر اس میں لوگوں کے ساتھ جمع ہو جائے، (وَثَلاثَۃٌ لِرَمیِ الجِمَارِ اَیَّامَ التَّشْرِیْقِ، اور تین ایام تشریق کی رمی کیلئے تین غسل) سنت ہے، ان میں لوگوں کے جمع ہونے کی بناء پر، ایام تشریق ذی الحجہ کی گیارھویں بارھویں اور تیرھویں تاریخ کو کہتے ہیں، مطلب یہ ہیکہ ان میں سے ہر دن میں رمی جمار کے لئے غسل کرنا،الغسل (لرمی الجمار الثلاث) فی کل یوم من ایام التشریق(الفا ظِ ابی شجاع مع اقناع ص ٦٥ ج ١)[غسل کرنا تین رمی جمار کے لئے]یعنی ایام تشریق میں سے ہر دن میں، مذکورہ اغتسالاتِ مسنونات میں سے کوئی سنت غسل کرنا ہو تو اس سنت کا نام لیکر نیت کرے وہ اس طرح: میں نیت کرتا (یا کرتی) ہوں (مثلا) احرام کے لئے سنت غسل کی مگر پاگل یا بے ہوش افاقہ ہونے پر جنابت کی نیت کرے وہ اس طرح :۔ میں نیت کرتا (یا کرتی) ہوں غسل کی جنابت دور کرنے کے لئے، یہ اس صورت میں ہے جبکہ پاگل اور بے ہوش بالغ ہو اور اگر افاقہ ہونے تک نابالغ ہی ہو تو یہ پاگل یا بے ہوشی سے افاقہ ہونے پر سنت غسل کی نیت اس طرح کرے: میں نیت کرتا (یا کرتی) ہوں جنون (یا بے ہوشی) سے افاقہ ہونے کے سنت غسل کی (اقناع ص ٦٦ ج ١) مذکورہ اغتسالاتِ مسنونات کے علاوہ دوسرے مسنون غسل مطولات میں ملاحظہ فرمائیں۔

اصطلاحاتِ فقہاء

اصطلاحات فقہاء میں مطولات سے مراد شروح ہیں اور مختصرات سے مراد متون ہیں تفصیل کیلئے احقر کی کتاب:"مبادیاتِ فقہ "ملاحظہ فرمائیں۔

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ التَّیَمُّمِ)

(تیمم کا بیان)

تیمم غسل کا بدل اور قائم مقام ہے اس لئے مصنف علیہ الرحمہ نے اس باب کو باب الغسل کے بعد ذکر فرمایا۔

تیمم کو وضو اور غسل کے قائم مقام ٹھہرانے کی وجہ

خدا تعالیٰ کی عادت یوں جاری ہے کہ بندوں پر جو چیز دشوار ہوتی ہے وہ ان پر آسان و سہل کر دیتا ہے اور آسانی کی سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ جس کام کے کرنے میں وقت ہو اس کو معاف کر کے اس کا بدل کر دیا جاوے تا کہ اس بدل سے ان کے دل ٹھکا نے رہیں اور جس چیز کا وہ انتہائی درجہ میں اپنے اوپر لازم اور ضروری کر رہے تھے دفعۃً اس کے ترک کر دینے سے جبکہ بدل نہ ہو تا ان کے دل شک والے اور پریشان نہ ہوں اور طہات چھوڑنے کے عادی نہ ہو جائیں لہذا خدا تعالیٰ نے بموقع ضرورت تیمم کو وضو اور غسل کے قائم مقام ٹھہرایا اور منجملہ طہارت کے تیمم بھی پانی کی پاکی کی مشابہت کی وجہ سے ایک قسم کی طہارت ٹھہر گیا، (احکام الاسلام)

وضو و غسل کے تیمم میں فرق نہ ہونے کی وجہ

علامہ ابن قیم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جنبی اور بے وضو کا تیمم یکساں ہونے میں یہ حکمت ہے کہ جب بے وضوء آدمی کے لئے تیمم میں ہاتھ اور منہ پر مسح کرنے کے بعد سر اور پاؤں کا مسح ساقط ہو گیا تو ان ہی اعضاء یعنی ہاتھ اور منہ پر مسح کرنے کے بعد جنبی کے لئے سارے بدن کا مسح بدرجۂ اولی ساقط ہو جانا چاہئے کیونکہ سارے بدن کے مسح کرنے میں تکلیف اور حرج ہے جو رخصتِ تیمم کے لئے منافی و مناقض ہے اور سارے بدن پر جنبی کو مٹی ملنے میں خدا تعالی کی افضل مخلوقات یعنی انسان کو خاک میں لوٹنے میں

جانوروں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے پس جو کچھ شریعتِ حقہ نے مقرر کیا ہے حسن اور خوبی اور عدل میں اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہوسکتی،(احکام الا سلام عقل کی نظر میں)

لغۃ: قصدوارادہ کو تیمم کہتے ہیں، اور **شرعا:** شرائط کے ساتھ چہرہ اور ہاتھوں پر طہور مٹی پہنچانے کو تیمم کہتے ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا**(سورۂ مائدہ آیت نمبر٦) پھر تم کو پانی (کے استعمال کا موقع) نہ ملے (خواہ بوجہ ضرر کے یا پانی نہ ملنے کے) تو (ان سب حالتوں میں) تم پاک زمینوں سے تیمم کرلیا کرو (معارف القرآن ص ٦٥ ج٣) اور آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارے لئے زمین مسجد بنائی گئی اور اس کی مٹی طہور (مسلم شریف، تحقیق علی عمدہ ص۴۴)

تیمم کے لئے شرائط، اسباب، مبطلات، ارکان اور سنن ہیں، مصنف علیہ الرحمہ نے ان تمام کو ذکر فرمایا ہے لیکن اس باب کی ابتداء شرائط سے کی فرماتے ہیں (**وَشُرُوْطُ التَّیَمُّمِ ثَلَاثَۃٌ اَحَدُھَا : اَنْ یَقَعَ بَعْدَ دُخُوْلِ الْوَقْتِ اِنْ کَانَ لِفَرْضٍ اَوْ لِنَفْلٍ مُؤَقَّتٍ**،اور تیمم کی شرطیں تین ہیں ان میں سے) ایک (یہ ہے کہ تیمم نماز کا وقت داخل ہونیکے بعد کرے اگرچہ فرض نماز کے لئے ہو یا نفلِ مؤقت کیلئے ہو) جیسے سننِ رواتب، نمازِ چاشت وغیرہ کیونکہ تیمم طہارتِ ضروریہ ہے اور اس کا وقت سے پہلے کرنا درست نہیں، نفلِ مطلق کے لئے وقت مقرر نہیں ہوتا لہذا اس کو اوقاتِ مکروہہ کے علاوہ میں پڑھنے کا ارادہ کرنے کے وقت تیمم کرنا جائز ہے، (**بَلْ یَجِبُ نَقْلُ التُّرَابِ فِي الْوَقْتِ**، بلکہ واجب ہے مٹی کو منتقل کرنا وقت میں) یعنی جیسے وقتِ نماز کا داخل ہونا، تیمم کے لئے شرط ہے اسی طرح نقلِ تراب کے لئے بھی وقتِ نماز کا داخل ہونا شرط ہے (**فَلَوْ تَیَمَّمَ شَاکًّا فِي الْوَقْتِ لَمْ یَصِحَّ وَاِنْ صَادَفَہٗ**، اگر کسی نے تیمم کیا درانحالیکہ وقتِ نماز کے دخول میں اس کو شک ہو تو صحیح نہ ہوگا اگرچہ تیمم دخولِ وقت کے بعد واقع ہو) کیونکہ اُس نے حالت شک میں تیمم کیا

لہٰذا دخولِ وقت کی جو شرط ہے چاہے گمانِ غالب سے ہو یا یقین سے وہ فوت ہو گئی۔
(وَلَو تَیَمَّمَ لِفَائِتَۃٍ ضَحوَۃً فَلَمْ یُصَلِّھَا حتّٰی حَضَرَتِ الظُّھر فَلَہُ اَنْ یُصَلِّیَھَا بِہٖ اَوْ فَائِتَۃً اُخرٰی، اور اگر کسی شخص نے تیمم کیا فوت شدہ نماز کے لئے چاشت کے وقت اور فوت شدہ نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ نمازِ ظہر کا وقت ہو گیا تو تیمم کرنے والے شخص کے لئے جائز ہے کہ اس تیمم سے ظہر کی نماز پڑھے یا دوسری فوت شدہ) جس نماز کا ارادہ ہو اُس کے وقت کا داخل ہونا شرط ہے پھر اگر وہ نماز نہیں پڑھی تب بھی تیمُم درست ہے اور اُس کے لئے اُس کی جگہ دوسری نماز درست ہے (اَلثَّانِی: اَنْ یَکُوْنَ بِتُرَابٍ طَاھِرٍ خَالِصٍ مُطْلَقٍ لَہٗ غُبَارٌ وَلَوْ بِغُبَارِ رَمْلٍ) شروطِ تیمم میں سے (دوسری شرط یہ ہے کہ تیمم: پاک) اور (پاک کرنے والی) اور (خالص مٹی سے ہو) ایسی مٹی (جس کو غبار ہو اگرچہ مٹی ریت کے غبار سے ملی ہو) یعنی تب بھی تیمم صحیح ہو گا، فرمانِ ربّانی ہے: فَتَیَمَّمو اصَعِیدًا طَیِّباً (سورۂ مائدہ آیت نمبر ٦) تو تم پاک زمینوں سے تیمم کر لیا کرو، (معارف القران ص ٦٥ ج٣) مصنف علیہ الرَّحمہ نے "لَہٗ غبار" اس لفظ سے مٹی کا وصف بیان کیا کہ وہ غبار آلود ہو جو چہرہ اور ہاتھوں کو چمٹ جائے (لاَ رَمْلٍ مُتَمَحِّضٍ، صرف ریت کافی نہ ہو گا) کیونکہ صرف ریت ہونے کی وجہ سے اُس پر مٹی کا حکم صادق نہیں آتا، مٹی کا حکم اُسوقت صادق آتا ہے جبکہ وہ غبار آلود ہو جیسا کہ مصنف علیہ الرَّحمہ نے "لہ غبار" ذکر فرما کر مٹی کا وصف بیان کیا کہ وہ غبار آلود ہو یہی وجہ ہے کہ مٹی ریت کے غبار کے ساتھ ہو تب بھی اس سے تیمم صحیح ہوتا ہے کیونکہ مٹی کا وصف موجود ہے (وَلا بِتُرَابٍ مُخْتَلِطٍ بِدَقِیْقٍ وَنَحوِہٖ، اور تیمم صحیح نہ ہو گا ایسی مٹی سے جو ملی ہوئی ہو آٹے یا اس کے مانند چیز کے ساتھ) اس لئے کہ اس صورت میں یہ خالص مٹی نہیں ہے خالص مٹی ہونا تیمم صحیح ہونے کے لئے شرط ہے جیسا کہ مصنف علیہ الرَّحمہ نے شروط تیمم کے شرط دوم میں ذکر فرمایا ہے کہ: الثانی: ان یکونَ بتُرابٍ طَاھِرٍ خالصٍ الخ (عمدۃ السالک)۔

(وَلاَ بِجِصٍّ وَسُحَاقَةِ خَزَفٍ وَمُسْتَعْمَلٍ وَهُوَ مَا عَلَى الْعُضْوِ او مَا تَنَاثَرَ عَنْهُ، اور تیمم چونے، سحاقۃ سے) سحاقۃ خزف یعنی ٹھیکروں کو کوٹنے سے حاصل ہونے والا غبار (اور مستعمل مٹی سے صحیح نہیں اور مستعمل مٹی کہتے ہیں جو عضو پر ہو یا عضو سے گری ہوئی ہو) جیسا کہ وضوء کے وقت عضو سے پانی ٹپکتا ہے اور مستعمل ہوتا ہے۔

مٹی کب مستعمل ہوگی؟

وَلاَ بُدَّ فی کونہ مستعملاً من مسہ للعضو والا فلا یصِیْرُ مستعملاً صَرَّحَ بہ فی التّحقِیْق والمجموع (فیض الا لہ المالک ص ۵۸ ج ۱) اور مٹی مستعمل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس سے عضو کو مس کرے (لگائے) ورنہ مستعمل نہ ہوگی اس کی صراحت کی ہے تحقیق اور مجموع میں۔

(اَلثَّالِثُ: اَلْعَجْزُ عَنْ اِسْتِعْمَالِ الْمَاءِ فَيَتَيَمَّمُ الْعَاجِزُ عَنْ اِسْتِعْمَالِهِ وَيَكُوْنُ عَنِ الاَحْدَاثِ كُلِّهَا) شروطِ تیمم میں سے (تیسری شرط ہے پانی کے استعمال سے عاجز ہونا، لہذا پانی کے استعمال سے عاجز شخص تیمم کرے گا) عاجز خواہ بوجہ ضرر کے ہو یا پانی نہ ملنے کے (اور) تیمم حدث اصغر کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ (تمام احداث سے تیمم کرنا جائز ہے) جیسے حدث حیض اور حدث جنابت وغیرہ، حدث اصغر کی وجہ سے تیمم کرنے والے کے لئے وہ تمام چیزیں مباح ہوتی ہیں جو وضو کرنے کی وجہ سے مباح ہوتی ہیں جیسے نماز وغیرہ مگر ایک تیمم سے فرض نماز ایک ہی پڑھ سکتا ہے اس کے برخلاف وضو کہ اس سے بہت سی نمازیں پڑھنا جائز ہے (وَيَسْتَبِيحُ بِهِ الْجُنُبُ وَالْحَائِضُ مَا يَسْتَبِيحَانِ بِالْغُسْلِ فَاِنْ اَحْدَثَا بَعْدَهُ حَرُمَ عَلَيْهِمَا مَا يَحْرُمُ بِالْحَدَثِ، اور تیمم کی وجہ سے جنبی اور حائضہ کے لئے وہ تمام چیزیں مباح ہوتی ہیں جو جُنُبی اور حائضہ کے لئے غسل کی وجہ سے مباح ہوتی ہیں) جیسے نماز اور قرآن پڑھنا وغیرہ (اور اگر جنبی اور حائضہ کو تیمم کے بعد حدث لاحق ہوا تو ان دونوں کے لئے وہ چیزیں حرام ہیں جو حدث اصغر کی وجہ سے حرام ہوتی ہیں)

جیسے نماز پڑھنا، طواف کرنا، قرآن کو چھونا اور اُٹھانا، طہارت باطل ہونے کی بناء پر، جنابت اور حیض کی وجہ سے حرام ہونے والی چیزیں جیسے مسجد میں ٹھہرنا اور قرآن شریف پڑھنا حرام نہ ہو گا، طہارت باقی رہنے کی بناء پر۔

اسبابِ عجز

(وَلِلْعَجْزِ اَسَباب: اَحَدُهَا: فَقْدُ الْماء، اور عاجز ہونے کے) تین (اسباب ہیں ان میں سے پہلا سبب پانی کا نہ ملنا ہے) آیت :فَلَمْ تَجِدُ وا مَا ءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّباً (سورۂ مائدہ) کی بناپر

(فَاِن تَيَقَّنَ عَدَمَه تَيَمّمَ بِلاَ طَلَب، اگر پانی کے نہ ملنے کا یقین ہو تو تیمم کرے پانی کو تلاش کئے بغیر) اس لئے کہ اب تلاش کرنے میں فائدہ نہیں ہے (وَاِن توَهَمَ وُجُوْدَهُ اور اگر پانی کے ملنے کا وہم ہو) یعنی تردد ہو، خواہ ظن ہو، شک ہو یا وہم۔

ظن، شک اور وہم کی تعریف

ظن: طرفِ راجح کے ادراک کو کہتے ہیں، جیسے پانی کے وجود کا گمان راجح ہو،

شک: کہتے ہیں: وجود اور عدم دونوں کا ادراک برابر ہو، جیسے پانی کا ملنا اور نہ ملنا دونوں اُس کے گمان وخیال میں یکساں ہوں،

وہم: کہتے ہیں: مرجوح پہلو کے ادراک کو، جیسے پانی کے وجود کا خیال و گمان ضعیف ہو،

(وَجَبَ طَلَبُهُ تو) مرید تیمم پر (پانی کا تلاش کرنا واجب ہے) وقت نماز کے داخل ہونے کے بعد، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَلَمْ تَجِدُو اماءً فتيمموا (سُورۂ مائدہ، آیت نمبر ٦) پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو، اس میں ہم کو حکم فرمایا پانی نہ پانے پر تیمم کا ظاہر ہے پانی کے نہ ہونے کا علم اسی وقت ہو گا جبکہ ہم تلاش کریں (مِنْ رَحْلِه وَرُفْقَتِهِ حتىٰ يَسْتَوْعِبَهُم, اَو لاَ يَبْقىٰ مِنَ الوَقْتِ اِلاّ مَايَسَعُ الصَّلاَةَ، اپنے مسکن میں اور اپنے تمام ساتھیوں سے یا پانی تلاش کرتا رہے یہاں تک کہ وقت باقی نہ رہے مگر اتنا کہ جس میں نماز ادا کرسکے) اور وقت نکلنے کا

اندیشہ ہو تو پانی کو تلاش نہ کرے بلکہ تیمم کرکے نماز ادا کرے (وَلاَ یَجِبُ الطَّلبُ من کل وَاحدٍ بِعَیْنِہٖ بَلْ یُنادِیْ مَن مَعَہٗ مَاء وَلَوْ بِالثَّمَنِ، اورواجب نہیں ہے ہر ایک ساتھی سے الگ الگ پانی کو طلب کرنا بلکہ ان میں آواز لگائی جائے کہ:۔ ایسا کوئی شخص ہے جس کے پاس پانی ہو اگر چہ قیمت سے) یعنی قیمت لیکر فروخت کرے اگر پانی مفت نہ ملے تو قیمت دیکر لینا ضروری ہے اگر قیمت کی ادائیگی پر قادر ہو تو (ثُمَّ یَنْظُر حَوَالَیْہِ اِنْ کَانَ فِي اَرْضٍ مُسْتوِیَۃٍ وَاِلَّا تَرَدَّدَ اِلیٰ حَدِّ الْغَوْثِ وَھُوَ بِحَیْثُ لَوْ اِسْتَغَاثَ بِرُفقَتِہٖ مَعَ اِشتِغَالِھِمْ بِاَقْوَالِھِمْ وَاَفْعَالِھِمْ لَاَغَاثُوْہُ اِن لَمْ یَخَفْ ضَرَرَ نَفْسٍ اَوْ مَالٍ پھر) یعنی اگر پانی تلاش کرنے کے باوجود نہ پائے تو (اپنے چاروں طرف دیکھے) یعنی دائیں بائیں، سامنے اور پیچھے (اگر زمین ہموار ہو تو، ورنہ) یعنی وہ زمین ہموار نہ ہو بلکہ اونچ نیچ ہو یا وہاں پہاڑ ہو تو، (حد غوث تک جائے اور حد غوث یہ ہے کہ اگر وہ مدد چاہے اپنے ساتھیوں سے تو وہ اپنی گفتگو اور کام کاج میں مشغول ہونے کے باوجود اُس کی مدد کریں اگر جان یا مال کے نقصان کا خوف نہ ہو) اپنی یا اپنے علاوہ کے جان یا مال کا خوف نہ ہو، یہ شرط ہے حدّ غوث کی طرف جانے کی یعنی اگر خوف ہو تو نہ جائے، اور مال سے مراد وہ مال ہے جسکا طہارت کے ثمن میں صرف کرنا واجب نہ ہو یا اجرت میں صرف کرنا واجب نہ ہو، ثمن مثل تک اجرت میں صرف کرنا واجب ہے اگر ثمن یا اجرت میں صرف کرنا واجب ہو تو خوف کے باوجود طلب ماء واجب ہے (اَوْ صَعِدَ جَبَلاً صَغِیْرًا قَرِیْبًا، یا قریبی چھوٹے پہاڑ پر چڑھ جائے) ساتھیوں میں سے کوئی اگر ایک سے زائد ساتھی ہو، اور حد غوث کی طرف دیکھے چاروں جہت سے، مصنف علیہ الرَّحمہ نے لفظ "أو" ذکر فرمایا ہے "او" دو چیزوں میں سے کسی ایک چیز پر جھکنے اور مائل ہونے کے لئے آتا ہے لہذا حد غوث کی طرف چلا جائے یا ساتھیوں میں سے کوئی قریبی چھوٹے پہاڑ پر چڑھے اور اگر "أو" "واو" کے معنٰی میں ہو تو تردد اور صعود کو جمع کرے یعنی حد غوث کی طرف جائے اور پہاڑ پر بھی

چڑھے (وَیَجِبُ اَنْ یَقَعَ الطَّلَبُ بَعْدَ دُخُوْلِ الْوَقْتِ، اورواجب ہے کہ پانی کو طلب کرنا واقع ہو وقتِ نماز داخل ہونے کے بعد) جس طرح وقت نماز داخل ہونے کے بعد تیمم کا ہونا شرط ہے اسی طرح طلب ماء کے لئے وقتِ نماز کا داخل ہونا شرط ہے۔ (فَاِنْ طَلَبَ فَلَمْ یَجِدْهُ وَتَیَمَّمَ وَمَکَثَ مَوْضِعَهُ وَاَرَادَ فَرْضًا اٰخَرَ، اگر پانی تلاش کیا پھر نہیں پایا اور تیمم کیا اور اُسی جگہ ٹھہرے رہا اور ارادہ کیا کہ دوسری فرض نماز پڑھے) تو اس صورت میں تفصیل ہے جو مصنف علیہ الرّحمہ نے ذکر فرمائی ہے وہ یہ: (فَاِن لَمْ یَحْدُثْ مَایُوْهِمُ مآءً وَکَانَ تَیَقَّنَ الْعَدَمَ بِالطَّلَبِ الاَوَّلِ تَیَمَّمَ بِلاَطَلَبٍ وَاِنْ لَمْ یَتَیَقَّنْهُ اَوْ وَجَدَ مَایُوْهِمُهُ کَسحابٍ وَرَکْبٍ وَجَبَ الطَّلَبُ الآنَ اِلاَّ مِنْ رَحْلِهِ وَاِنْ تَیَقَّنَ وُجُوْدَ المآءِ عَلیٰ مَسَافَةٍ یَتَرَدَّدُ اِلَیْهَا الْمُسَافِرُ لِلاِحْتِطَابِ وَالْاِحْتِشَاشِ وَهِیَ فَوْقَ حَدِّ الغَوْثِ، اگر کوئی ایسی چیز وجود میں نہ ہو جس سے پانی کا وہم ہو اور پہلی مرتبہ کے تلاش کرنے سے پانی نہ ملنے کا یقین ہو گیا ہو تو تیمم کرے دوسری بار پانی تلاش کئے بغیر) اس لئے کہ اب تلاش کرنا بے کار ہے (اور اگر پانی نہ ملنے کا یقین نہ ہو یا اس نے ایسی کوئی چیز پائی جس سے اُس کو پانی کا وہم ہو جائے جیسے بادل اور قافلہ تو اب پانی تلاش کرنا واجب ہے) مُرید تیمم پر، کیونکہ ممکن ہے کہ تلاش کرنے سے مل جائے (مگر اپنے مسکن میں تلاش نہیں کریگا) اس لئے کہ اس کے رحل میں پانی کا نہ ہونا فرض کیا گیا ہے (اور اگر پانی ملنے کا یقین ہو اتنی حد میں کہ جس حد تک مسافر لکڑیاں جمع کرنے اور گھاس چرانے کے لئے آتے ہیں اور یہ حد حدِ غوث سے دور ہو) جس حد تک مسافر لکڑیاں جمع کرنے اور گھاس چرانے کے لئے جانور لاتے ہیں اس حد کو "حد قرب" کہتے ہیں اور اس سے دوری کو حد بعد کہتے ہیں امام رافعی علیہ الرَّحمہ نے امام محمد بن یحیٰ سے نقل کیا ہے کہ "حد قرب" فرسخ سے قریب ہوتی ہے (اَوْ عَلِمَ اَنَّهُ یَصِلُهُ بِحَفْرٍ قَرِیْبٍ وَجَبَ قَصْدُهُ اِنْ لَمْ یَخَفْ ضَرَرًا، یا وہ) یعنی مریدِ تیمم (جان لے) اگر چہ عادل و معتبر کی خبر سے (کہ تھوڑا کھودنے سے وہ پانی تک پہنچ جائے گا تو اس پر پانی کا قصد کرنا واجب ہے) اسی طرح

اس پر واجب ہے زمین کھودنا ظہورِ ماء کے لئے پانی کے متیقن ہونے کی بناء پر (اگر نقصان کا خوف نہ ہو) یعنی جانی یا عضو کے نقصان کا یا مال کا یا ساتھیوں سے بچھڑنے کا خوف نہ ہو اور اسی طرح وقتِ نماز کے نکلنے کا خوف نہ ہو [اگر ان میں سے کوئی خوف ہو تو قصدِ ماء اور حفرِ ارض واجب نہیں ہے] (وَاِنْ کَانَ فَوْقَ ذٰلِکَ فَلَهُ التَّیَمُّمُ وَلٰکِنْ اِنْ تَیَقَّنَ اَنَّهُ لَوْ صَبَرَ اِلیٰ آخِرِ الْوَقْتِ لَوَ جَدَهُ فَاِنتِظَارُهُ اَفْضَلُ وَاِنْ ظَنَّ غَیْرَ ذٰلِکَ فالاَ فْضَلُ التَّیَمُّمُ اَوَّلَ الْوَقْتِ، اور اگر پانی ایسی حد میں متیقن ہو کہ وہ حد "حد قرب" سے دور ہو) مطلب یہ ہیکہ "حد بعد" میں پانی متقین ہو (تو مرید تیمم کے لئے تیمم کرنا جائز ہے) بغیر تلاش کئے چاہے وقت کے فوت ہونے کا خوف ہو یا نہ ہو اس لئے کہ "حد بعد" میں پانی کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے [اور کوشش کرنا زائد مشقت کا باعث ہے] (لیکن) یعنی تیمم جائز ہونے کی صورت میں، (اگر یقین ہو کہ وہ اگر انتظار کرے گا آخری وقت تک تو پانی پائے گا تو اس کے لئے پانی کا انتظار کرنا افضل ہے) اسلئے کہ نماز وضو سے پڑھی جائے گی (اور اگر) آخری وقت تک پانی ملنے کا یقین نہ ہو بلکہ (پانی نہ ملنے کا گمان ہو تو اول وقت میں تیمم کرنا افضل ہے) ذمّہ سے بری ہونے اور فرض کو ساقط کرنے کے لئے (وَلَوْ وَهَبَهُ اِنْسَانٌ مَاءً او اَقْرَضَهُ اِیَّاهُ او اَعَارَهُ دَلْوًا لَزِمَهُ الْقَبُوْلُ، اور اگر مرید تیمم شخص کو کوئی انسان پانی ہبہ کرے یا بطور قرض دے یا ڈول عاریۃ دے) اور یہ سب وقت میں واقع ہو اور پانی کا حاصل کرنا ممکن نہ ہو مذکورہ ہبہ یا قرض یا عاریت کے بغیر (تو اس کو قبول کرنا لازم ہے) احسان خفیف کی بناء پر مطلب یہ ہیکہ ان چیزوں میں احسان کم ہے اس لئے لینے میں حرج نہیں، بشرطیکہ مالک کو اس کی حاجت نہ ہو اور پانی تلاش کرنے کے اعتبار سے وقت تنگ ہو۔

ہبہ کی تعریف

ھبہ کہتے ہیں: ھی تملیک تطوع لالا حتیاج ولا لقصد ثواب ولا لاکرام (انوار المسالک ص ۱۹٤) کسی کی ضرورت کے بغیر اور ثواب واکرام کی نیت کے بغیر نفل

چیز کا کسی کو مالک بنانے کو ہبہ کہتے ہیں، لہذا مصنفؒ نے جو لفظِ "وھب" ذکر فرمایا ہے وہ صد قہ کے معنی میں ہے، کیونکہ انسان پانی کو اس کی حاجت ہونے کی وجہ سے ہبہ کر رہا ہے اور اسی کو صدقہ کہتے ہیں: **فان ملک لاحتیاج او لثواب الآخرۃ فصدقۃ** (فیض شرح عمدۃ ص ۹۸ ج ۱) اگر کسی کو حاجت یا ثواب آخرت کی بناء پر مالک بنائے تو اس کو صدقہ کہتے ہیں۔

اعتراض اور جواب

اعتراض: پھر مصنفؒ نے لفظِ "وھب" کیوں ذکر فرمایا؟

جواب: اس لئے کہ لفظِ صدقہ اور ہدیہ کو ہبہ نامی لفظ سے تعبیر کرتے ہیں، فیض میں ہے: **فکل من الصدقۃ و الهدیۃ هبۃ** (ص ۹۸ ج ۱) صدقہ اور ہدیہ دونوں کو ہبہ کہتے ہیں۔

عاریت کہتے ہیں: دوسرے کو کوئی چیز دینا کہ وہ عین کو باقی رکھتے ہوئے فائدہ اٹھائے اور بعد میں واپس کر دے (الفاظ ابی شجاع مع اقناع ص ۳۰۴ ج ۱)

(**وان وَهَبَه او اَقْرَضَهُ ثَمَنَهُمَا فلا** اور اگر ڈول ہبہ کرے یا ڈول اور پانی کا ثمن بطور قرض دے تو قبول کرنا لازم نہیں) اس لئے کے اس میں احسان عظیم ہے اور احسان عظیم کا قبول کرنا لازم نہیں۔

(**وَاِنْ وَجَد المَاءَ اَوِ الدّلو يُبَاعَانِ بِثَمَنِ مِثلِهِ وَهُوَ ثَمَنُهُ فِي ذٰلِکَ الْمَوْضِعِ وَ ذٰلِکَ الْوَقْتِ لَزِمَهُ شِرَاء وَاِنْ وَجَدَ ثَمَنُهُ فَاضِلاً عَنْ دين وَلَوْ مُؤجلا مؤنۃ سفرِهِ ذَهَابًا وَرُجُوْعًا**، اور اگر مرید تیمم پانی یا ڈول فروخت ہوتے ہوئے پائے ثمنِ مثل سے اس جگہ میں اور اس وقت میں ان کا جو ثمن ہو اس کو ثمن مثل کہتے ہیں تو اس پر اس کا خریدنا لازم ہے) یعنی پانی یا ڈول کو، اگر ثمنِ مثل سے زیادہ قیمت میں پائے تو خریدنا لازم نہیں۔ (اگر پانی یا ڈول کی قیمت دین سے زائد پائے تو) یعنی مرید تیمم کے ذمہ میں اگر دین ہو چاہے آدمی کا یا اللہ کا تو اس کی ادائیگی سے زائد اگر اس کے پاس قیمت ہے پانی یا ڈول کی تو خریدنا

لازم ہے (اگر چہ دین کی ادائیگی تاخیر اًہو اور اس کے سفر کو جانے اور واپس لوٹنے کے خرچ سے زائد ہو) یعنی جس طرح ذمہ میں دین ہو تو دین کی ادائیگی سے زائد پانی یا ڈول کی قیمت اگر اس کے پاس ہو تو خریدنا لازم ہے اسی طرح سفر کے خرچ سے زائد اس کے پاس پانی یا ڈول کی قیمت ہو تو خریدنا لازم ہے [ورنہ نہیں] اس لئے کہ دین اور خرچ ان کا بدل نہیں ہے اس کے بر خلاف پانی کہ اس کا بدل تیمم ہے، (**فَاِنِ امْتَنَعَ مِنْ بَیْعِهٖ وَهُوَ مُسْتَغْنٍ عَنْهُ لَمْ یَاْخُذْهُ غَصْبًا اِلاَّ لِعَطَشٍ**، اور اگر پانی کا مالک پانی بیچ کر دینے سے انکار کرے) یا ڈول کا مالک ڈول عاریۃ دینے سے انکار کرے (حالانکہ مالک اس پانی سے مستغنی ہو تو پانی کو مالک سے غصب کرکے لینا جائز نہیں مگر پیاس کے لئے) اپنی اور اپنے علاوہ دوسرے اس انسان کی پیاس کی وجہ سے جس کا خرچ اپنے ذمہ ہو پانی کے مالک سے پانی غصب کرکے لینا جائز ہے، یہی حکم ہوگا ڈول عاریۃ دینے سے انکار کی صورت میں (**وَلَوْ وَجَدَ بَعْضَ مَاءٍ لاَ یَكْفِیْ طَهَارَتَهُ لَزِمَهُ اسْتِعْمَالُهُ ثُمَّ تَیَمَّمَ لِلْبَاقِیْ** اور اگر) فاقد الماء یعنی پانی نہ پانے والا (تھوڑا پانی پائے جو اس کی طہارت کو کافی نہ ہو) چاہے طہارت حدثِ اصغر سے ہو یا جنابت سے (اس پر لازم ہے تھوڑے پانی کا استعمال پھر باقی حصہ کے لئے تیمم کرے) شیخین کی روایت کی بناء پر کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اسے پورا کرو جتنی استطاعت رکھتے ہو، اور اس لئے کہ میسور معسور سے ساقط نہیں ہوتا، میسور سے مراد وہ حصہ جس پر پانی کا استعمال ہوا اور معسور سے مراد وہ حصہ جس پر پانی کا استعمال نہیں ہوا اور فقہی قاعدہ ہے: **المیسور لا یسقط بالمعسور** (اقناع) میسور معسور سے ساقط نہیں ہوتا، لہٰذا اس صورت میں متیسر متعسر سے ساقط نہیں ہوتا۔

آگے مصنف حدث اصغر یا اکبر لاحق ہونے کے اعتبار سے تھوڑے پانی کو استعمال کرنے کے طریقہ کو بیان فرماتے ہیں وہ یہ: (**فَالْمُحدِثُ یُطَهِّرُ وَجْهَهُ ثُمَّ یَدَیْهِ عَلَی التَّرْتِیْبِ**، محدث) یعنی جس کو حدث اصغر لاحق ہو (سب سے پہلے اپنا چہرہ پھر اپنے دونوں

ہاتھوں کو پاک کرے گا) اسی طرح باقی اعضاء (ترتیب کے مطابق) اس لئے کہ وضو میں ترتیب واجب ہے، تھوڑے پانی سے جن اعضاء کی طہارت حاصل ہوئی ان کے علاوہ باقی ماندہ اعضاء کے لئے تیمم کرے اسی کو مصنفؒ نے ان الفاظ میں بیان فرمایاہے: **ولو وجد بعض ماء لا یکفی طھارته لزمه استعماله ثم تیمم للباقی** (عمدۃ السالک) **(وَالْجُنُبُ یَبْدَأُ بِمَا شَاءَ وَیُنْدَبُ تَقْدِیْمُ اَعَالِیَ بَدَنِهِ،** اور جنبی) یعنی جس کو حدث اکبر لاحق ہو غسل کے وقت (ابتداء کر سکتا ہے بدن کے جس حصہ سے چاہے) اس لئے کہ غسل میں ترتیب نہیں ہے (اور مستحب ہے اپنے بدن کے اعلی حصوں کو مقدم کرنا) لیکن تحقیق اور مجموع میں اعضاء وضو سے ابتداء [یعنی ان کو مقدم] کرنے کو راجح قرار دیا ہے۔

(اَلسَّبَبُ الثَّانِیْ: خَوْفُ عَطَشِ نَفْسِهِ وَرُفْقَتِهِ وَحَیَوَانٍ مُحْتَرَمٍ مَعَهُ وَلَوْ فِیْ الْمُسْتَقْبَلِ) اسباب عجز میں سے (دوسرا سبب: خود اپنی پیاس کا اور اپنے ساتھیوں کی اور محترم جانور کی جو اس کے ساتھ ہے پیاس کا خوف ہو اگرچہ مستقبل میں) یعنی آئندہ، شارحؒ فرماتے ہیں کہ مصنف نے جو قولِ "معہ" ذکر فرمایا ہے یہ قید نہیں ہے: **وقوله (معه) لیس بقید کما قاله البجیرمی علی فتح الوھاب حیث قال وان لم یکن معه والواو فی کلام المصنف بمعنی" او " وفی بعض النسح " او "وھی ظاھرة والمحترم ھو الذی یحرم قتله ومنه کلب ینتفع به** (فیض ص ٦١ ج ١) اور مصنفؒ کا قول "معہ" یہ قید نہیں ہے جیسا کہ اس کو بجیرمی علی فتح الوھاب نے کہا ہے اس اعتبار سے کہ اگرچہ اس کے ساتھ نہ ہو اور "واو" مصنف کے کلام میں "او" کے معنی میں ہے اور بعض نسخہ میں "او" ہے [لہذا اس اعتبار سے عبارت اس طرح ہوئی:۔ **او حیوان محترم معه**] اور یہی ظاہر ہے اور محترم کہتے ہیں جس کا قتل حرام ہے اور اسی میں سے وہ کتا ہے جس سے فائدہ ہو، غیر محترم جیسے مرتد اور باؤلا کتا، (تحقیق علی عمدۃ ص ٤٧)۔

(وَيَحْرُمُ الْوُضُوْءُ حِيْنَئِذٍ، تو) واجد الماء یعنی پانی پانے والے پر (حرام ہے ایسی صورت میں وضو کرنا) اسی طرح غسل کرنا بدرجہ اولیٰ حرام ہے، روح وغیرہ کی حفاظت کے پیش نظر (فَيَتَزَوَّدُ لِرُفْقَتِهِ وَيَتَيَمَّمُ بِلاَاِعَادَةٍ، لہٰذا واجد الماء پانی کو اپنے لئے اور اپنے ساتھیوں کے لئے جمع کرے اور) نماز وغیرہ کے لئے (تیمم کرے اعادہ کئے بغیر) یعنی اس تیمم سے جو نماز پڑھی گئی اس کا یا اس کے مانند جس کے لئے طہارت ضروری ہے جیسے طواف کیا گیا اس کا اعادہ یعنی وضو کر کے واپس وہی نماز پڑھنا یا طواف کرنا ضروری نہیں، اس لئے کہ مذکورہ سبب مانع ہونے کی وجہ سے پانی کا ہونا نہ ہونے کے حکم میں ہے اور جب پانی نہ ہو تو تیمم جائز ہوتا ہے،

(اَلثَّالِثُ: مَرَضٌ يَخَافُ مَعَهُ تَلَفَ النَّفْسِ او عُضْوٍ اَو فَوَاتَ مَنْفَعَةِ عُضْوٍ او حُدُوْثَ مَرَضٍ مُخَوِّفٍ اَو زِيَادَةَ مَرَضٍ اَو تَاخِيْرَ الْبُرْءِ او شِدَّةَ اَلَمٍ او شَيْئًا فَاحِشًا فِيْ عُضْوٍ ظَاهِرٍ) اسباب عجز میں سے (تیسرا سبب ایسا مرض ہو جس) سے پانی استعمال کرنے کی وجہ (سے خوف ہو جان یا کسی عضو کے فوت ہونے کا یا عضو کے فائدہ کے فوت ہونے کا) جیسے ہاتھ بے فائدہ ہونے کا خوف ہو (یا نقصان دہ مرض لاحق ہونے کا یا مرض کے زیادہ ہونے یا دیر سے اچھا ہونے یا درد کے بڑھنے کا) خوف ہو (یا عضو ظاہر میں سخت عیب ہونے کا) خوف ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاِنْ كُنْتُمْ مَرْضٰى۔ الخ (سورۂ مائدہ آیت نمر ٦) اور اگر تم بیمار ہو (اور پانی کا استعمال مضر ہو) (تو تم پاک زمینوں سے تیمم کر لیا کرو) (معارف القرآن ص ٦٤ ج٣)

عضو ظاہر میں سخت عیب ہو جیسے پانی اگر استعمال کرے گا تو [مثلا] چہرہ سیاہ ہو گا وغیرہ، کما لو كان الماء يؤثر فی مثل وجهه سوادا او يبسا او جلدة تزيد فانه ينتقل الى التيمم (انوار المسالک ص ٢٧) جیسا کہ اگر پانی استعمال کرے تو چہرہ سیاہ ہو گا یا خشک یا چمڑی زیادہ ہو گی تو وہ منتقل ہو گا تیمم کی طرف، فاحش کی قید سے یسیر نکل گیا اور ظاہر کی قید

سے باطن نکل گیا لہذا قلیل عیب ہو یا اندرونی عضو میں ہو [چاہے سخت ہو] تو خوف کا اعتبار نہ کرتے ہوئے تیمم جائز نہ ہو گا، یہاں عضو سے مراد وہ حصہ جو بدن کو شامل ہے جیسے سینہ۔

(وَیَعۡتَمِدُ فِیۡہِ مَعۡرِفَتَہُ او طَبِیۡبًا یَقۡبَلُ فِیۡہِ خَبۡرُہُ، اور خائف) یعنی خوف کھانے والا (بھروسہ کرے گا خوف کے بارے میں اپنے علم پر) اگر وہ علم طب کا جانکار ہو اگرچہ تجربہ سے (یا ڈاکٹر کی خبر خوف کے بارے میں قبول کر گا) جو ثقہ ہو چاہے مذکر ہو یا مؤنث۔

(فَاِنۡ خَافَ مِنۡ جُرۡحٍ وَلاَ سَاتِرَ عَلَیۡہِ غَسَلَ الصَّحِیۡحَ بِاَقۡصَی الۡمُمۡکِنِ فَلاَ یَتۡرُکُ اِلاَّ مَا لَوۡ غَسَلَہُ تَعَدّٰی اِلَی الۡجُرۡحِ وَتَیَمَّمَ لِلۡجُرۡحِ فِی الۡوَجۡہِ وَالۡیَدَیۡنِ فِیۡ وَقۡتِ جَوَازِ غَسۡلِ الۡعَلِیۡلِ، اگر خوف ہو زخم کی بنا پر) پانی کے استعمال سے (اور زخم پر کوئی ساتر نہ ہو) یعنی پٹی یا اس کے علاوہ (تو) صاحب زخم پر واجب ہے کہ (عضو صحیح کو دھوئے) عضو صحیح یعنی جس پر زخم نہ ہو (جتنا ممکن ہو) حدیث کی بناء پر کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اسے پورا کرو جتنی استطاعت رکھتے ہو (کچھ بھی نہ چھوڑے) عضو صحیح میں سے (مگر عضو صحیح کا وہ حصہ) مراد جو زخم سے قریب ہے (اگر اس کو دھوئے تو پانی زخم تک پہنچ جائے) اس صورت میں صاحبِ زخم پر اس حصہ کو دھونا واجب نہیں ہے بلکہ (تیمم کرے،) زخم سے قریب عضو صحیح کے حصہ کے علاوہ کو دھونے کے بعد (صرف چہرہ اور دونوں ہاتھوں پر زخم ہونے کی بناء پر اور تیمم زخمی عضو کو دھونے کے وقت جواز میں کرے) وضو کی ترتیب کی رعایت کرتے ہوئے مثلا اگر زخم ہاتھ میں ہو تو نہیں کرے گا یہاں تک کہ چہرہ دھولے اور غسل یدین کا جواز آجائے، آگے مصنف جنبی کا حکم بیان فرماتے ہیں وہ یہ: (فَالۡجُنُبُ تَیَمَّمَ مَتٰی شَاءَ، جنبی جب چاہے تیمم کرے،) یعنی عضو صحیح کو دھونے سے قبل یا بعد چونکہ غسل میں ترتیب نہیں ہے اس لئے کہ جنبی کا بدن ایک عضو کے مانند ہے جیساکہ کتب شافعیہ میں ہے کہ : جس آدمی کو فرض

غسل کی حاجت لاحق ہو اس کے لئے اصح قول کے مطابق چاہے پہلے غسل کرے اور پھر تیمم کرے یا پہلے تیمم کرے اور پھر غسل کرے چونکہ غسل میں ترتیب نہیں ہے،

(وَالْمُحدِثُ لاَ یَنْتَقِلُ عَنْ عُضْوٍ حَتّٰی یَکْمُلَ غُسْلاً وَّتَیَمّمًا مُقَدِّمًا مَا شَاءَ، اور محدث)یعنی جس کو وضو کی حاجت لاحق ہو (عضو سے منتقل نہ ہو گا یہاں تک کہ عضو کو مکمل کرے دھونے اور تیمم کرنے کے اعتبار سے)اس وجہ سے کہ پھر ترتیب پر عمل ہو گا (اور ان میں سے جس کو چاہے مقدم کرے)یعنی پہلے عضو صحیح کو دھوئے پھر تیمم کرے یا یہ کہ پہلے تیمم کرے اور پھر عضو صحیح کو دھوئے لیکن دوسری صورت اولی ہے اس وجہ سے کہ پانی عضو سے مٹی کے اثر کو زائل کرے گا، اب عبارت کا مطلب سمجھیں وہ یہ ہے کہ مثلاً چہرہ پر زخم ہونے کی وجہ سے چہرہ کو مکمل کرے دھونے اور تیمم کرنے کے اعتبار سے اور پھر ترتیب کے اعتبار سے دونوں ہاتھ دھوئے یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ زخم ایک ہو اگر اس سے زائد ہو تو آگے مصنفؒ اس کا حکم بیان فرماتے ہیں وہ یہ:**(فَاِنْ جُرِحَ عُضْوَاہَ تَیَمُّمَانِ وَلاَیَجُوْزُ مَسْحُ الْجُرحِ بِالْمَاءِ وَاِنْ لَمْ یَضُرَّہُ،** اگر محدث کے دو عضو پر زخم ہو تو دو تیمم کرے گا)یعنی دو زخم کی وجہ سے محدث پر دو تیمم لازم ہوں گے (اور پانی سے زخم کا مسح جائز نہیں ہے اگر چہ مسح سے نقصان نہ ہو) بلکہ نرمی سے عضو صحیح کو دھوئے اگر دھونا دشوار ہو اس وجہ سے کہ پانی زخم کی طرف بڑھ جائے گا تو پانی سے صرف عضو صحیح کو مس کرے [یعنی پانی لگائے] دھوئے نہیں اگر چہ مس کو دھونا نہیں کہا جاتا، یہ بھی دشوار ہو تو فاقد الطہورین کی طرح نماز پڑھے اور اعادہ کرے [یعنی لوٹائے] اس لئے کہ یہ عذر نادر ہے،

فاقد الطھورین: اُس آدمی کو کہتے ہیں جو پانی اور مٹی دونوں نہ پائے اس صورت میں نماز پڑھنا واجب ہے اور پانی یا مٹی کے پانے پر نماز کا لوٹانا بھی واجب ہے (شرح مھذب ص ۳۰۶ ج۲)

(فَاِنْ کَانَ الجُرحُ عَلٰی عُضُوِ التَیَمُّمِ وَجَبَ مَسْحُهُ بِالتُّراب، اور اگر زخم اعضاء تیمم میں سے کسی عضو پر ہو) یعنی چہرہ یا ہاتھ پر (تو مٹی سے اُس زخم کا مسح کرنا واجب ہے) جتنا ممکن ہو اسلئے کہ مٹی سے زخم کا مسح کرنا بدل ہے دھونے کا (فَاِنِ احتَاجَ لِعِصَابَةٍ اَو لُصُوْقٍ اَو جَبِیْرَةٍ وَجَبَ وَضعُهَا عَلیٰ طُهْرٍ، اگر زخم کو پٹی یا باندھنے یا پلاسٹر کی ضرورت ہو) مطلب یہ ہیکہ جِس ساتر کی ضرورت ہو (تو اس کو طہارت پر رکھنا واجب ہے) قیاس کرتے ہوئے موزہ پر کہ وہ مکمل طہارت کے بعد ہی پہنا جاتا ہے۔

عصابہ، لصوق اور جبیرۃ کی تعریف

عصابہ: کہتے ہیں پٹی کو جو بغرض علاج باندھی جائے۔

لصوق: کہتے ہیں اُس چیز کو جو زخم پر باندھی جائے علاج کی غرض سے،

دوسری تعریف یہ ہے کہ: اُس کپڑے کو کہتے ہیں جو عضو پر علاج کے لئے باندھا جائے (مجد الطلاب ص ٦٨٢)

جبیرہ: کہتے ہیں اُس لکڑی کو جس سے ٹوٹی ہوئی ہڈی کو باندھا جائے [اس کو ہمارے عرف میں پلاسٹر کہتے ہیں] جو چیز بھی زخم پر رکھی جائے اُس کو ساتر کہتے ہیں، (وَلاَ یَستُرُ اِلاَّ مَالاَ بُدَّمِنهُ، اور) ساتر رکھنے والے پر واجب ہے کہ (صحیح سالم جگہ کو نہ چھپائے) مطلب یہ ہیکہ ساتر یعنی مثلاً پٹی وغیرہ باندھتے وقت صرف زخم کی جگہ کو لے (مگر صحیح میں سے جتنی جگہ کی ضرورت ہو) مضبوطی کے لئے تو لینا جائز ہے، کفایہ میں ہے: ان لا یحصل تحت الجبیرۃ من الصحیح الا مالا بد منه للامساک (ص٥٢ج١) پٹی باندھتے وقت صحیح سالم جگہ پر پٹی نہ باندھے لیکن مضبوطی کے لئے جتنی جگہ کی ضرورت ہو باندھ سکتے ہیں۔

(فَاِنْ خَافَ مِنْ نَزْعِهَا ضَرَرًا وَجَبَ الْمَسحُ عَلَیْهَا کُلِّهَا بِالْمَاءِ مَعَ غَسْلِ الصَّحِیْحِ وَالتَّیَمُّمُ، اگر خوف ہو نقصان کا ساتر کو نکالنے سے تو پورے ساتر پر پانی سے مسح کرنا واجب ہے) تاکہ یہ مسح بدل ہو اُس عضوِ صحیح کو دھونے کا جو ساتر کے نیچے ضرورۃ لایا

گیاہے، باقی (صحیح کے دھونے اور تیمم کے ساتھ)یعنی ساتر کا مسح اور باقی عضو صحیح کا دھونا اور تیمم واجب ہے، ساتر پر خون ہوتب بھی پانی سے مسح کرناواجب ہے اس لئے کہ اس خون کو طہارت کے پانی سے در گذر کیا گیاہے، مصنفؒ نے جو قولِ "کلھا" ذکر فرمایاہے اس کی دووجہ ہیں ایک یہ ہے کہ: قول "علیھا" میں ضمیر کے لئے تاکید ہے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ: قائل کے قولِ ضعیف [وہ یہ ہے کہ بعض ساتر کا مسح کافی ہے] کی تردید کے لئے، مذکورہ صورت میں عضو صحیح کو نرمی سے دھوناواجب ہے، (كَمَا تَقَدَّمَ، جیسا کہ گذر گیا، فَإِنْ كَانَتْ فِي غَيْرِ عُضْوِ التيمُّمِ لَمْ يَجِبْ مَسْحُهَا بِتُرابٍ، اگر زخم عضوِ تیمم کے علاوہ میں ہوتو زخم کا مسح کرنا مٹی سے واجب نہیں ہے) اس کے بر خلاف کسی عضو تیمم پر ہو اور کوئی ساتر نہ ہو تو مٹی سے زخم کا مسح کرناواجب ہے جتنا ممکن ہو (فَإِن أَرَادَ أَنْ يُّصَلِّيَ فَرْضًا آخَرَ لَمْ يُعِدِ الجُنبُ غَسْلاًوَ كَذَا المُحدِثُ، اگر متیمم ارادہ کرے کہ دوسری فرض نماز پڑھے تو جنبی عضوِ صحیح کے دھونے) اور ساتر کے مسح (کو نہ لوٹائے اور اسی طرح محدث)یعنی جس کووضو کی حاجت لاحق ہو، یہ صحیح قول کے مطابق ہے، مطلب یہ ہیکہ کسی نے پہلے تیمم کیااور نماز پڑھی اس کے بعد پھر ارادہ ہوا کہ اب دوسری فرض نماز پڑھے تو پہلی بار تیمم کرنے کے بعد اگر اُس کا غسل اور وضو نہ ٹوٹا ہو تو دوسری بار تیمم کرتے وقت عضو صحیح کے دھونے کو اور ساتر یعنی پٹی یااس کے علاوہ کے مسح کو نہ لوٹائے اس لئے کہ اس کی پہلی طہارت جو باقی ہے وہ دوسری فرض نماز پڑھنے کے ارادہ سے باطل نہیں ہوگی۔ البتہ پہلا تیمم کمزور ہوا فرض اداء کرنے کی وجہ سے لہذا دوسری فرض نماز کے لئے دوسرا تیمم کرناواجب ہوگا، یہی وجہ ہے کہ ایک تیمم سے فرض نماز ایک ہی اور نفل جتنی چاہے پڑھ سکتے ہیں۔ (وَقِيْلَ يَغْسِلُ مَا بَعْدَ عَلِيْلِهِ، اور کہا گیا ہے کہ محدث عضو علیل کے بعد جو عضو ہو اس کو دھوئے گا،) عبارت کا مطلب یہ ہے کہ پہلے تیمم سے قبل دونوں

ہاتھوں پر زخم تھے اب دوسری فرض نماز پڑھنے کے لئے تیمم کرتے وقت پہلے تیمم کرے پھر سر کا مسح کرے اور پیروں کو دھوئے لیکن یہ ضعیف قول کے مطابق ہے لہذا اعتبار اور عمل قولِ صحیح پر ہو گا،

(وَاِنْ وُضِعَ بِلاَ طُھْرٍ وَجَبَ النَّزْعُ فَاِنْ خَافَ فَعَلَ مَا تَقَدَّمَ وَھُوَ اٰثِمٌ وَیُعِیْدُ الصَّلاَۃَ، اور اگر ساتر کو زخم پر بغیر طہارت کے رکھے تو نکالنا واجب ہے) نقصان کا خوف نہ ہو تو (اگر خوف ہو تو وہ کرے جو گذر گیا) یعنی "فان خاف من نزعھا ضررا وجب المسح علیھا کلھا بالماء مع غسل الصحیح و التیمم" اس عبارت کی تشریح کے مطابق عمل کرے جو ما قبل میں گذر چکی (اور بغیر طہارت کے ساتر کو رکھنے والا گنہگار ہو گا) اس لئے کہ اس نے بغیر طہارت کے ساتر رکھنے سے تعدی یعنی واجب کی مخالفت کی، آثم یعنی گنہگار: آثم الابتداء ہو گا نہ کہ آثم الاستمرار (اور نماز کا اعادہ کرے گا) یہ اعادہ یعنی پڑھی ہوئی نماز کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے چاہے ساتر بغیر طہارت کے اعضاء وضو پر رکھا گیا ہو یا اعضاء تیمم پر،

(وَلاَ یُعِیْدَاِنْ وُضِعَ عَلَی طُھْرٍ وَلَمْ یَکُنْ فِیْ اَعْضَاءِ التَّیَمُّمِ، اور اعادہ نہ کرے گا، اگر ساتر کو زخم پر طہارت کی حالت میں رکھا ہو اور ساتر اعضاء تیمم پر نہ ہو) اور اگر اعضاء تیمم پر ہو تو نماز کا اعادہ واجب ہو گا اگر چہ طہارت پر رکھا ہو اور ساتر باندھنے کے وقت مضبوطی کے لئے صحیح سالم جگہ کو لیا گیا ہو یا نہ لیا گیا ہو مبدل اور بدل دونوں کے ناقص رہنے کی بناء پر یعنی عضو کا دھونا مبدل اور تیمم بدل لہذا دھونے میں پٹی وغیرہ کی وجہ سے جو نقص رہ جاتا ہے تیمم کے ذریعہ اس کا بدل کیا جاتا ہے لیکن جب تیمم ہی کی جگہ پر ہو تو مبدل اور بدل دونوں ناقص رہتے ہیں اس طرح کہ نہ اس جگہ پانی پہنچا اور نہ مٹی، (وَلاَ مَنْ تَیَمَّمَ لِمَرَضٍ اَوْ جُرْحٍ بِلاَ سَاتِرٍ اِلاَّ مَنْ بِجُرْحِہٖ دَمٌ کَثِیْرٌ یَخَافُ مِنْ غَسْلِہٖ فَیُعِیْدُ، اور وہ شخص

نماز کا اعادہ نہ کرے گا جس نے بیماری یا ایسی زخم کی بناء پر تیمم کیا جس پر کوئی ساتر نہیں ہے) چاہے مسافر ہو یا مقیم،(مگر جس کے زخم میں زیادہ خون ہونے کی وجہ سے خوف ہو اس کے دھونے سے تو نماز کا اعادہ کرے گا) یہ عبارت مصنف کی اس عمومی عبارت:"ولا من تیمم لمرض اور جرح" سے مستثنیٰ ہے، یہ اعادہ واجب ہے نادر عذر کی وجہ سے، زیادہ خون کی قید سے تھوڑا خون نکل گیا لہٰذا اگر زخم میں تھوڑا خون ہو تو نماز کا اعادہ واجب نہیں تھوڑے خون سے درگزر کرنے کی بناء پر مگر یہ تیمم کی [یعنی چہرہ یا ہاتھ کی] جگہ میں ہو اور خون کثیف یعنی گاڑھا ہو جو اس جگہ مٹی پہنچنے کے لئے مانع ہو تو اعادہ لازم ہو گا بدل اور مبدل کے ناقص رہنے کی بناء پر جیسا کہ ما قبل میں ساتر کے بارے میں گذر چکا،

(وَلَوْ خَافَ مِنْ شِدَّةِ الْبَرْدِ مَرَضًا مِمَّا تَقَدَّمَ وَلَمْ يَقْدِرْ عَلَى تَسْخِيْنِ الْمَاءِ وَتَدْفِئَةِ عُضْوٍ تَيَمَّمَ وَاَعَادَ،اور اگر سخت سردی کی وجہ سے) پانی کے استعمال سے (خوف ہو مرض کا جو گذر گیا) جیسے دیر سے اچھا ہونا وغیرہ (اور پانی گرم کرنے پر قادر نہ ہو) یعنی پانی گرم کرنے کی چیزیں نہ پائے یا پائے لیکن اس کے پاس ان چیزوں کی قیمت نہ ہو کہ خرید سکے (یا کسی عضو کو گرمی پہنچانے پر قادر نہ ہو) مطلب یہ ہیکہ ٹھنڈا پانی استعمال کرنے کی وجہ سے نقصان کا جو اندیشہ ہے گرمی پہنچا کر اس کے دفع پر قادر نہ ہو (تو تیمم اور نماز کا اعادہ کرے گا) اظہر قول کے مطابق اس لئے کہ یہ عذر نادر ہے یعنی اس تیمم سے پڑھی ہوئی نماز کو دوبارہ پڑھے گا (وَمَنْ فَقَدَ مَاءً وَتُرَابًا وَجَبَ اَنْ يُصَلِّيَ الْفَرْضَ وَحْدَهُ،اور جو شخص پانی اور مٹی نہ پائے) مثلاً قید خانہ میں ہونے کی وجہ سے تو (اس پر واجب ہے کہ صرف فرض نماز پڑھے) حرمتِ وقت کی بناء پر اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اسے پورا کرو جتنی استطاعت رکھتے ہو، نفل نماز پڑھنا جائز نہیں اس میں سُنَنِ رواتب بھی شامل ہے اِسی طرح وہ تمام چیزیں کرنا جائز نہیں جو

جنبی پر حرام ہیں، (وَيُعِيْدُ اِذَا وَجَدَ الْمَاءَ اَوِ التُّرَابَ حَيْثُ يُسْقِطُ التَّيَمُّمُ الْاِعَادَةَ فَلاَ يُعِيْدُ اِذَا وَجَدَ تُرَاباً فِي الْحَضَرِ، عدمِ طَہُورین کی صورت میں پڑھی ہوئی نمازوں کا اعادہ کرے جب پانی پائے یا اعادہ کرے جب مٹی پائے اس جگہ جہاں تیمم اعادہ کو ساقط کرتا ہو) یعنی وہ جگہ جہاں پانی کا فقدان غالب ہو (اس کے برخلاف مٹی ایسی جگہ ملے جہاں پانی کا فقدان غالب نہ ہو تو مٹی سے تیمم کرکے اعادہ نہ کرے) اسی کو مصنفؒ نے بیان کیا ہے کہ "نماز کا اعادہ نہ کرے" مثلاً جب مٹی پائے حضر میں اس لئے کہ اس صورت میں تیمم اعادہ کو ساقط نہیں کرتا۔

وَاجِبَاتِ تیمم

(وَوَاجِبَاتُهُ سَبْعَةٌ، اور تیمم کے واجبات سات ہیں) ان کو ارکان بھی کہتے ہیں، ارکان رکن کی جمع ہے۔

رکن کی تعریف: رکن کہتے ہیں: جس کے وجود پر وجودِ حکم موقوف ہو، (تیسیر الاصول ص ۱۳۵)

رکن اور شرط میں فرق: رکن حقیقت کا جزء ہوتا ہے اور شرط حقیقت سے خارج ہوتی ہے، مثلاً رکوع نماز کا رکن ہے اور اس کی حقیقت کا جزء ہے طہارت نماز کے لئے شرط ہے اور نماز کی حقیقت سے خارج ہے، (ایضًا)

(اَلنِّيَّةُ فَيَنْوِي اِسْتِبَاحَةَ فَرْضِ الصَّلاَةِ اَوْ اِسْتِبَاحَةَ مُفْتَقِرٍ اِلَى التَّيَمُّمِ) تیمم کے سات واجبات میں سے پہلا واجب (نیت کرنا) اسکی تشریح بابُ الوضو میں گذر چکی (متیمم فرض نماز مباح ہونے کی یا ایسے امر کے مباح ہونے کی نیت کرے جس کے مباح ہونے کے لئے تیمم ضروری ہو) جیسے طواف، مسِّ مصحف، حمل مصحف، سجدۂ تلاوت و شکر اس لئے کہ مقصود تیمم سے ان امور کی اباحت ہے، یہ نیت اس طرح کرے: میں تیمم کرتا ہوں نماز [یا طواف وغیرہ] مباح ہونے کے لئے (وَلاَ يَكْفِي نِيَّةُ رَفْعِ الْحَدَثِ، اور حدث دور کرنے کی نیت کافی نہ ہوگی) وہ اس طرح: میں تیمم کرتا ہوں حدث دور کرنے کے لئے

اس لئے کہ تیمم حدث کو دور نہیں کرتا، اسی طرح طہارت کی نیت کافی نہ ہو گی وہ اس طرح: میں تیمم کرتا ہوں پاکی حاصل کرنے کے لئے،

مغنی میں ہے: وَنِیَّۃُ اسْتِبَاحَۃِ الصَّلاۃِ وَنَحوِھَا مِمَّا تَفْتَقِرُ اسْتِبَاحَتُہ اِلیٰ طَھَارَۃ لانِیَّۃَ رَفْعِ الْحَدَثِ اَصْغَر او اَکْبَر اوِ الطَّھَارَۃ فَلاَ یَکْفِي لِاَنَّ التَّیَمُّمَ لا یَرفَعہ (ص ۹۷ ج ۱) تیمم کرنے والا استباحتِ صلاۃ یا ایسی چیز کے استباحت کی نیت کرے جن کے مباح ہونے کے لئے وضو ضروری ہو، رفع حدث چاہے اصغر ہو یا اکبر یا طہارت کی نیت نہ کرے، اگر کرے تو کافی نہ ہو گی اس لئے کہ تیمم حدث کو دور نہیں کرتا۔

(وَلاَ فَرْضِ التَّیَمُّمِ، فَاِنْ تَیَمَّمَ لِفَرضٍ وَجَبَ نِیَّۃُ الْفَرضِیَّۃِ، اور فرض تیمم کی نیت کافی نہ ہو گی) اس لئے کہ تیمم بِالذَّات مقصود نہیں اس کو کسی ضرورت کی وجہ سے کیا جاتا ہے (ہاں اگر کسی فرض کے لئے تیمم کرے تو فرضیت کی نیت کرنا واجب ہے) وہ اس طرح: میں تیمم کرتا ہوں فرض نماز مباح ہونے کے لئے، نیت فرضیت کا مطلب یہ ہے۔ نہ کہ یہ " فرض تیمم" کا جملہ کہکر نیت کرنا وہ اس طرح: میں فرض تیمم کرتا ہوں نماز مباح ہونے کے لئے اس لئے کہ اس طرح نیت کرنا صحیح نہیں ہے (لاَتَعْیِینُہُ مِن ظُھْرٍ او عَصْرٍ) جس فرض نماز کے لئے تیمم کیا ہے مثلاً ظہر یا عصر (اس کی تعین کرنا یعنی نمازِ ظہر یا عصر واجب نہیں ہے) یعنی نیت میں اس طرح نہ کہے: میں تیمم کرتا ہوں (مثلاً) فرض نماز ظہر مباح ہونے کے لئے بلکہ اس طرح نیت کرے:۔ میں تیمم کرتا ہوں فرض نماز مباح ہونے کے لئے، لیکن اگر تعیین کی تو کوئی حرج نہیں۔

(بَلْ لَو نَوَی فَرْضَ الظُّھْرِ اِسْتَبَاحَ بِہِ الْعَصْرَ، بلکہ اگر نیت کرے فرض ظہر مباح ہونے کی تو اس سے نماز عصر مباح ہو گی) جیسا کہ مطلق لفظِ فرض نیت میں کہنے سے کوئی بھی فرض نماز مباح ہو جاتی ہے، عبارت کا مطلب یہ ہیکہ: تیمم کی نیت کے وقت فرض

ظہر کی تعیین کرے اور کسی وجہ سے ظہر نہ پڑھ سکے یہاں تک کہ عصر کا وقت آجائے تو اس تیمم سے نمازِ عصر پڑھ سکتا ہے، جائز ہے،

(وَلَو نَوَی فَرْضًا وَ نَفْلاً أُبِيْحا، اور اگر فرض اور نفل دونوں کے مباح ہونے کی ایک ساتھ نیت کرے تو دونوں مباح ہوں گے) اس لئے کہ جب صرف فرض کے مباح ہونے کی نیت کرنے سے نفل مباح ہو جاتی ہے تو فرض کے ساتھ نفل کی نیت کرنے سے بدرجۂ اولی نفل مباح ہو گی (اَوْ نَفْلاً اَوْ جنَاۃً اَوِ الصَّلاۃَ لَمْ یَسْتَبِحِ الْفَرْضَ، یا تیمم کے وقت نفل کی نیت کرے یا نماز جنازہ یا مطلق نماز کی تو اس تیمم سے فرض مباح نہ ہو گی) تینوں صورتوں میں پہلی صورت میں اس وجہ سے کہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اور فرض کفایہ نوافل کی طرح ہے لہذا اس کا حکم بھی پہلی صورت کی طرح ہوا اور تیسری صورت میں "احوط" پر عمل کرتے ہوئے (او فَرْضًا فَلَهُ النَّفْلُ مُنْفَرِدًا وَ كَذَ النَّفْلُ قَبْلَهُ وَبَعْدَهُ فِي الْوَقْتِ وَبَعْدَهُ، یا) تیمم کے وقت (صرف فرض کی نیت کرے تو اس کے لئے تنہا نفل) بھی (جائز ہے اور اسی طرح) یعنی صرف فرض کی نیت کرے تو (اس کے لئے فرض سے پہلے اور بعد کی سنت نماز پڑھنا جائز ہے) اور جس طرح فرض سے پہلے اور بعد کی سنتیں جائز ہیں اسی طرح ان کو ان کے، (وقت یا غیر وقت میں) پڑھنا جائز ہے

(وَيَجِبُ قَرْنُهَا بِالنقْلِ وَ اسْتِدَامَتُهَا اِلیَ مَسْحِ شَیءٍ مِنَ الْوَجْهِ اور واجب ہے کہ نیت کو نقل سے ملائے) یعنی ہاتھوں کو مٹی پر مارتے وقت نیت کرے، کیونکہ مٹی کو نقل کرنا رکن ہے، (اور نیت باقی رکھے چہرہ کے کچھ حصہ کا مسح کرنے تک) اگر چہرہ کے کچھ حصہ کا مسح کرنے تک باقی نہیں رکھا یا مسح سے پہلے حدث لاحق ہوا تو یہ نیت کافی نہ ہو گی، نقل سے مراد ضرب ہے یعنی مٹی پر ہاتھ مارنا۔

(اَلثَّانِي وَالثَّالِثُ : قَصدُ التُرَابِ وَنَقْلُه،) تیمم کے سات واجبات میں سے، (دوسرا اور تیسرا واجب مٹی کا قصد اور اس کو نقل کرنا ہے) دوسرا اور تیسرا دونوں کو ایک ساتھ اس وجہ سے بیان کیا ہے کہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ جب قرآن نے قصد تراب کو واجب کیا آیت: فیتمموا صعیدا (سورۂ مائدہ آیت نمبر ٦) کے ذریعہ اس لئے اس کو ایک رکن بنادیا اور مقصود چونکہ اس سے نقل ہے اس لئے اس کو بھی رکن بنادیا (فَلَوْ كَانَ عَلىٰ وَجْهِهِ تُرَابٌ فَمَسَحَ بِهِ او اَلقَتْهُ الرِّيحُ عَلَيْهِ فَمَسَحَ بِهِ لَمْ يَكْفِ، اگر متیمم کے چہرہ پر مٹی ہو اور اس سے مسح کرے) چہرہ کا یا ہاتھ کا چہرے کا مسح کرنے کے بعد (یا ہوا کے ذریعہ اس کے چہرہ پر مٹی آپڑے اور اس سے مسح کرے تو) ان دونوں صورتوں میں (کافی نہ ہوگا) اگرچہ ہوا چلنے کی جگہ میں کھڑے رہنے سے تیمم کا قصد ہو اس لئے کہ پہلی صورت میں قصد تراب نہیں اور دوسری صورت میں نقل تراب نہیں (وَلَوْ اَمَرَ غَيْرَهُ حَتّٰى يَمَّمَهُ جَازَ وَاِنْ كَانَ قَادِرًا عَلَى الْاَظْهَرِ، اور اگر دوسرے کو تیمم کروانے کا حکم دے پھر وہ اسے تیمم کروائے تو جائز ہے اظہر قول کے مطابق اگرچہ آمر) یعنی حکم کرنے والا (تیمم کرنے پر قادر ہو) ماموروماذون کے فعل کو آمر کے فعل کے قائم مقام کرتے ہوئے۔

(اَلرَّابِعُ وَالْخَامِسُ: مَسحُ وَجْهِهِ وَيَدَيْهِ مَعَ مِرْ فَقَيْهِ،) تیمم کے ساتھ واجبات میں سے (چوتھا اور پانچواں واجب اپنے چہرہ کا اور اپنے دونوں ہاتھوں کا کہینوں سمیت مسح کرنا ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُم وَاَيدِيكُم مِّنهُ (سورۂ مائدہ آیت نمر ٦)

(اَلسَّادِسُ: اَلتَّرْتِيبُ) تیمم کے سات واجبات میں سے (چھٹا واجب ترتیب ہے) مطلب یہ ہیکہ چہرہ اور ہاتھوں کا مسح کرنے کے درمیان ترتیب ہو، اگرچہ تیمم حدث اکبر کی وجہ سے کیا جارہا ہو۔

(اَلسَّابِعُ: کَوْنُہُ بِضَرْبَتَیْنِ، ضَرْبَۃٍ لِلوَجْہِ وَضَرْبَۃٍ لِلیَدَیْنِ) تیمم کے سات واجبات میں سے (ساتواں واجب تیمم دو ضرب سے ہو) حدیث ابوداود وغیرہ کی بناء پر (ایک ضرب چہرہ کے لئے اور دوسری ضرب ہاتھوں کے لئے) حاکم میں ہے: ولفظ الحاکم التیمم ضربتان ضربۃ للوجہ وضربۃ للیدین الی المرفقین یعنی: اور حاکم کا لفظ تیمم دو ضرب ہیں ایک ضرب چہرہ کے لئے اور دوسری ضرب کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لئے، (وَقِیْلَ اِن امْکَنَ بِضَرْبَۃٍ کَفٰی کَخِرْقَۃٍونحوِھَا، اور کہا گیا ہے کہ اگر ممکن ہو ایک ضرب سے) تیمم کا حصول، (تو کافی ہے، جیسے کپڑا اور اس کے مانند) مسألۂ خرقہ کی صورت یہ ہیکہ کپڑے کو زمین پر مارا اور کپڑے کے ایک طرف سے چہرے کا اور دوسری طرف سے ہاتھوں کا مسح کیا، اس میں ایک نقل ہے، اس کو امام رافعی نے راجح قرار دیا ہے، حدیث عمارؓ کی بناء پر، اس وجہ سے کہ اس حدیث میں آپ کے طریقۂ تیمم میں ضرب لگانے کا تذکرہ نہیں ہے وہ حدیث یہ ہے: حضرت عمار بن یاسر سے روایت ہے فرماتے ہیں: میں جنبی ہوا یعنی فرض غسل کی حاجت لاحق ہوئی لہذا میں زمین پر لوٹا اور نبی کریم ﷺ کو اسکی خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا اس طرح کرنا تیرے لئے کافی ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارنا چہرہ اور ہاتھوں کا مسح کرنا یہ بھی کافی ہے۔ (مھذب مع المجموع ص ۲۲۵ ج۲)

(وَلاَیَجِبُ اِیْصَالُہُ بَاطِنَ شَعْرٍ خَفِیْفٍ، اور واجب نہیں ہے) چہرہ اور ہاتھوں کا مسح کرتے وقت (مٹی کو خفیف بالوں کے نیچے) یعنی اگنے کی جگہ (پہنچانا) اس لئے کہ اس میں مشقت ہے، گھنے بالوں کے نیچے تو بدرجۂ اولی پہنچانا واجب نہیں ہے لیکن وضو کے وقت خفیف بالوں کے نیچے پانی پہنچانا واجب ہے۔

تیمم کی سنتیں

(وَسُننه التَّسمِیَۃِ اور تیمم کی سنتیں) یہ ہیں، (تیمم کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا) تسمیہ پڑھتے وقت جنبی قرآن کا قصد نہ کرے کیونکہ تسمیہ قرآن کی آیت ہے لہذا پڑھنا حرام ہو گا بلکہ ذکر کا قصد کرے یا کوئی قصد ہی نہ ہو تو تسمیہ پڑھنا جائز ہو گا اگر صرف قرآن کا قصد کرے یا اس کے ساتھ ذکر کا قصد کرے تو حرام ہو گا جیسا کہ یہی حکم ہے جنبی کے لئے غسل کے شروع میں "بسم اللہ" پڑھنے کا، اقل مقدار "بسم اللہ" ہے اور اکمل "بسم اللہ الرحمن الرحیم" ہے، صرف اقل مقدار پر عمل کرے تب بھی سنت ادا ہو گی اور اس سے پہلے تعوذ بھی پڑھنا سنت ہے، ابتداء تیمم میں بسم اللہ الخ پڑھنا چھوڑ دے عمدا یا سہوا تو درمیان میں یاد آنے پر پڑھ لے: بِسمِ اللہِ اَوَّ لَہٗ وَاٰخِرَہٗ، لیکن تیمم سے فارغ ہونے کے بعد یاد آنے پر نہ پڑھے کیونکہ اس کا محل فوت ہو گیا، یہی احکام ہیں وضو کے شروع میں بسم اللہ الخ پڑھنے وغیرہ کے۔ (وَتَقْدِیْمُ یَمِیْنِہٖ، اور اپنے دائیں کو مقدم کرے) بائیں پر مطلب یہ ہیکہ دائیں ہاتھ کا مسح بائیں ہاتھ سے پہلے کرے۔

(وَاَعْلٰی وَجْھِہٖ وَفِي الْیَدِ یَضَعُ اَصَابِعَ الْیُسْرَی سِوَی الْاِبْھَامِ عَلٰی ظُھُوْرِ اَصَابِعِ الیُمْنٰی سِوَی الاِبْھَامِ وَیُمِرُّ ھَا اِلَی الْکُوْعِ ثُمَّ یُضُمُّ اَطْرَافَ اَصَابِعِہٖ اِلیٰ حرْفِ الذِّرَاعِ وَیُمِرُّ ھَا اِلَی الْمِرْفَقِ ثُمَّ یُدِیْرُ بَطْنَ کَفِّہٖ اِلیٰ بَطْنِ الذِّرَاعِ وَیُمِرُّھَا وَاِبْھَامُہٗ مَرْفُوْعَۃٌ فِاِذَابَلَغَ الکُوْعَ مَسَحَ بِبَطْنِ اِبْھَامِ الْیُسْرَی ظَھْرَ اِبْھَامِ الْیُمْنَی ثُمَّ یَمْسَحُ الْیُسْرَی بِالْیُمْنٰی کَذٰلِکَ، اور اپنے چہرہ کے اعلی حصہ کا مسح کرے) اسفل حصہ سے پہلے (اور ہاتھ کا مسح کرنے میں) سنت طریقہ یہ ہے کہ (ماسح اپنے بائیں ہاتھ کی انگلیاں سوائے ابہام کے، اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کی پشت پر رکھے سوائے ابہام کے، اور یہ بائیں ہاتھ کی انگلیاں سوائے ابہام کے، دائیں ہاتھ کے پہنچے تک کھینچتا ہوا لے جائے، پھر) بائیں ہاتھ کی انگلیوں کے کناروں کو دائیں ہاتھ کے کلائی کے کنارے پر (ملائے اور کہنی

تک لے جائے، پھر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو گھما کر داہنے ہاتھ کے باطن ذراع کی طرف لائے اور پہنچے تک لے جائے اس حال میں کہ انگوٹھا مسح کرتے وقت علیحدہ رہے، مٹی کی حفاظت کیلئے پھر جب مسح دائیں ہاتھ کے پہنچے تک) پہنچ جائے، (تو بائیں ہاتھ) کے انگوٹھے کے پیٹ (سے مسح کرے، دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے پشت کا، پھر بائیں ہاتھ کا مسح کرے دائیں ہاتھ سے اسی طرح) یعنی جو طریقہ اوپر مذکور ہوا بائیں ہاتھ سے دائیں کا مسح کرنے کا۔

(ثُمَّ یُخَلِّلُ اَصَابِعَهُ وَیَمْسَحُ اِحْدَی الرَّاحَتَیْنِ بِالْاُخْرٰی وَیُخَفِّفُ الْغُبَارَ، پھر اپنی انگلیوں کا خلال کرے) اس طرح کہ انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کرے (اور دو ہتھیلیوں میں سے ہر ایک کا دوسری ہتھیلی سے مسح کرے اور مٹی کو کم کرے) اگر زیادہ لگ گئی ہو تو اس طرح کے دونوں ہاتھوں کو آپس میں ٹکرائے یا پھونکے،

(وَیُفَرِّقُ اَصَابِعَهُ عِنْدَ الضَّرْبِ عَلَی التُّرَابِ فِیْهِمَا، اور مٹی پر) دونوں (ضرب مارتے وقت اپنی انگلیاں کھلی رکھے دونوں ضربوں میں) اس لئے کہ یہ طریقہ مٹی لگنے کے اعتبار سے ابلغ ہے (وَیَجِبُ نَزْعُ الْخَاتَمِ فِی الثَّانِیَةِ، اورواجب ہے دوسرے ضرب کے وقت انگوٹھی نکالنا) تاکہ اس جگہ مٹی لگ جائے، ہاتھوں کا مسح کرتے وقت انگوٹھی نکالنا واجب ہے نہ کہ نقل یعنی دوسرے ضرب کے وقت، شارحؒ فرماتے ہیں:

فایجاب نزعه انما هو عند المسح لا عند النقل واما فی الضربة الاولیٰ فانه یسن (فیض ص ٦٦ ج ۱) [ہاتھوں کا] مسح کرتے وقت انگوٹھی نکالناواجب ہے نہ کہ نقل کے وقت البتہ پہلے ضرب کے وقت نکالنا سنت ہے، حرکت دینا کافی نہ ہو گا اس لئے کہ مٹی انگوٹھی کے نچلے حصہ میں داخل نہیں ہوتی۔

(وَلَوْ اَحْدَثَ بَیْنَ النَّقْلِ وَمَسْحِ الْوَجْهِ بَطَلَ وَوَجَبَ اَخْذٌ ثَانٍ، اور اگر نقل اور مسح چہرہ کے درمیان متیمم کو حدث لاحق ہو جائے تو یہ نقل باطل ہو گا اور اس پر واجب ہو گا دوسری مٹی لینا) یعنی اس باطل شدہ نقل کے وقت جو مٹی ہاتھ میں آئی اسے صاف کرے اور پھر دوسری بار نقل سے مٹی حاصل کرے اور تیمم کی ابتداء کرے۔

مبطلاتِ تیمم

(وَيَبْطُلُ التَّيَمُّمِ عَنِ الْوضُوْءِ بِنَواقِضِ الْوُضُوْءِ، اور وضو کے بدلے کیا ہوا تیمم نواقضِ وضو سے باطل ہو گا) یعنی جن سے وضوٹوٹ جاتا ہے، (وَبِتَوَهُّمِ قُدْرَتِهِ عَلىَ مَاءٍ يَجِبُ اسْتِعْمَالُهُ، اور) تیمم باطل ہو گا (واجب الاستعمال پانی پر قدرت کے توہم سے) یعنی پانی ملنے کی صورت میں وضو کرنا واجب ہو ایسی حالت میں پانی پر قدرت کے وہم سے تیمم باطل ہو گا، اور اگر پانی کے استعمال کے لئے کوئی شرعی عذر مانع ہو جیسے پیاس تو پانی کا استعمال وضو کے لئے واجب نہ ہو گا اس صورت میں پانی پر قدرت کے وہم سے تیمم باطل نہ ہو گا، پانی کے وجود کا وہم جن چیزوں سے ہو سکتا ہے وہ یہ (كَرُؤْيَةِ سَرَابٍ اَوْ رَكْبٍ قَبْلَ الصَّلَاةِ اَوْ فِيْهَا وَ كَانَتْ مِمَّا تُعَادُ، جیسے سراب) چمکنے والی ریت جس پر پانی کا وہم ہو تا ہے، (اور قافلہ کو دیکھنا) جن کے ساتھ پانی ہونے کا امکان ہو تو باطل ہو گا اگر پانی کا نہ ہونا یقینی ہو تو تیمم باطل نہ ہو گا، (نماز سے پہلے) چاہے دوران تیمم ہو یا تیمم سے فراغت کے بعد (یا نماز میں اور وہ نماز ان نمازوں میں سے ہو جس کا اعادہ کیا جاتا ہو) مطلب یہ ہیکہ نماز اس جگہ پڑھی جارہی ہو جہاں پانی کا وجود غالب ہو لیکن عین وقت پر کسی وجہ سے نہ مل سکا اور تیمم کر کے نماز پڑھی تو اس نماز کا پانی ملنے پر اعادہ کیا جائے گا (كَتَيَمُّمِ حَاضِرٍ لِفَقْدِ الْمَاءِ جیسے مقیم کا تیمم فقد ان ماء کی وجہ سے حضر میں) اگر دورانِ نماز پانی کے مل نے کا وہم ہو جائے تو بھی تیمم باطل ہو کر نماز فاسد ہو گی مصنفؒ کی عبارت سے تو یہی ظاہر ہو تا ہے لہذا اسے ختم کر کے وضو کرے اور نماز شروع کرے لیکن منقول ہے کہ جب نماز میں داخل ہو جائے تو نماز باطل نہ ہو گی مگر یہ کہ پانی کے ملنے کا یقین ہو۔

(فَاِنْ لَمْ تُعَدْ كَتَيَمُّمِ مُسَافِرٍ فَلَا وَيُتِمُّهَا وَتُجْزِئُهُ لٰكِنْ يُنْدَبُ قَطْعُهَا لِيَسْتَانِفَهَا بِوُضُوْءٍ، اگر اعادہ نہ کیا جاتا ہو جیسے مسافر نے سفر میں تیمم کیا،) ایسی جگہ میں

جس جگہ پانی کے نہ ملنے کا گمانِ غالب ہو (تو یہ نماز باطل نہ ہو گی) سراب اور قافلہ کو دیکھنے سے (لہذا اسے مکمل کرے اور مکمل کرنا اس کے لئے کافی ہے) یعنی اعادہ کی ضرورت نہیں لیکن نماز کو توڑنا مستحب ہے تاکہ وضو سے از سرنو نماز پڑھے اس لئے کہ وضو سے نماز پڑھنا افضل ہے۔

(وَاِنْ رَآهُ فِي نَفْلٍ وَنَوَى عَدَدًا اَتَمَّهُ وَاِلاَّ فَرَكْعَتَيْنِ، اور اگر متیمم نفل نماز میں پانی دیکھے اور اس نے متعین عدد کی نیت کی ہو تو وہ تعداد پوری کرے) اس لئے کہ متعین کرنے کی صورت میں نفل فرض کی طرح ہے (ورنہ) یعنی اگر متعین عدد کی نیت نہ کی ہو تو، (صرف دو رکعت پڑھے) اس لئے کہ نفل نماز میں دو رکعت متعارف ہیں لہذا یہ دو رکعت متعین کی طرح ہوئیں (وَلاَيَجُوْزُ بِتَيَمُّمٍ اَكْثَرُ مِنْ فَرِيْضَةٍ وَاحِدَةٍ مَكْتُوْبَةٍ او مَنْذُوْرَةٍ وَمَا شَاءَ مِنَ النَّوَافِلِ وَالْجَنَائِزِ، اور جائز نہیں ہے کہ ایک تیمم سے ایک فرض سے زیادہ نماز یں پڑھے چاہے نماز مکتوبہ ہو یا نذر مانی ہوئی) کیونکہ نمازِ منذورہ کا حکم بھی فرض کی طرح ہے (اور) ایک تیمم سے (نوافل اور جنائز میں سے جتنی نمازیں چاہے پڑھے) جائز ہے، جنائز کا حکم نوافل کی طرح ہے اصح قول کے مطابق۔

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ الْحَيْضِ)

(حیض کا بیان)

مصنفؒ نے اس باب کو باب الغسل کے بعد ذکر فرمایا حالانکہ یہ اسباب غسل میں سے ہے لہذا اس کو موجباتِ غسل کے وقت اگر ذکر فرماتے تو مناسب ہو تا لیکن اس باب کا کلام طویل اور عورتوں کے ساتھ متعلق ہونے کی بناء پر اس باب کو مستقل نام سے باب الغسل کے بعد ذکر فرمانا درجہ اور مرتبہ میں مؤخر ہونے کی وجہ سے ہے۔

حیض کی تعریف: حیض لغت میں: سیلان [بہنے] کو کہتے ہیں۔

شرع میں کہتے ہیں: اس خون کو جو عورت کی شرمگاہ سے تندرستی کی حالت میں [سببِ ولادت کے بغیر] مخصوص اوقات میں نو سال پورے ہونے کے بعد خارج ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **وَيَسْئَلُوْ نَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُل هُوَ اَذًى** (سورۂ بقرہ آیت نمبر ٢٢٢) اور لوگ آپ سے حیض کا حکم پوچھتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ وہ گندی چیز ہے، اور حدیث میں ہے کہ یہ چیز اللہ تعالیٰ نے بناتِ آدم پر لکھدی ہے (بخاری و مسلم) (تحقیق علی عمدۃ ص ٥١)

عورتوں کو حیض آنے کی وجہ: عورتوں کو حیض آنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں حضرت حوّا علیہا الصلاۃ والسلام کو منع کیا تھا درخت کے پاس جانے سے لیکن حضرت حوّا علیہا لصلاۃ والسلام درخت کے پاس گئی اور توڑا اور درخت سے پانی بہا تو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے ساتھ حیض کو خاص کر دیا، اور بعض نے کہا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں سے یہ چیز جاری ہوئی اس کو محمول کیا جائیگا بنات آدم میں اول ظہور اور انتشار پر یعنی ظاہر اور انتشار پہلے ان میں ہوا۔ (**اَقَلُّ سِنٍّ تَحِيْضُ فِيْهِ الْمَرْاَةُ اِسْتِكْمَالُ تِسعِ سِنِيْنَ تَقْرِيْبًا**) حیض آنے کی (کم سے کم مدت جس میں عورت کو حیض آتا ہے وہ مدت تقریبا نو سال مکمل ہونا ہے) قمری اعتبار سے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **يَسْئَلُوْ نَكَ عَنِ الْاَ هِلَّةِ قُلْ هِيَ**

مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ (سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۸۹) آپ سے چاندوں کے حالات کی تحقیقات کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ وہ (چاند) آلہ شناختِ اوقات ہیں لوگوں کے لئے، نو سال مکمل ہونے کا اعتبار "تقریبی" اعتبار سے کیا جائے گا نہ کہ تحدیدی اعتبار سے۔

تحدید اور تقریب کی تعریف

تحدید کہتے ہیں: کسی چیز کی حد ظاہر اور متعین کرنے کو، مثلاً نو،

تقریب کہتے ہیں: ظاہری اور متعینہ حد سے قریبی حد کو لہذا نو سال مکمل ہونے سے مثلاً دس روز قبل اس مدت کو حیض آنے کی مدت کہا جاسکتا ہے کیونکہ نو سال مکمل ہونا تقریبی اعتبار سے ہے نہ کہ تحدیدی اعتبار سے لہٰذا باقاعدہ مکمل طور پر نو سال ہونا ضروری نہیں۔ (فَلَوْ رَاَتْهُ قَبْلَ تِسْعِ سِنِيْنَ لِزَمَنٍ لَايَسَعُ طُهْرًا وَحَيْضًا وَهُوَ حَيْضٌ وَاِلَّا فَلَا، اگر کوئی عورت نو سال مکمل ہونے سے پہلے خون دیکھے اس مدت میں جس میں طہر و حیض کے آنے کی گنجائش نہ ہو تو وہ خون حیض ہوگا ورنہ) یعنی اس مدت میں خون دیکھے جس میں طہر و حیض کے آنے کی گنجائش ہو تو (وہ خون حیض نہ ہوگا) بلکہ فاسد خون شمار ہوگا اس وقت تک جس میں طہر و حیض کے آنے کی گنجائش ہو اور جب گنجائش نہ ہوگی تو وہ خون حیض ہوگا اور اس کے احکام جاری ہوں گے۔ (وَلَاحَدَّ لِاٰخِرِهٖ فَيُمْكِنُ اِلَى الْمَوْتِ، اور حیض کے آنے کی آخری حد نہیں ہے ممکن ہے کہ موت تک حیض نہ آئے) مطلب یہ ہیکہ ابتداء باب میں جس طرح حیض آنے کی کم سے کم مدت مصنف نے بیان فرمائی اسی طرح یہاں یہ بتلاتے ہیں کہ اگر حیض کم سے کم مدت میں نہ آئے تو اس کے آنے کی آخری کوئی حد نہیں ہے بلکہ ممکن ہے کہ موت تک نہ آئے۔

(وَاَقَلُّ الْحَيْضِ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ، اور حیض) باقی رہنے (کی کم سے کم مدت ایک دن اور ایک رات ہے) اگر اس مدت سے کم خون آئے اس طرح کہ اگر شرمگاہ کی جگہ کپڑا رکھے اور وہ ملوث یعنی گیلا نہ ہو تو یہ خون حیض نہ ہوگا بلکہ فاسد خون ہوگا جیسا کہ شارح فرماتے

ہیں:فلو راتہ اقل من ذلک بان لو وضعت قطنۃ لا تتلوث فھو دم فساد(انوار المسالک ص ۳۰) اگر عورت اس مدت سے کم خون دیکھے اس طرح کہ اگر روئی [یا کپڑا وغیرہ] رکھے اور وہ ملوث نہ ہو تو وہ خون فاسد ہو گا،صاحب فیض فرماتے ہیں: (یوم ولیلۃ)ای قدرھما متصلا وھو اربع وعشرون ساعۃ(ص ٦٨ ج١) ایک دن رات سے مراد چوبیس گھنٹے ہیں، یہ مراد نہیں کہ منگل کا دن اور اس کی رات بلکہ منگل کے بارہ بجے سے شروع ہوا تو بدھ کے بارہ بجے تک چوبیس گھنٹے یا رات میں نو بجے شروع ہوا تو دوسری رات کے نو بجے تک۔ (وَغَالِبُہُ سِتٌّ او سَبْعٌ اَکْثَرُہٗ خَمْسَۃَ عَشَرَ یَوْمًا وَاَقَلُّ الطُّھْرِ بَیْنَ الْحَیْضَتَیْنِ خَمْسَۃَ عَشَرَیَوْمًا وَلَاحَدَّلِاَکْثَرِہٖ، اور حیض) باقی رہنے کی (غالب مدت چھ دن) چھ راتیں (یا سات دن) سات راتیں (اور اس کی) یعنی حیض باقی رہنے کی (اکثر مدت پندرہ دن) پندرہ راتیں (اور طہر کی مدت دو حیض کے درمیان کا فاصلہ کم سے کم پندرہ دن ہیں) راتوں کے ساتھ،اس لئے کہ مہینہ جب غالبا حیض اور طہر سے خالی نہیں جاتا اور حیض کی اکثر مدت پندرہ دن وراتیں ہیں تو لازم ہے کہ طہر کی کم سے کم مدت پندرہ دن وراتیں ہوں (اور اس کی اکثر مدت کے لئے کوئی حد نہیں ہے) جیسا کہ اجماع سے ثابت ہے۔

ادلۂ اصلیہ

متفق علیہ دلائل چار ہیں جن کو ادلۂ اصلیہ سے تعبیر کرتے ہیں وہ یہ ہیں: قرآن، حدیث، اجماع، قیاس،(تیسیرا لاصول ص ۳۸)[اب تعریفات ادلہ کو ملاحظہ فرمائیں]

قرآن: محمدّ ﷺ پر نازل شدہ الفاظ جو اپنی ہر ہر سورت کے اعتبار سے معجز ہیں اور اس کی تلاوت سے ثواب حاصل ہوتا ہے اسے قرآن کہتے ہیں(لب الا صول مع غایۃ الاصول ص ۳۳)

حدیث: نبی کریم ﷺ کے اقوال اور افعال کو سنّت (حدیث) کہتے ہیں۔(لب الاصول)

اجماع: وفات محمد ﷺ کے بعد کسی زمانہ میں تمام مجتہدین کسی واقعہ کے متعلق حکم شرعی پر اتفاق کرے اسے اجماع کہتے ہیں۔

اب ثبوت اجماع کی دلیل کے مطالعہ سے ذہن کو تازہ اور ضمیر کو روشن کیجئے،

دلیل: یَا ایّھَا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم (الآیۃ) والامر باطاعۃ اللہ و اطاعۃ الرسول امر باتباع القرآن والسنۃ والامر باطاعۃ اولی الامر امر باتباع اجماع المجتھدین (لانھم اولو الامر التشریعی)۔

اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول ﷺ کا اور اولی الامر کا جو تم میں سے ہو۔ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دینا قرآن وسنت کی اتباع کا حکم دینا ہے اور اولی الامر کی اطاعت کا حکم دینا اجماع مجتہدین کی اتباع کا حکم دینا ہے۔ (کیونکہ یہ اولی الامر تشریعی ہیں)(تیسیر ص ۷۳)

قیَاس: نص سے ثابت شدہ واقعہ کے ساتھ غیر ثابت شدہ واقعہ کو ملانا دونوں حکموں میں علت متساوی ہونے کی وجہ سے، اب ثبوت قیاس کی دلیل کے مطالعہ سے بھی ذہن کو تازہ اور ضمیر کو روشن کیجئے:

دلیل: یاَ ایّھَا الذین امنوا اطیعو اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر ذلک خیرو احسن تاویلا (الآیۃ) والامر باطاعۃ اللہ واطاعۃ الرسول امر باتباع القرآن والسنۃ والامر باطاعۃ اولی الامر امر باتباع اجماع المجتھدین (لانھم الوالامر التشریعی) والامر برد المتنازع فیہ الی اللہ ورسولہ امر باتباع القیاس حیث لانص والاجماع لان القیاس ھو رد المتنازع فیہ الی اللہ والرسول لانہ الحاق واقعۃ لم یرد نص بحکمھا بواقعۃ ورد النص بحکمھا لتساوی الواقعۃ فی علۃ الحکم۔

اے ایمان والوں! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول ﷺ کا اور اولی الامر کا جو تم میں سے ہو پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اس کو پھیر دو طرف اللہ کے اور رسول کے اگر یقین

رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر یہ اچھی بات ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام، اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دینا قرآن و سنت کی اتباع کا حکم دینا ہے اور اولی الامر کی اطاعت کا حکم دینا اجماع مجتہدین کی اتباع کا حکم دینا ہے [چونکہ یہ الوالامر تشریعی ہیں] اور متنازعہ فیہ مسئلہ کو اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹانے کا حکم دینا اس قیاس کی اتباع کا حکم دینا ہے جس میں نہ نص ہو اور نہ اجماع چونکہ قیاس کہتے ہی ہیں متنازع فیہ مسئلہ کو اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لَوٹانے کو اس وجہ سے کہ قیاس میں نص سے ثابت شدہ واقعہ پر غیر ثابت بالنص واقعہ کر ملانا ہوتا ہے واقعہ کے علتِ حکم میں متساوی ہونے کی بنا پر (تیسر الا صول ص ۷۳)

طہر کی غالب مدت حیض کی غالب مدت کے بعد مہینہ کے باقی دن وراتیں ہیں مثلاً یکم رجب کو حیض آیا اور غالب سات دن ہے تو باقی ۲۲ یا ۲۳ دن طہر ہو گا۔ (فَمَتَی رَاَتْ ما فِي سِنّ الْحَيْضِ وَلَوْ حَامِلاً وَجَبَ تَرْكُ مَا تَتْرُكُ الْحَائِضُ فَاِنْ اُنْقَطَعَ لِدُوْنِ اَقَلِّه تَبَيَّنَ اَنَّهُ غَيْرُ حَيضٍ فَتَقْضِى الصَّلَاةَ فَاِنْ اِنْقَطَعَ لِاَقَلِّهِ اَوْ اَكْثَرِهِ اَوْ مَا بَيْنَهُما فَهُوَ حَيْض وَاِنْ جَاوَزَ اَكْثَرَ هُ فَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ وَلَهَا اَحْكَام طَوِيْلَة مَذْكُوْرَة فِي كُتُبِ الْفِقْهِ، جب عورت حیض کے زمانہ میں خون دیکھے اگرچہ وہ حاملہ ہو اس پر واجب ہے چھوڑنا) وہ چیزیں (جو حائضہ چھوڑتی ہے) حیض کی حالت میں، جیسے نماز پڑھنا، طواف کرنا وغیرہ (لیکن اگر یہ (خون حیض کی اقل مدت) یعنی ایک دن، رات (سے کم میں بند ہو گیا تو ظاہر ہو گیا کہ یہ خون حیض نہیں ہے تو) شرمگاہ اور کپڑے کے اس حصہ کو دھو کر وضو کر کے (اس نماز کی قضاء کرے گی) جو اس نے چھوڑی ہے حیض کا خون سمجھ کر (اور اگر حیض کی اقل یا اکثر یا اقل و اکثر کے درمیان کی) یعنی غالب (مدت تک خون آکر بند ہو جائے تو یہ خون) مذکورہ تمام صورتوں میں (حیض ہو گا اور اگر خون حیض کی اکثر مدت) یعنی پندرہ دن ورات (سے تجاوز کر جائے تو یہ) خون دیکھنے والی (عورت مستحاضہ ہو گی) اور یہ استحاضہ کا خون ہو گا۔

استحاضہ کی تعریف

استحاضہ لغت میں کہتے ہیں: فاسد خون کو،

شرعاً کہتے ہیں: بیماری کا خون جو عورت کے رحم کے نچلے حصہ سے ایک رگ سے نکلتا ہے جس رگ کو عاذل کہتے ہیں(تحقیق علی عمدۃ ص ۵۱)(اور مستحاضہ کے لئے طویل احکام ذکر کئے گئے ہیں فقہ کی کتابوں میں) یعنی مطولات میں، اگر چہ مصنفؒ کی یہ پیش نظر کتاب [عمدۃ السالک وعدۃ الناسک] بھی کتب فقہ ہی میں شامل ہے لیکن مختصر ہونے کی وجہ سے آپ نے بالتفصیل مستحاضہ کے احکام ذکر نہیں فرمائیں،

(**وَالصُّفْرَةُوَالكُدْرَةُحَيضٌ**، اور خون صفرہ اور کدرہ ہو تو حیض ہو گا۔)

شارحؒ فرماتے ہیں: صفرۃ: یعنی پیپ کے مانند چیز جس کے اوپر زردی ہوتی ہے۔

الکدرہ: یعنی گدل چیز۔

(**وَاِنْ رَاَتْ وَقْتًا دَمًاوَوَقْتًا نَقَاءً وَوَقْتًا دَمًا وَهٰكَذَا وَلَمْ يُجَاوِزِ الْخَمْسَةَ عَشَرَوَلَمْ نَقُصْ مَجْمُوْ عُ الدِّ مَا ءِعَنْ يَوْ مٍ وَلَيْلَةٍ فَالدِّ مَا ءُ وَالنَّقَا ءُ الْمُتَخَلِّلُ كُلُّهَا حَيضٌ**، اور اگر عورت کسی وقت خون دیکھے اور کسی وقت پاکی) یعنی خون نہ آئے (اور کسی وقت خون) دیکھے (اور اسی طرح) ہوتا رہا کہ کسی وقت خون کسی وقت پاکی (اور یہ خون) مجموعی طور پر (پندرہ دن، رات سے تجاوز نہ کرے اور سب خون کا مجموعہ) حیض کی کم سے کم مدت (ایک دن ورات سے کم نہ ہو تو سب خون) جو وقتاً فوقتاً دیکھا گیا (اور خون آنے سے خالی پاک وقت) یعنی وقتاً فوقتاً نقاء (یہ تمام) یعنی وقتاً فوقتاً دونوں خون دیکھنا اور نقاء (حیض ہو گا) معتمد قول کے مطابق مذکورہ مسئلہ میں پندرہ دن، رات سے تجاوز کر جائے تو استحاضہ کا خون ہو گا۔

مسائلِ نفاس

(وَاَقَلُّ النِّفَاسِ لَحظَةٌ وَغَالِبُهُ اَرْبَعُوْنَ يَوْمًا وَاَكْثَرُهُ سِتُّوْنَ يَوْمًا فَاِنْ جَاوَزَهُ فَمُسْتَحَاضَةٌ، اور نفاس کی کم سے کم مدت ایک لحظہ اور اس کی غالب مدت چالیس دن) چالیس راتیں ہیں (اور اس کی اکثر مدت ساٹھ دن) ساٹھ راتیں ہیں (اگر خون) اکثر مدت سے (تجاوز کر جائے تو یہ عورت مستحاضہ ہوگی) اور یہ خون استحاضہ کا ہوگا۔

نفاس کی تعریف: نفاس لغت میں کہتے ہیں: ولادت کو،

اصطلاح میں کہتے ہیں: اس خون کو جو بچہ پیدا ہونے کے بعد نکلے۔

حالتِ حیض و نفاس میں حرام ہونے والی چیزیں

(وَيَحْرُمُ بِالحيضِ والنِّفَاسِ مَايَحْرُمُ بِالْجَنَابَةَ، اور حرام ہوتی ہیں حیض اور نفاس کی وجہ سے) وہ چیزیں، (جو جنابت کی وجہ سے حرام ہوتی ہیں) جیسے قرآن اور نماز پڑھنا وغیرہ تفصیل کے لئے باب الغسل ملاحظہ فرمائیں۔

جنبی و حائضہ کے لئے قرآن کریم اور نماز پڑھنا جائز ہونیکی وجہ

جنابت اور حیض دونوں ایسی حالتیں ہیں جن کو قربِ الٰہیٰ کے ساتھ مخالفت اور جن میں نجاست سے ملاپ ہے اور نماز و قرآن کا پڑھنا خدا سے ہم کلام ہونے کا مرتبہ ہے اور خدا کی ہم کلامی کے شرف سے انسان جب ہی مشرف ہوسکتا ہے کہ ہر قسم کی نجاستوں سے پاک و مطہر ہو کیونکہ خدا پاک ہے اس کو ناپاکی سے نفرت ہے۔[نفاس والی عورت کے لئے بھی قرآن اور نماز پڑھنا ناجائز ہونے کی یہی مذکورہ وجہ ہوگی] (احکام الاسلام) (وَكَذَاالصَّومُ، اور اسی طرح روزہ رکھنا) حرام ہے، مصنف نے روزہ کی حرمت کو مستقل طور پر اس لئے ذکر فرمایا کہ یہ حالتِ جنابت میں حرام نہیں ہے بلکہ حالتِ حیض و نفاس میں حرام ہے [لیکن بعد میں قضاء واجب ہے]

(وَيَجِبُ قَضَاءُهُ دُونَ الصَّلاَةِ، اورواجب ہے روزہ کی قضاء نہ کہ نماز کی)
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں ہمیں جب اللہ کے رسول ﷺ کے زمانہ میں حیض آتا تو آپ ﷺ روزہ کی قضاء کا حکم فرماتے نہ کہ نماز کی قضاء کا(مھذب مع المجموع ص ٣٤٠ ج٢)

حائضہ پر روزہ کی قضاءواجب ہونے اور نماز کی قضاءواجب نہ ہونے کی وجہ

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حائضہ پر روزہ کی قضاء کے وجوب کا اور نماز کی قضاء کے عدم وجوب کا سبب شریعت حقہ کی خوبیوں اور اس کی حکمت اور رعایت مصالح مکلفین سے ہے کیونکہ جب حیض عبادت کی ضد ہے تو اس میں عبادت کا فعل مشروع نہیں ہوا اور ایام طہر میں اس کی نماز پڑھنا ایام حیض میں نماز پڑھنے سے کافی ہو جاتی ہے کیونکہ وہ بار بار روزمرہ آتی ہے یعنی پاکی کے دنوں میں وقتی نماز ایک دن میں کئی بار ہوتی ہے تو وقتی نماز کی مصلحتیں اور فائدے برابر ملتے رہتے ہیں حیض کی رہی ہوئی نماز کے فائدوں سے یہ کافی ہو جاتے ہیں،(حاشیہ احکام الاسلام) مگر روزہ روزمرہ نہیں آتا بلکہ سال میں صرف ایک مہینہ روزوں کا ہے اگر ایام حیض کے روزے بھی اس سے ساقط کر دئے جائیں تو پھر ان کی نظیر کا تدارک نہیں ہو سکتا اور روزے کی مصلحت اس سے فوت ہو جاتی ہے اس لئے اس پر واجب ہوا کہ ایام طہر میں روزے رکھ لے تا کہ اس کو روزہ کی مصلحت اور تمام فائدے بھی حاصل ہو جائے جو کہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں پر محض اپنی رحمت اور احسان سے ان کے فائدے کے لئے مشروع فرمائے ہیں(احکام الاسلام ص ١١٤ ج١)

(وَيَحرُمُ عُبُوْرُ الْمَسجِدِاِنْ خَافَتْ تَلْوِيْثَهُ، اور حرام ہے) حائضہ اور نفاس والی عورت پر (مسجد میں گذرنا اگر مسجد کی آلودگی کا خوف ہو) یہ حکم حرمتِ مسجد کی حفاظت کے پیش نظر ہے، اگر آلودگی کا خوف نہ ہو تو گذرنا جائز ہے جیسا کہ جنبی کے لئے حاجت کی

بناء پر گذرنا جائز ہے، ٹھہرنا حرام ہے، جنبی کے لئے حاجت کے بغیر مسجد میں گذرنا مکروہ ہے اس لئے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مساجد کو راستہ بنانے سے منع فرمایا ہے اور گذرنے میں مساجد کی اہانت بھی ہے لہذا حائضہ اور نفاس والی عورت کے لئے بھی حاجت کے بغیر گذرنا مکروہ ہوگا (وَالْوَطءُ، اور ہمبستری کرنا) حرام ہے حیض و نفاس کی حالت میں۔

حیض میں عورت سے حرمت جماع کی وجہ

خدا تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے: **وَیسئَلُوْ نَکَ عَنِ الْمَحِیْضِ قُلْ هُوَ اَذًی فَاعْتَزِلُوْا النِّسَاءَ فِی الْمحِیْضِ وَلاَتَقْرَبُوْ هُنَّ حَتّٰی یَطْهُرْنَ** (سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۲۲) یعنی پوچھتے ہیں تجھ سے حکم حیض کا تو کہو وہ ناپاکی ہے سو تم حیض میں عورتوں سے کنارہ کرو اور صحبت نہ کرو ان سے بلکہ ناف سے گھٹنہ تک کے درمیانی حصہ سے فائدہ نہ اٹھاؤ، جب تک وہ پاک نہ ہولیں جبکہ خدا تعالیٰ حیض کو ناپاکی واذٰی فرماتا ہے تو ایسی حالت میں صحبت کرنے سے شدید ضرر پہنچنے کا قوی مظنہ ہے لہذا خدا تعالیٰ نے حیض میں جماع سے منع فرمایا، طب کی رو سے جو شخص حالتِ حیض میں عورت سے جماع کرے اس کو مندرجہ ذیل امراض لاحق ہونے کا احتمال ہے، جرب: یعنی خارش، نامردی، شوزش یعنی جلن جریان، جذامِ اولاد یعنی جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کو جذام ہو جاتا ہے [جذام: یعنی کوڑھ: ایسی بیماری جس میں اعضائے جسم گل سڑ کر کٹ الگ ہونے لگتے ہیں] (القاموس الوحید)(حاشیۂ احکام الاسلام)

اور عورت کو مندرجہ ذیل بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ اس کو اکثر ہمیشہ کے لئے خون جاری ہو جاتا ہے اور بچہ دان یعنی رحم باہر کو لٹک آتا ہے بعض عورت کے لئے اکثر اوقات کچا حمل گر جانے کا باعث منجملہ دیگر امور کے بڑا سبب یہ بھی ہوتا ہے چونکہ حالتِ حیض میں جماع کرنے سے مذکورہ بالا امراض اور دیگر عوارض بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس لیے خدا تعالےٰ نے اپنے بندوں پر رحم کر کے حالتِ حیض میں جماع کرنے سے منع فرمایا۔ (احکام الاسلام)

حائضہ سے حرمتِ جماع کی وجہ اور مستحاضہ سے اباحتِ جماع کی حکمت

حائضہ سے جماع حرام ہونا اور مستحاضہ سے جائز ہونا باوجود یہ کہ دونوں نجاست کی قسم سے ہیں اس میں وجہ یہ ہے کہ یہ امر شارع کی کمال حکمت میں سے ہے کہ اس نے دونوں خونوں میں فرق ظاہر کر دیا کیونکہ حیض کی نجاست بہ نسبت استحاضہ کے زیادہ تر قوی ہے استحاضہ کا خون شرمگاہ کی ایک رگ سے جاری ہوتا ہے پس شرمگاہ سے خونِ استحاضہ کا بہنا ایسا ہے جیسا کہ ناک سے نکسیر جاری ہوتی ہے اس خون کا نکلنا مضر ہے اور اس کا بند ہونا دلیل صحت ہے بخلافِ حیض کے اگر حیض کا خون بند ہو جاوے تو وہ بیماری کا سبب ہے اور اس کا جاری ہونا موجب صحت ہے پس خون حیض واستحاضہ دونوں ازروئے حقیقت وحکم وسبب برابر نہیں پس یہ امر شریعت اسلامیہ کی خوبیوں ومحاسن میں سے ہے کہ دونوں خونوں میں فرق ظاہر کر دیا جیسا کہ وہ حقیقت میں بھی الگ الگ ہی ہیں۔(احکام الاسلام عقل کی نظر میں ص ۲۳۲ج۲) مستحاضہ کے متعلق نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا استحاضہ کے زمانہ میں نماز چھوڑدے فرمایا نہیں یہ رگ ہے حیض نہیں پھر حضور ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ اس خون کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرے اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ یہ رگ کا خون ہے حیض کا نہیں،(حاشیۂ احکام الاسلام عقل کی نظر میں ص ۲۳۳ج۲)

(وَالِاسْتِمْتَاعُ فِيمَا بَيْنَ السُّرَّةِ وَالرُّكْبَةِ، اور فائدہ اٹھانا) حیض و نفاس کی حالت میں (اس حصہ سے جو ناف اور گھٹنہ کے درمیان ہے) حرام ہے اگرچہ ہمبستری کے علاوہ سے ہو، اقناع میں ہے:(ويحرم بالحيض۔ الاستمتاع) بالمباشرة بوطء او غيره (بما بين السرة والركبة)ولوبلا شهوة لقوله تعالىٰ: فاعتزلوا النساء فى المحيض(سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۲۲)ولان الاستمتاع بماتحت الازار يدعو الى الجماع فحرم(ص ۹۳ج۱) اور حرام ہے حیض (ونفاس) کی وجہ سے۔ فائدہ اٹھانا ناف

اور گھٹنہ کے درمیانی حصہ سے مباشرت سے یعنی ہمبستری کے ذریعہ یا اس کے علاوہ سے اگر چہ بغیر شہوت کے ہو اللہ تعالیٰ کے فرمان کی بناء پر کہ: تم حیض میں عورتوں سے کنارہ کرو، اور اس لئے بھی حرام ہے کہ ازار کے نیچے والے حصہ سے فائدہ اٹھانا موجب و سبب ہو گا جماع کا، ناف او گھٹنہ کے درمیانی حصہ کے علاوہ یعنی: ناف، گھٹنہ اور بدن کے باقی حصہ سے فائدہ اٹھانا حرام نہیں جائز ہے اور شوہر کی طرح بیوی کے لئے بھی حرام ہے شوہر کی شرمگاہ چھونا یا اس کے مانند ناف اور گھٹنہ کے درمیانی حصہ سے فائدہ اٹھانا، اور شوہر کے لئے یہ بھی حرام ہے کہ اپنے ناف اور گھٹنہ کے درمیانی حصہ سے بیوی کو فائدہ اٹھانے دے (اقناع ص ۹۳ ج ۱)

(وَالطَّلَاقُ وَالطَّهَارَةُ بِنِيَّةِ رفعِ الْحَدَثِ، اور طلاق دینا) حرام ہے حیض و نفاس کی حالت میں (اور پاکی حاصل کرنا) حرام ہے حیض و نفاس کی حالت میں (حدث دور کرنے کی نیت سے) یا عبادت کی نیت سے مثلاً جمعہ کی نیت سے غسل کرنا حرام ہے، اس لئے کہ حالتِ حیض و نفاس میں رہنے کی وجہ سے پاکی ممکن ہی نہیں لہذا اس نیت سے غسل کرنا تلاعب ہے [یعنی کھیل و مزاح ہے] ہاں مگر حج کا غسل یعنی احرام کا اور اس کے مانند جیسے عیدین اور سورج گہن کا غسل کرنا حرام نہیں جائز ہے، اسی طرح عادت کے طور پر بھی غسل کرنا حرام نہیں جائز ہے۔ (فَإِنِ انْقَطَعَ الدَّمُ ارْتَفَعَ تَحْرِيمُ الصَّوْمِ وَالطَّلَاقِ وَالطَّهَارَةِ وَعُبُوْرِ الْمَسَجِدِ، پھر اگر خون بند ہو جائے تو روزہ رکھنے اور طلاق دینے اور پاکی حاصل کرنے اور مسجد میں گذرنے کی حرمت اٹھ جائے گی) مطلب یہ ہیکہ حیض یا نفاس کا خون بند ہونے کے بعد غسل سے پہلے حائضہ اور نفاس والی عورت کے لئے روزہ رکھنا، پاکی حاصل کرنا، مسجد میں گذرنا اور شوہر کیلئے طلاق دینا جائز ہو گا، حرمت کی علت (خون) منتفی ہونے کی بناء پر کیونکہ حرمت کی علت جو خون کا پایا جانا ہے وہ بند ہو گیا لہذا حرمت جواز میں تبدیل ہو گئی (وَيَبْقَى الْبَاقِيْ حَتّٰى تَغْتَسِلَ، اور بقیہ حرام چیزوں کی حرمت باقی رہے گی

یہاں تک کہ غسل کرلے) یعنی روزہ رکھنا، پاکی حاصل کرنا، مسجد میں گذرنا اور شوہر کے لئے طلاق دینا یہ سب چیزیں غسل سے پہلے جائز ہیں ان کے علاوہ بقیہ حالتِ حیض و نفاس میں حرام کردہ چیزیں حرام ہی رہیں گی یہاں تک کہ غسل کرلے۔

طہارت حیض کے بعد غسل واجب ہونے کی وجہ

حیض کے خون کو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں اذی یعنی گندگی فرمایا ہے پس جس گندگی سے بار بار جسم آلودہ ہو اُس سے نفس انسانی ناپاک ہو جاتا ہے دوسرے جریانِ خون سے لطیف پٹھوں کو ضعف پہنچتا ہے اور جب غسل کیا جاوے تو ظاہری اور باطنی طہارت حاصل ہوتی ہے اور پٹھے تروتازہ ہو جاتے ہیں اور ان میں وہی پہلی قوت عود کر آتی ہے۔

اسی گندگی کے سبب خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں عورت کے حالت حیض کے متعلق ارشاد فرمایا ہے، فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلاَ تَقْرَبُوهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ یعنی حیض کے دنوں میں عورتوں سے کنارہ کرو اور اُن کے نزدیک مت جاؤ یعنی اُس سے صحبت نہ کرو جب تک کہ وہ حیض سے پاک نہ ہولیں۔(احکام الاسلام ص ٥٦ ج ١) [طہاتِ نفاس کے بعد بھی غسل واجب ہونے کی وجہ یہی مذکورہ ہوگی] (وَلَوِ ادَّعَتِ الْحَيْضَ وَلَمْ يَقَعْ فِيْ قَلْبِهِ صِدْقُهَا حَلَّ لَهُ وَطْؤُهَا، اور اگر زوجہ حیض) یا نفاس (کا دعوی کرے) شوہر کے ارادہ ہمبستری کے وقت (لیکن شوہر کے دل میں اس کے دعوے کی سچائی واقع نہ ہو) مثلاً شوہر کو قرینہ سے پتہ چل جائے کہ حیض یا نفاس کا دعوی اس وجہ سے کر رہی ہے کہ اس کا مقصد مجھے ہمبستری سے روکنا ہے (تو اس کے لئے زوجہ سے ہمبستری جائز ہوگی) اس لئے کہ اصل حلّت ہے اور اس کے خلاف ثبوت نہیں ہے ہاں اگر ثبوت ہو تو ہمبستری حرام ہوگی جیسا کہ فقہی قاعدہ ہے: الاصل فی الا شیا ء الا با حة ، حتی ید ل

الدلیل علی التحریم، (الا شباہ وانظائر ص ٦٠) چیزوں میں اصل اباحت (حلت) ہے یہاں تک کہ حرمت پر دلیل دال ہو۔

نماز کا وقت ہونے کے بعد مستحاضہ کا ضروری عمل

(وَتَغْسِلُ الْمُسْتَحَاضَۃُ فَرْجَھَاوَتَشُدُّہُ وَتَعْصِبُہُ ثُمَّ تَتَوَضَّأُ وَلاَ تُؤَخِّرُہُ بَعْدَ الطَّھَارَۃِ اِلاَّ لِاِ شْتِغَالِ بِاَسْبَابِ الصَّلاَۃِ کَسَتْرِ عَوْرَۃٍوَاَذَانٍ وَانْتِظَارِ جَمَاعَۃٍ، اور مستحاضہ اپنی شرمگاہ دھوئے اور شرمگاہ کی جگہ کپڑا رکھے اور اس کو باندھے پھر وضو کرے) اگر اس سے عاجز ہو تو تیمم کرے، اس عمل اور اعضاء وضو دھونے میں یا اعضاء تیمم کا مسح کرنے میں مولاۃ کا یعنی پے درپے ہونا شرط ہے، (الفقه علی مذاهب الا ربعه ص ١٠٤ ج ١)

(اور فرض کی ادائیگی میں تاخیر نہ کرے) اس (طہارت) یعنی وضو (کے بعد مگر نماز کے اسباب میں سے کسی سبب میں مشغول ہونے کی بناء پر جیسے ستر چھپانا) قبلہ کے بارے میں اجتہاد کرنا (اور اذان دینا) اس کا جواب دینا، اقامت پڑھنا (اور جماعت کا انتظار کرنا) مطلب یہ ہیکہ اگر ان چیزوں کی وجہ سے تاخیر ہو جائے تو جائز ہے اس لئے کہ یہ اسباب نماز ہیں ان کی وجہ سے تاخیر معاف ہے۔

اعتراض اور جواب

اعتراض اسبابِ نماز میں سنت بھی داخل ہے جیسے اذان دینا وغیرہ تو سنت کی وجہ سے فرض میں تاخیر کیوں جائز؟

جواب اس لئے کہ سنت اسبابِ نماز میں داخل ہے اور فرض کے تابع ہے،

(فَاِنْ اَخَّرَتْ لِغَیْرِ ذٰلِکَ اسْتَأْنَفَتِ الطَّھَارَۃَ، اور اگر تاخیر کرے) بغیر عذر کے فرض کی ادائیگی میں (اس کے) یعنی سببِ نماز کے (علاوہ کی بناء پر تو از سر نو طہارت کرے) یعنی وضو کرے کیونکہ اس کا کیا ہوا وضوء ٹوٹ گیا بغیر عذر کے تاخیر کرنے کی بناء پر اس لئے اب دوبارہ از سر نو وضو کرنا لازم ہو گا،

(وَيَجِبُ غَسُلُ الْفَرُجِ وتَعْصِيُبُهُ وَالْوُضُوْءُ لِكُلِّ فَرِيُضَةٍ، اور مستحاضہ پر شرمگاہ دھونا اور اس جگہ کپڑا باندھنا اور وضو کرنا) اگر اس سے عاجز ہو تو تیمم کرنا (ہر فرض نماز کے لئے واجب ہے) مطلب یہ ہیکہ استحاضہ کے خون سے معذور عورت ایک وضو سے فرض نماز چاہے ادا ہو یا قضاء ایک سے زائد نہیں پڑھ سکتی اور نفل نمازیں چاہے جتنی ہوں پڑھ سکتی ہے اس لئے کہ نوافل کی کثرت ہے، لہذا یہ عمل ہر فرض نماز کے لئے کرنا ضروری ہے۔

مستحاضہ کا تفصیلی عمل

نماز کا وقت ہونے کے بعد مستحاضہ اپنی شرمگاہ دھوئے اور اس جگہ کپڑا رکھ کر وضو کرے، اس عمل کا پے درپے ہونا اور وضو کرنے کے وقت اعضاء کو پے درپے دھونا اور اگر اس سے عاجز ہو تو تیمم کرتے وقت اعضاء کا پے درپے مسح کرنا ضروری ہے: وضو کے بعد فوراً نماز پڑھے البتہ نماز کے اسباب جیسے ستر چھپانے کی وجہ سے دیر ہو جائے تو وضو نہیں ٹوٹے گا لیکن نماز کے اسباب کے علاوہ کسی وجہ سے دیر ہو جائے تو وضو ٹوٹے گا مستحاضہ عورت کے لئے ذکر کی ہوئی تمام ضروری چیزیں ہر فرض نماز کے وقت چاہے ادا ہو یا قضا دوبارہ کرنا ضروری ہے ہاں نفل ایک سے زیادہ پڑھنا ہو تو ہر نفل کے وقت دوبارہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ وضو کرتے وقت مستحاضہ عورت کے لئے اس طرح نیت کرنا ضروری ہے: میں وضو کرتی ہوں نماز مباح ہونے کے لئے۔

شرمگاہ کی جگہ کپڑا رکھنے کو جو ضروری قرار دیا گیا ہے وہ اس طور پر رکھے کہ خون نکلنے نہ پائے اگر اس کے باوجود نکل جائے تو وضو نہیں ٹوٹے گا لیکن کپڑا رکھنے میں سستی کی جس کی بنا پر خون اگر نماز سے پہلے نکل جائے تو وضو ٹوٹے گا اور اگر نماز کے دوران نکل جائے تو نماز اور وضو دونوں ٹوٹیں گے۔ (الفقه على مذاهب الاربعة)

(وَمَنْ بِهٖ سَلَسُ الْبَوْلِ كَالْمُسْتَحَاضَةِ فِيمَا تَقَدَّمَ، اور جس شخص کو سلس البول) یعنی مسلسل پیشاب کے قطرے نکلنے کی بیماری (ہو وہ مستحاضہ کی طرح ہے ان احکام میں جو گذرے) مطلب یہ ہیکہ جو احکام مستحاضہ کے ہیں وہی احکام سلس البول والے کے لئے ہوں گے۔

سلس البول کے احکام

جس کو پیشاب (وغیرہ) کے قطرے مسلسل نکلنے کی بیماری ہو ایسے شخص کو ہر فرض نماز کے لئے یہ عمل کرنا ضروری ہے۔ سب سے پہلے استنجاء کرے اور شرمگاہ دھو کر اس طرح پٹی باندھے کہ پیشاب کے قطرے نکلنے نہ پائے (اگر اس کے باوجود نکل جائے تو طہارت اور نماز باطل نہ ہوگی۔ لیکن پٹی باندھنے میں کوتاہی کی جس کی بناء پر پیشاب کے قطرے اگر نماز سے قبل نکل جائیں تو طہارت یعنی وضو باطل ہوگا۔ اور اگر دورانِ نماز نکل جائیں تو وضو اور نماز دونوں باطل ہوں گے) اس کے بعد وضو کر کے فوراً نماز پڑھے۔ البتہ اسباب نماز مثلاً گھر سے مسجد کی طرف جانے یا جماعت کا انتظار کرنے میں تاخیر ہو جائے تو وضو باطل نہ ہوگا۔ لیکن اسباب نماز کے علاوہ کسی سبب سے تاخیر ہو جائے تو وضو باطل ہوگا۔ مذکورہ عمل وقتِ نماز کے داخل ہونے کے بعد کرنا شرط ہے۔ **ان یاتی بھذہ الاعمال جمیعھا بعد دخول وقت الصّلوٰۃ فان فعلھا قبل دخول الوقت فانھا تبطل۔** ذکر کردہ عمل وقت نماز کے داخل ہونے کے بعد کرنا شرط ہے اگر پہلے کرے تو باطل ہوگا۔(الفقه على المذاهب الاربعة ص ١٠٤ ج ١)

نیز مذکورہ عمل اور وضو کے اعضاء دھونے میں موالاۃ کا یعنی پے در پے ہونا شرط ہے(ص ١٠٤ ج ١) مذکورہ معذور شخص کے لئے اس طرح نیت کرنا ضروری ہے: میں وضو کرتا ہوں نماز مباح ہونے کے لئے۔ **ان المعذور یجب علیہ ان ینوی بوضوئہ استباحۃ الصّلوٰۃ۔ وذٰلک لانّہ فی الواقع لیس وضوءا حقیقیًّا بل ھوَ منقوض بما ینزل من**

بول ونحوہ (ص ۱۰٤ ج۱) معذور شخص کے لئے ضروری ہے کہ وضومیں استباحت صلٰوۃ یعنی نماز کے مباح ہونے کی نیت کرے اس وجہ سے کہ یہ حقیقی وضو نہیں ہے بلکہ پیشاب وغیرہ کے قطروں کی وجہ سے وضوٹوٹ چکا اور معذور سمجھتے ہوئے رخصت دی گئی ہے۔

مذکورہ معذور شخص ایک وضو سے ایک ہی فرض نماز پڑھ سکتا ہے اور نفل جتنی چاہے۔ **لا تصلی بطَهارۃ وَاحدۃٍ اکثر من فریضَۃ مؤداۃ کانت اومقضیۃویجوُز ان تصلی مَا شاءَتْ مِنَ النوافل تکثر** (مہذب مع شرح مہذب ص ٥٤٠ ج۲) معذور شخص ایک وضو سے فرض نماز چاہے اداہو یا قضا ایک سے زائد نہیں پڑھ سکتا، اور نفل نماز یں چاہے جتنی ہوں پڑھ سکتا ہے اس لئے کہ نوافل کی کثرت ہے۔

جس شخص کو ریح خارج ہونے کی شکایت ہو اس کے لئے یہ عمل کرنا ضروری ہے۔ نماز کا وقت ہونے کے بعد استنجاء سے فارغ ہو کر وضو کرے اور نماز پڑھے اور اسکے لئے بقیہ وہی احکام ہیں جو سلس البول والے کیلئے ذکر کئے گئے ہیں (الفقه علی المذاهب الاربعه ص ۱۰۱ ج۱)

جس عورت کو سلس البول کی اور ریح خارج ہونے کی شکایت ہو اس کے لئے بھی یہی مذکورہ بالا احکام ہوں گے، تفصیل ماقبل میں ملاحظہ فرمائیں۔

سلس المذی والودی کی تعریف اور احکام

جس کو مذی کے قطرے مسلسل نکلنے کی بیماری ہو اس کو سلس المذی کہتے ہیں۔

جس کو ودی کے قطرے مسلسل نکلنے کی بیماری ہو اس کو سلس الودی کہتے ہیں۔

ان کے لئے وہی احکام ہوں گے جو سلس البول کے احکام ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ النَّجَاسَاتِ)

(نجاستوں کا بیان)

نجاست کو پانی سے دور کرنا امتِ محمدیہ ﷺ کی خصوصیتوں میں سے ہے۔

قرآنِ کریم میں ہے: وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا (سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۸۶) اور ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجئے جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر آپ نے بھیجے تھے، حدیث میں ہے کہ یہ سب دعائیں قبول ہوئیں (ترجمہ و تفسیر اختصار شدہ بیان القرآن) لوگوں سے مراد بنی اسرائیل ہے کہ ان پر زکاۃ میں ربع مال نکالنا، دن رات میں پچاس نمازیں پڑھنا اور نجاست کی جگہ کو کاٹنا لازم تھا (تعليقات مفيده فى فيض شرح عمدة ص ۷۱ ج ا) (وَالنَّجَاسَةُ هِيَ الْبَوْلُ وَالْغَائِطُ، اور نجس) چیزیں (یہ ہیں پیشاب اور پاخانہ) آپ ﷺ نے بولِ رضیع کے بارے میں فرمایا کہ دودھ پیتی لڑکی کے پیشاب کو دھو ڈالے اور لڑکے کے پیشاب پر پانی چھڑکے، حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آپ ﷺ نے ہم کو منع کیا تین پتھر سے کم میں استنجاء کرنے سے تفصیل کے لئے باب قضاء الحاجة ملاحظہ فرمائیں۔

نجاست کی تعریف

نجاست لغت میں کہتے ہیں: مایستقذر یعنی جس سے گھن آوے۔

شرعاً کہتے ہیں: وہ مستقذر جو صحت نماز سے مانع ہو مرخص نہ ہونے کی صورت میں۔ (تحقيق على عمده ص ۵۳)

(وَالدَّمُ، اور خون) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مستحاضہ سے فرمایا کہ جب حیض آئے تو نماز کو چھوڑ دے اور بند ہو جائے تو خون کو دھولے اور نماز پڑھ لے (مهذب مع المجموع ص ۵۶۳ ج ۱) خون ناپاک ہے لہذا بیمار آدمی کے جسم میں غیر کا خون داخل کرنا جائز نہیں لیکن معتبر ڈاکٹر نے ضروری قرار دیا

ہو تو جائز ہے رخصت کے پیش نظر وَاعْلمه ان اَسبَابَ التخفيفِ فی العَبادات وَغیرها سَبعة۔ الاوّل: السفر، الثانی: المرض، ورخصه کثیرة۔ والتداوی بالنجَاسة۔ (الاشباه) عبادات وغیرہ میں تخفیف کے اسباب سات ہیں جن میں پہلا سبب سفر ہے۔ دوسرا بیماری اور اس کی رخصتیں کثیر ہیں۔ ان میں سے ناپاک چیزوں سے علاج کرنا بھی ہے، جن جانوروں میں دمِ سائل (بہنے والا خون) نہیں ہوتا جیسے مچھر ان کا خون معاف ہے چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ (شرح مهذب ص ١٤١ ج٣) اور جن میں دم سائل ہوتا ہے ان کا خون اگر تھوڑا ہو تو معاف ہے، زیادہ نہیں لہذا مچھلی بازار میں اڑنے والے خون کے چھینٹے اگر کم ہوں تو معاف ہیں۔

امادم ماله نفس سَائلة من ادم وسَائر الحیوانات ففیْه الاقوَال الثلاثه۔ اصحها۔ انه یعفی عن قلیله وَلم یکلفوا ازالته للمشقة فی التحفظ مُنه (المجموع ص ١٤٢ ج٣) جن جانوروں میں دم سائل (بہنے والا خون) ہے اس کے متعلق تین اقوال ہیں۔ جن میں اصح قول یہ ہے کہ تھوڑا خون معاف ہے اور اس کو زائل کرنے کا مکلف نہیں بنایا گیا اس سے حفاظت میں دشواری ہونے کی وجہ سے، لیکن اگر زیادہ ہو تو معاف نہیں۔ **مَا یعفٰی عن قلیله دون کثیرة، وهوَ دم الاجنبی** (الا شباه ص ٤٣٢) اجنبی کا تھوڑا خون معاف ہے زیادہ نہیں، قلیل خون سے مراد وہ مقدار ہے جسے لوگ درگذر کریں **وهو القدر الذی یتعافاه الناس فی العادة** خون کی قلیل وہ مقدار ہے عام طور پر لوگ جسے درگذر کریں۔ (شرح مهذ ب ص ١٤٢ ج٣) جسم کی پھنسیوں سے نکلنے والا خون معاف ہے چاہے کم ہو یا زیادہ لیکن اگر دبانے کی وجہ سے نکل جائے تو تھوڑا خون معاف ہے (زیادہ نہیں) اور پھوڑے سے نکلا ہوا تھوڑا خون معاف ہے، زیادہ نہیں (المجموع ص ١٤٢ ج٣) (اشباه ص ٤٣٢) (وَالْقَیحُ، اور پیپ) کیونکہ یہ ایسا خون ہے جس میں بو پیدا ہو جاتی ہے، (حاشیه شروانی علی تحفة ص ٢٩٤ ج١) زخم کے پانی کو بُو آتی ہو تو ناپاک ورنہ نہیں، واما ماء القروح

فان کان له رائحة فهو نجس وان لم یکن رائحة فهو طاهر (مهذب) اگر زخم کے پانی سے بو آتی ہو تو ناپاک (چونکہ ناپاکی کی علت بو کا آنا ہے) ورنہ پاک۔ (**وَالْقَیْءُ**، اور قی) قی: کہتے ہیں کسی چیز کا معدہ تک پہنچ کر واپس آنا چاہے پانی ہو اور تغیر بھی نہ ہوا ہو (حاشیہ شروانی علی تحفة ص ۲۹٤ج۱) **واما القیء فهو نجس ولا نه طعام استحال فی الجوف الی النتن والفسا د فکان نجسا کالغائط** (مهذب فی المجموع ص ۵۵۸ج۲) قی ناپاک ہے چونکہ یہ طعام ہے جو پیٹ میں جاکر فاسد و بدبودار ہو جاتا ہے لہذا پاخانہ کی طرح نجس ہے (**وَالْخَمْرُ وَالنَّبِیْذُ**، اور شراب اور نبیذ) **خمر** کہتے ہیں: انگور کے نچوڑے ہوئے پانی سے بنائی ہوئی شراب کو، (حاشیه عمدة السالک ص ۹)

نبیذ کہتے ہیں: انگور کے علاوہ چیز سے نچوڑے ہوئے پانی سے بنائی ہوئی نشہ آور چیز کو، یہ بھی شراب کی ایک قسم ہے، (ایضا) شراب اور ہر نشہ آور چیز بالا تفاق حرام ہے۔

حرمتِ شراب کی وجہ

چونکہ لوگوں کی معاش اور خانگی تدابیر اور شہروں کا انتظام بغیر عقل و تمیز کے مکمل نہیں ہوسکتے۔ اور شراب نوشی کی عادت سے تمام انسانی انتظامات میں ہلچل پڑ جاتی ہے۔ اس سے جھگڑے اور ذاتی رنجشیں پیدا ہوتی ہیں اور طبائع انسان میں جو بے ہودہ خواہشیں ہیں وہ بھی عقلوں کو مغلوب کر لیتیں ہیں پھر ان سے ایسے ایسے رذائل کا میلان ہو جاتا ہے۔ اور تمام تدابیر کو وہ تلف کر دیتے ہیں۔ اگر ایسی حرکات کی روک ٹوک نہ کی جائے تو لوگ ہلاک ہو جائیں اسی روک ٹوک کے لئے شراب کو حرام کیا گیا۔

شراب میں بہت سی خرابیوں کا اندیشہ ہے جن سے خداوند کریم کی ناخوشی ہوتی ہے۔ شراب کی وجہ سے خدا کی جانب خالص توجہ نہیں ہو سکتی۔ تمدّن اور خانہ داری کے انتظامات سب درہم برہم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے شارع نے شراب کو نجاسات میں داخل

کیا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے شراب ناپاک اور شیطان کا فعل ہے رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ اس لئے خدا نے اس کو بہت تاکید کے ساتھ حرام کیا ہے(احکام الاسلام عقل کی نظر میں ص ۳۰۸ج۳)

جنت میں حلت شراب کی وجہ

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ بہشتی شراب کو اس دنیا کی فسادانگیز شرابوں سے کچھ مناسبت نہیں ہے چنانچہ قرآن کریم مین بہشتی شراب کی صفت یوں فرمائی ہے وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَاباً طَهُوْراً(سورۂ دھر آیت نمبر ۲۱)یعنی جولوگ بہشت میں داخل ہوں گے خدا ان کو شراب طہور پلائے گا جو خود بھی پاک ہوگی اور دل کو کامل طور پر پاک کردے گی۔

اور بہشتی شراب کے متعلق یہ بھی فرمایا ہے وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ لاَ يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَاوَ لاَ يُنْزِفُوْنَ الی قوله تعالیٰ لاَيَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْواً وَ لاَ تَاْثِيماً اِلاَّ قِيلاً سَلاَمًا سَلاَمًا (سورۂ واقعه آیت نمبر ۱۸تا ۲۶) ترجمہ:کاحاصل یہ ہے کہ وہ شراب صافی کے پیالے جو آب زلال(یعنی صاف شیرین پانی) کی طرح مصفی(یعنی صاف شاف)ہوں گے بہشتیوں کو دیئے جائیں گے۔وہ شراب ان سب عیبوں سے پاک ہوگی۔کہ درد سر پیدا کرے یا بیہوشی اور بدمستی اس سے طاری ہو اور بہشت میں کوئی لغو اور بے ہودہ بات سننے میں نہیں آئے گی اور نہ کوئی گناہ کی بات سنی جائے گی بلکہ ہر طرف سلام سلام جو رحمت اور محبت کی نشانی ہے سننے میں آئے گا۔شرح اس کی یہ ہے کہ شراب میں دو باتیں ہوتی ہیں ایک نشہ اور دوسرا سرور اور ان دونوں میں باہم تضاد ہے یعنی سخت اختلاف نشہ وبیہوشی کا نام ہے اور بیہوشی میں نہ رنج ہوتا ہے نہ راحت،نہ غم نہ خوشی،اس صورت میں ان دونوں کا اجتماع ایسا ہوگا جیسا کہ تمام مرکبات عنصریات میں گرمی وسردی کا اجتماع ہوتا ہے مگر جیسے بایں وجہ کہ گرمی وسردی باہم متضاد ہیں ایک شئ کی تاثیر یہ دونوں نہیں ہو سکتیں اور

اس وجہ سے پانی اور آگ کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ ایسے ہی بوجہ مذکور نشہ اور سرور شئ واحد کا اثر تو ہو ہی نہیں سکتے۔ خوہ مخواہ یہی کہنا پڑے گا کہ نشہ کسی اور چیز کی خاصیت ہے اور سرور کسی اور چیز کی خاصیت۔ اگر شراب میں وہ چیز نہ رہے جس کی خاصیت نشہ ہے بلکہ قدرت الہی کی چھلنی سے چھان کر اس کو جدا کر دیں تو پھر اس صورت میں شراب فقط لذت اور سرور ہی رہ جائے گی۔ اور بیشک ہر عاقل کے نزدیک وہ شراب حلال ہو گی۔

غرض یہ ہے کہ علت حرمت شراب کی تمام عقلاء اور قائلین حرمت کے نزدیک یہی نشہ ہے اور اہل اسلام اس کی حرمت کے جبھی قائل ہیں جب تک اس میں نشہ ہو۔ اگر شراب سرکہ بن جائے اور نشہ نہ رہے تو پھر اس کے پینے میں تامل نہیں کرتے ادھر قرآن وحدیث وفقہ میں بھی یہی وجہ مذکور ہے حاصل یہ ہے کہ وجہ حرمت وہ نشہ ہے اور چونکہ وہ ایک الگ چیز کیساتھ قائم ہے اور اس وجہ سے اس کا جدا ہونا ممکن تو درصورتِ جدائی فقط مادۂ سرور ہی شراب میں باقی رہ جائے گا۔ اور ظاہر ہے کہ شراب کو جو کوئی پیتا ہے وہ بوجہ سرور پیتا ہے۔ بوجہ بیہوشی نہیں پیتا۔ سو کلام اللہ میں لذت کا ثبوت ہے جو مایۂ سرور ہے اور نشہ کی نفی ہے جو وجہ ممانعت تھی چنانچہ لفظ **لَا لَغْوٌ فِيْهَا وَ لَا تَاْثِيْم** اس پر شاہد ہے پھر دنیا میں نشہ کی چیزوں کی اسی وجہ سے ممانعت تھی کہ نشہ کے وقت احکام خداوندی ادا نہیں ہوسکتے سو یہ اندیشہ زندگانئ دنیا تک ہی ہے بعد مرگ تمام احکام ساقط ہو جاتے ہیں بہشت میں ہر کوئی فرائض وواجبات وغیرہ سے فارغ البال ہو گا وہاں اگر شراب حلال ہو جائے تو کیا حرج ہے (ایضا ص ۲۹۸ ج۳)

(وَ كُلُّ مُسْكِرٍ مَائِعٍ، اور ہر نشہ آور بہنے والی چیز) اس میں مائع کی قید ہے لہذا [جس طرح خمر اور نبیذ مائع ہونے کی وجہ سے ناپاک ہے اسی طرح] مائع کے علاوہ نشہ آور چیز ناپاک نہ ہو گی لیکن وہ حرام ہو گی اس لئے کہ وہ عقل کو زائل کرتی ہے۔ (وَ الْكَلْبُ

وَالْخِنْزِيْرُ، اور کتا) اگرچہ معلم ہو (اور خنزیر) آپ ﷺ نے فرمایا جب کتا برتن میں منہ ڈالے تو پاک ہونے کی شکل یہ ہے کہ اسے سات مرتبہ دھوئے جن میں پہلی بار مٹی سے، لہذا اگر کتے کا تر عضو یا تر حصہ کپڑے وغیرہ کو لگے تو اس کے پاک ہونے کی شکل وہی ہے جو برتن کے پاک ہونے کی ہے (المجموع ص ٥٨٦ ج ٢) [خنزیر یا اس کے ملاپ سے پیدا شدہ جانور برتن میں منہ ڈالے یا اس کا کوئی تر حصہ کپڑے وغیرہ کو لگے تو پاک ہونے کی شکل وہی ہوگی جو کتے کے بارے میں مذکور ہے اس لئے کہ یہ تمام نجاست مغلظہ میں داخل ہے]

خنزیر کے بال سے بنے ہوئے برش کی شرعی حیثیت

وحکی الربیع الجیزی عن الشافعی ان الشعر تابع للجلد یطهر بطهاته وینجس بنجاسته وهذا اقوی (الحاوی للفتاوی ص ١٨ ج ١) ربیع جیزی امام شافعیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ بال تابع ہے کھال کے لہذا بال پاک ہوگا کھال کے پاک ہونے سے اور ناپاک ہوگا اس کے ناپاک ہونے سے یہ بات زیادہ قوی ہے۔

وجلود المیتة تطهر بالدباغ الا جلد الکلب والخنزیر وما تولد منهما او من احدهما (متن الغایه فی کفایه ص ٨ ج ١) مردہ کی کھال پاک ہو جاتی ہے دباغت سے کتے خنزیر ادر ان دونوں یا کسی ایک سے پیدا ہونیوالے کی کھال کے سوا: ارشاد خداوندی ہے۔ **وَلاَ تَعَاوَنُوْا عَلَىَ الاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُو اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ** (پ٦ رکوع٥) اور مدد نہ کرو گناہ پر اور ظلم پر اور ڈرتے رہو اللہ سے، بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے اور فقہی قاعدہ ہے: **ماحرم استعما له حرم اتخاذه،** (الا شباه والنظائر ص ١٥٠) جس چیز کا استعمال حرام اس کا بنانا بھی حرام ہے، خنزیر کی کھال کو دباغت دی جاتی ہو تب بھی کھال ناپاک ہی ہے لہذا مذکورہ تفصیل کی روشنی میں خنزیر کے بال سے برش بنانا اور اس کے لئے ملازمت کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ **وجلود الحیوانات المیتة کلها تطهر بالدباع الا**

جلد الکلب و الخنزیر و ماتو لد منھما او من احد ھما (الفاظ ابی شجا ع مع الاقناع ص ۲۳/ج ۱) تمام مردہ جانوروں کی کھالیں پاک ہو جاتی ہیں دباغت سے۔ کتے خنزیر اور ان دونوں یا کسی ایک سے پیدا ہونے والے کی کھال کے سوا۔ لہذا کارخانے میں اگر بھینس، گائے اور گھوڑے کی کھال کو دباغت دینے کے بعد کھال اور دم کے بال سے برش بنائیں جاتے ہوں اور اس میں کتے، خنزیر اور ان دونوں یا کسی ایک سے جو پیدا ہو اسکے بال کی ملاوٹ نہ ہو تو اسطرح برش بنانا اور اس کے لئے ملازمت کرنا جائز ہو گی۔ اگر ملاوٹ ہو اگر چہ تھوڑے بال سے تب بھی بنانا اور ملازمت کرنا ناجائز اور حرام ہو گی۔ **انه یعفی عن یسیر من شعر نجس من غیر مغلظ اما ھو فلا یعفی عنه منه** (فتح المعین مع اعانته ص ۸۸/ج ۱) تھوڑے سے ناپاک بال کو معاف کیا گیا ہے لیکن نجاست مغلظہ کے تھوڑے بال کو بھی معاف نہیں کیا گیا۔ کتے خنزیر کی نجاست مغلظہ میں داخل ہے اور ان دونوں سے یا کسی ایک سے جو پیدا ہو اس کی۔ (انوار ص ۷۷) اور اشباہ میں ہے: **اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام** (ص ۱۵۵) جب حلال اور حرام جمع ہو جائیں تو حرام غالب آتا ہے۔

برش سے مراد چاہے ٹوتھ پیسٹ برش ہو یا وہ جو کسی چیز کی صفائی وغیرہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہو اس میں اور وہ چیز جس میں نجاست مغلظہ کا استعمال ہو یہی مذکورہ احکام جاری ہوں گے۔ (**وَفَرْعُ اَحَدِھِمَا**، اور ان دونوں میں سے کسی ایک سے پیدا شدہ جانور) کتا اور خنزیر کے ملاپ سے پیدا شدہ جانور اصل کے تابع قرار دیتے ہوئے ناپاک ہو گا اور ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ پاک جانور کے ملاپ سے پیدا شدہ جانور تغلیباً ناپاک ہو گا جیسا کہ فقہی قاعدہ ہے: **اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام** (اشباہ ص ۱۰۵) جب حلال اور حرام جمع ہو جائیں تو حرام کو غلبہ ہو گا۔ (**وَالْودیُ وَالْمَذیُ**، اور ودی اور مذی) ان کی مزید تشریح کے لئے باب الغسل ملاحظہ فرمائیں (**وَمَالاَ یُؤکَلُ لَحمُهُ**

اِذَاذُبِحَ وَالْمَيْتَةُ، اوروہ جانور) ناپاک ہے (جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا باجود ذبح کے) [مثلاً خچر] (اور مردار) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ الخ (سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۷۳) اللہ تعالیٰ نے تو تم پر صرف حرام کیا ہے مردار کو۔ الخ

وجہ حرمت مُردار

مردار کا حرام ٹھہرانا عین حکمتِ الٰہی ہے کیونکہ جانور کے بدن کو پاک کرنے والا روح ہے جب روح اس سے جدا ہو جائے تو اس کی عفونت کو دور کرنے والا نہیں رہتا لہٰذا وہ عفونت اس کے سارے بدن کو خراب کر دیتی ہے اور بہت بدمزہ اور بدبو اور بد تاثیر ہو جاتا ہے چنانچہ جو لوگ بچپن سے مردار خوار ہوتے ہیں ان کی صورت و شکل واخلاق ایسے قبیح ہوتے ہیں کہ گویا ان کا مزاج ہی انسانیت سے خارج ہوتا ہے، طبیعت کا کمینہ پن اور دل کی سختی ان کی فطرت ہو جاتی ہے۔(احکام الاسلام عقل کی نظر میں ص ۲۸۱ ج۳)

(اِلاَّ السَّمَکَ وَالْجَرادَ، مگر مچھلی اور ٹڈی) آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارے لئے حلال کئے گئے دو میتہ مچھلی اور ٹڈی اور دو خون جگر اور تلی (مغنی المحتاج)

وجہ حلت مچھلی وٹڈی بغیر ذبح

مچھلی اس وجہ سے ذبح نہیں کی جاتی کہ اس کے بدن کا اصلی مادّہ پانی ہے اور پانی بالطبع پاک اور پاک کرنے والا ہے پس جیسے کہ نجاست پانی میں اثر نہیں کرتی ایسا ہی آبی جانور کی روح جدا ہونے سے اس میں نجاست اثر نہ کرے گی اور حاجت ذبح کی نہ رہی اور ٹڈی اس سبب سے ذبح نہیں کی جاتی کہ وہ خون جاری نہیں رکھتی اور تعلق اس کی روح کا بدن سے بلاواسطہ خون کے مثل تعلق روح پہاڑ اور درخت اور دیگر جمادات ہے اور اس طرح تعلق کا جدا ہونا موجب نجاست نہیں ہوتا کیونکہ اس جدائی سے خون جذب نہیں ہوا اور اس علت میں اگرچہ تمام دریائی جانور اور تمام حشرات الارض [زمین میں رہنے والے

جانور کیڑے مکوڑے] مشترک ہیں مگر وہ بسبب ذاتی خباثت اور غذائے نجس و مضر ہونے کے حرام ہیں بخلاف مچھلی و ٹڈی کے کہ وہ ذاتی وعارضی خباثت سے پاک و سالم ہیں اسی واسطے ان دونوں کے لئے خاص استثناء ہوا چنانچہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں: **احلت لنا میتتا ن و دمان اماالمیتتان الحوت والجرادو الدمان الکبدوالطحال** (مسند احمدو ابن ماجه) یعنی ہمارے لئے دو میتہ اور دو خون حلال کئے گئے ہیں بہر حال دو میتہ سے مراد تو مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون سے مراد جگر اور تلی ہیں۔ اور جگر اور تلی دو عضو ہیں مگر یہ دونوں خون کے مشابہ ہوتے ہیں لہذا آنحضرت ﷺ نے اس شبہ کو رفع کر دیا جو ان سے پیدا ہوا تھا نیز مچھلی میں مثل ٹڈی کے دم مسفوح یعنی خون رواں نہیں ہوتا لہذا اس لئے بھی ذبح کرنا مشروع نہیں ہوا۔ (احکام الاسلام ص ۲۹۶/ج۳)

(**وَالْاٰدمِیَّ**، اور آدمی) اس میں کافر بھی داخل ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِی اٰدَمَ**(سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۷۰) ہم نے عزت دی ہے آدم کی اولاد کو، اور تکریم کا تقاضا بھی یہی ہے کہ موت کی وجہ سے ناپاک نہ قرار دیا جائے (مغنی المتحاج ص ۷۸ج۱)

(**وَلَبَنُ مَا لایُؤْ کَلُ لَحْمُهُ غیر الآدمی**، اور اس جانور کا دودھ) ناپاک ہے، (جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا سوائے آدمی کے) اس لئے کہ ان جانوروں کا دودھ باطن میں مستحیل ہو کر خون کے مانند ہوتا ہے، ماکول [کھائے جانے والے] جانوروں کا دودھ پاک ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **وَاِنَّ لَكُمْ فِي الاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ مِمَّا فِی بُطُوْنِه مِن بَيْنِ فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِلشّٰرِبِيْنَ** (سورۂ نحل آیت نمبر ٦٦) اور (نیز) تمہارے لئے مواشی میں بھی غور درکار ہے ان کے پیٹ میں جو گوبر اور خون ہے اس کے درمیان میں سے صاف اور (گلے میں) آسانی سے اترنے والا دودھ ہم تم کو پینے کو دیتے ہیں، مردہ بکری کے تھن کا دودھ ناپاک ہے **واما اللبن فی ضرع الشاۃ المیتة فھو نجس لا نه کا**

لبن فی اناء نجس (مهذب فی المجموع ص ٣٠٤ ج ١) مردہ بکری کے تھن کا دودھ ناپاک ہے چونکہ یہ اس دودھ کے حکم میں ہوا جو کسی ناپاک برتن میں ہو۔

(وَشَعْرُ الْمَيْتَةِ، اور مردہ کا بال) ناپاک ہے [مردہ کی اتباع میں] (وَشَعْرُ غَيْرِ الْمَأْكُوْلِ اِذَا انْفَصَلَ فِيْ حَيَاتِهِ اِلَّا لِآدَمِيَّ، اور غیر ماکول جانور کا بال) ناپاک ہے (جبکہ بال اس کی حیاتی میں جدا ہو سوائے آدمی کے) اگر جدا نہ ہو تو ناپاک نہ ہوگا جیسے خچر، گدھا اور بلّی کا بال، تھوڑے سے ناپاک بال کو معاف کیا گیا ہے اسی طرح کثیر کو معاف کیا گیا ہے سوار و قصاص کے حق میں احتراز کی دشواری کی وجہ سے اور نجاستِ مغلظہ کے تھوڑے بال کو بھی معاف نہیں کیا گیا ہے [آدمی کے بال کا استثناء اس کے مکرم اور محترم ہونے کی وجہ سے ہے]

(وَمَنِيُّ الْكَلْبِ وَالْخِنْزِيْرِ، اور کتا اور خنزیر کی منی) اسی طرح ان سے پیدا شدہ جانور کی منی بھی ناپاک ہے، اصل کی اتباع میں، ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ پاک جانور کے ملاپ سے پیدا شدہ جانور کی منی بھی ناپاک ہوگی، اصل کو غلبہ دیتے ہوئے (وَالْاَنْفَحةُ طَاهِرَةٌ اِنْ اُخِذَتْ مِنْ سَخْلَةٍ مُذَكَّاةٍ لَمْ تَاكُلْ غَيْرَ اللَّبَنِ، **انفحة**) بکری کے بچہ کے شکم کا دودھ، (پاک ہے اگر لیا گیا ہو بکری کے ایسے بچہ کو ذبح کر کے جو دودھ کے سوا کچھ نہ کھاتا ہو) اور جب یہ شرط فوت ہو تو ناپاک ہوگا،

(وَمَا يَسِيْلُ مِنْ فَمِ النَّائِمِ اِنْ كَانَ مِنَ الْمَعِدَةِ بِاَنْ كَانَ لَا يَنْقَطِعُ اِذَا طَالَ نَوْمه نَجِس وَاِنْ كَانَ مِنَ اللَّهَوات بِاَنْ كَانَ يَنْقَطِعُ فَطَاهِرٌ، اور وہ چیز جو سونے والے کے منہ سے بہتی ہے اگر معدہ سے نکلتی ہو، اس کی علامت یہ ہے کہ وہ بند نہ ہو) یعنی نکلتی رہے (نیند کے لمبی ہونے کی صورت میں) یہ نکلنے والی چیز (ناپاک ہے) کیونکہ اس صورت میں نکلنے سے بُو ہوتی ہے (اور اگر وہ لہوات سے نکلے) یعنی معدہ سے نکلنا متحقق نہ ہو (اس کی

علامت یہ ہے کہ بند ہو) یعنی نکلتی نہ رہے (تو) یہ نکلنے والی چیز (پاک ہے) اسی طرح معدہ سے نکلنے کے متعلق شک ہو تو اس صورت میں بھی ناپاک نہ ہو گی [کیونکہ ناپاک ہونے کی علت معدہ سے نکلنا یقینی نہیں] (حاشیۃ شروانی علی تحفة ص ۱۹٤ ج ۲) لہوات جمع ہے لھاۃ کی، اس کا معنی ہے: سقف الاسنان: دانتوں کی چھت: یعنی دانتوں کا بالائی حصہ، بلغم پاک ہے، والمذهب طهارته، (المجموع ص ٥٥٨ ج ۲) (وَالعُضْوُ الْمُنْفَصِلُ مِنَ الْحَيِّ حُكْمُهُ حُكْمُ مَيْتَةِ ذٰلِكَ الْحَيَوَانِ، زندہ جانور کے علیحدہ عضو کا حکم وہی ہے جو اس جانور کے میتہ کا حکم ہے، اِنْ كَانَتْ طَاهِرَةً كَالسَّمَكِ فَطَاهِرٌ وَاِلاَّ كَالْحِمَارِ فَنَجِس، اگر مردہ ہونے کی صورت میں پاک ہو جیسے مچھلی) ٹڈی اور آدمی (تو اس جانور سے جدا شدہ عضو پاک ہو گا ورنہ) یعنی اگر اس جانور کا مردہ پاک نہ ہو (جیسے گدھا) یعنی اس سے اس کی حیات میں علیحدہ ہونے والا عضو (ناپاک ہو گا) جیسے گدھا اور گدھے کے علاوہ خچر وغیرہ کا بھی یہی حکم ہو گا کیونکہ ان کا میتہ ناپاک ہے اس کے برخلاف مچھلی، ٹڈی اور آدمی ان کا میتہ پاک ہے۔

پاک چیزیں

(وَالعَلَقَةُ، اور علقہ) یعنی خون کا لوتھڑا، یہ غلیظ خون ہے جو منی سے متحیل ہوتا ہے اس خون کو علقہ کہتے ہیں (وَالمُضْغَةُ، اور مضغہ) یعنی گوشت کا ٹکڑا، یہ علقہ سے بدل کر مضغہ ہوتا ہے (وَرُطُوْبَةُ فَرْجِ الْمَرْاَة، اور عورت کی شرمگاہ کی رطوبت) پاک ہے لیکن تفصیل ہے وہ یہ: رطوبت [سفید پانی کو کہتے ہیں جو نہ مذی ہوتی ہے اور نہ پسینہ بلکہ دونوں کے درمیان ہوتی ہے۔ اعانہ] اگلی شرمگاہ کے اس حصہ سے خارج ہو جس کا استنجا میں دھونا واجب نہیں ہوتا اور اس حصہ تک ہمبستری کرنیوالے کی شرمگاہ پہنچتی ہو تو پاک ہے، اصح قول کے اعتبار سے چونکہ جس حصہ کا استنجاء میں دھونا واجب نہیں وہ حصہ اندرونی

ہے اور جس حصہ تک ہمبستری کرنے والے کی شرمگاہ پہنچتی ہے وہ حصہ اندرونی نہیں لہذا معاملہ مشکوک ہوا جس کی بناء پر پاک قرار دی گئی۔ اور اگر شرمگاہ کے اس اندرونی حصہ سے خارج ہو جس حصہ تک ہمبستری کرنیوالے کی شرمگاہ نہ پہنچتی ہو تو ناپاک ہے اس وجہ سے کہ یہ متولد ہے ناپاک جگہ میں اور اگر اس حصہ سے خارج ہو جس کا استنجاء میں دھونا واجب ہوتا ہے [وہ ہے عورت کی شرمگاہ کا وہ حصہ جو استنجاء کو بیٹھتے وقت ظاہر ہوتا ہے] تو پاک ہے اس لئے کہ اس کو بدن سے نکلے ہوئے پسینہ کا حکم دیا گیا ہے۔(فتح المعین مع اعانة)(مهذب مع المجموع ص ٥٤٦ج٢)

(وَبَيْضُ الْمَاكُوْلِ وَغَيْرِهِ، اور ماکول جانور کا اور اس کے علاوہ) یعنی غیر ماکول جانور (کا انڈا) اور تحقیق علی عمدہ میں ہے: سائر البيوض طاهرة ولو من غير ماكول لكن يحرم اكل ما ضَرَّ منها كبيض الحيات،(ص ٥٤) تمام انڈے پاک ہیں اگرچہ غیر ماکول جانور کے ہوں لیکن نقصان دہ انڈا کھانا حرام ہے جیسے سانپ کا انڈا، مردہ مرغی کے انڈے سے متعلق تفصیل ہے وہ یہ: وَامّا البَيْض فى جَوْف الدّجَاجَة الميتة فانْ لم يتصلب قشره فهو نجسَة والاّ فطاهرة (مهذب مع المجموع ص ٣٠٤ج١) مردہ مرغی کے انڈے کا چھلکا سخت نہ ہو تو ناپاک ورنہ پاک (ایضا)

(وَلَبَنُهُ، اور ماکول جانور کا دودھ) تشریح ماقبل میں مذکور ہے،(وَشَعْرُهُ وَصُوْفُه وَوَبَرُهُ وَرِيْشُهُ اِذَا انْفَصَلَ فِي حَيَاتِهِ اَوْ بَعْدَ ذَكَاتِهِ، اور اس کا بال اور اُون اور وبر اور پَر جبکہ یہ چیزیں جدا ہوں ان کی حیات میں یا ذبح کرنے کے بعد) تو پاک ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهآ اَثَاثًا وَّ مَتَاعًا اِلىٰ حِيْنٍ(سورۂ نحل آیت نمبر ٨٠) (تحقيق على عمدة ص ٥٤) اور ان کی (یعنی جانوروں کی) اُون اور ان کے روؤں اور انکے بالوں سے گھر کا سامان اور فائدہ کی چیزیں ایک مدت تک کے لئے بنائیں (ترجمه وتفسير اختصار شده بيان القرآن) مینڈھے کے بالوں کو اون اور اونٹ کے بالوں کو وبر کہتے ہیں،

(وَعَرَقُ الْحَيَوَ انِ الطَّاهِرِ طَاهِر حَتّٰى الْفَأْرَةِ، اور پاک جانور کا پسینہ) اگرچہ غیر ماکول جانور کا ہو اس کی حیات میں (پاک ہے) [مصنفؒ کی عبارت :۔ والعلقۃ والمضغۃ سے لے کر یہاں تک کی تمام چیزیں پاک ہیں] (یہاں تک کہ چوہے کا) پسینہ بھی پاک ہے، اس سے مراد جنگلی چوہا ہے مصنف نے طاہر کی قید ذکر فرمائی ہے لہذا ناپاک جانور کا پسینہ اس کی حیات میں بھی ناپاک ہو گا جیسے کتا اور خنزیر ان میں سے ہر ایک کا پسینہ ناپاک ہے۔

آگے مصنفؒ پاک جانور کے فضلات کے حکم کو بیان فرماتے ہیں وہ یہ: (وَرِيْقُه وَدَمْعُهُ وَلَبَنُ الآدَمِيِّ وَمَنِيُّهُ غَيْرُ نَجِسٍ وَكَذَا مَنِيُّ غَيْرِه، اور لعاب اور آنسو اور آدمی کا دودھ اور اس کی منی) مصنفؒ کی عبارت: وریقہ سے لیکر یہاں تک کی تمام چیزیں (ناپاک نہیں ہے) یعنی پاک ہے، جبکہ اس کی حیات میں جدا ہو، (تحقیق علی عمدہ ص ٥٤) (اور اسی طرح آدمی کے علاوہ اور جانوروں کی منی) پاک ہے، آدمی کی منی اس وجہ سے پاک ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ ﷺ کے کپڑے کی منی کھرچتی اور آپ ﷺ اسی کپڑے میں نماز پڑھتے تھے (مہذب مع المجموع ص ٥٦٠ ج٢) لہذا منی لگے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھ سکتے ہیں مگر دھو کر پڑھنا مستحب ہے (الاشباہ) اور آدمی کے علاوہ کی منی اس وجہ سے پاک ہے کہ: منی پاک جانور کی اصل ہے۔ آگے مصنفؒ آدمی کے علاوہ کی منی کا استثناء ذکر فرمارہے ہیں وہ یہ: (غَيْرَ الْكَلْبِ وَالْخِنْزِيْرِ وَقِيْلَ نَجِسٌ، سوائے کتا اور خنزیر کے) ان دونوں کی منی ناپاک ہے (اور کہا گیا ہے کہ) کتا اور خنزیر کے علاوہ کی منی بھی سوائے آدمی کی منی کے (ناپاک ہے) اس لئے کہ باطن میں مستحیل ہو کر خون کی طرح ہو جاتی ہے [لیکن یہ ضعیف قول کے مطابق ہے اور اعتبار صحیح قول کا ہوتا ہے]

آگے مصنفؒ پاک ہونے اور نہ ہونے والی چیزوں کو بیان فرماتے ہیں وہ یہ (**وَلاَ يَطْهُرُ شيءٌ مِنَ النَّجَاسَاتِ اِلاّ الْخَمْرَ اِذَا تَخَلّلَ وَ الْجِلْدَ اِذَا دُبِغَ**، اور نجاستوں میں سے) جن کا ذکر ما قبل میں مذکور ہے (کوئی چیز پاک نہ ہو گی مگر شراب) اور اسی طرح ہر بہنے والی نشہ آور چیز (جب) خود بخود، (سرکہ بن جائے) تو پاک سمجھی جائے گی، اس لئے کہ نجاست اور حرمت کی علّت نشہ تھی جو زائل ہوگئی (اقنا ع ص ۸٦ ج ۱) (اور کھال) پاک ہو گی اگر چہ وہ غیر ماکول جانور کی ہو (جب دباغت دی جائے) اس لئے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے: **اذا دبغ الاھاب فقد طھر** (مسلم شریف) یعنی جب کھال کو دباغت دیجائے تو پاک ہوتی ہے اور جس طرح شراب کی بیع سرکہ ہو جانے کے بعد جائز ہو جاتی ہے اسی طرح کھال کی بیع دباغت کے بعد جائز ہو جاتی ہے۔

وهَل يجوز بيعه فيه قولا ن قال فى القديم لا يجوز۔ وقال فى الجَديد يجوز لا نه منع من بيعه لنجَا سته وَقد زالت النجَا سة فو جب ان يجو زالبيع كا لخمر اذا تخللت، والصَّحيح منهمَا عندالا صُحاب هو الجَديد۔ کیا دباغت کے بعد کھال کی بیع کرنا جائز ہے۔ اس میں دو قول ہیں؛ قول قدیم میں ناجائز اور قول جدید میں جائز ہے۔ کیونکہ ممانعت نجاست کی وجہ سے تھی اور وہ زائل ہوگئی دباغت سے لہذا بیع جائز ہو گی جیسے خمر کی بیع جائز ہو جاتی ہے سرکہ ہو جانے کے بعد حضراتِ شوافع کے نزدیک جدید قول صحیح ہے۔ (مہذب مع المجموع ص ۲۸۷ ج ۱)

(**وَنَجَسًا يَصِيْرُ حَيَوَانًا**، اور ناپاک چیز سے جاندار چیز ہو جائے) جیسے کیڑے پیدا ہو جائے میتہ میں ان پر طہارت کا حکم لگایا جائے گا اس لئے کہ نجاست ختم ہو کر زندگی کا اثر ظاہر ہو کر پاکی میں تبدیل ہوئے (**قوله ونجسا يصير حيوانا) اى كا لدودالمتولد من نحو الجيف لا ن للحياة اثرا ظاهر افى درء النجا سة** (حاشیۂ عمدۃ السالک ص ۹)

مصنفؒ کا قول: ونجسایصیر حیواناً یعنی کیڑے [پاک ہیں] جو پیدا ہو ناپاک چیز سے جیسے مردار سڑنے کی وجہ سے اس لئے کہ نجاست ختم ہو کر زندگی کا اثر ظاہر ہوا۔

(فَاِذَاتَخَلَّلَتِ الْخَمْرُ بِغَيْرِ اِلْقَاءِ شَيْئٍ فِيْهَا اِمَّا بِنَفْسِهَا او بِنَقْلِهَا مِنَ الشَّمْسِ اِلىَ الظِّلِّ وَعَكْسِه، او بِفَتْحِ رَاْسِهَا طَهُرَتْ مَعَ اَجْزَاءِ الدِّنِّ الْمُلَاقِيْهِ لَهَاوَ مَا فَوْقَهَا مِمَّا اَصَابَتْهُ عِنْدَ الْغَلَيَانِ، جب شراب سرکہ بن جائے اس میں کوئی چیز ڈالے بغیر یا تو خود بخود یا اس کو دھوپ سے سایہ کی طرف منتقل کرنے سے اور اس کے برعکس) یعنی سایہ دھوپ کی طرف منتقل کرنے سے (یا اس کے ڈھکن کو کھولنے سے تو) چاہے منتقل کرنے اور ڈھکن کھولنے سے سرکہ کا قصد ہو یا نہ ہو (پاک ہو گی شراب اور برتن کا وہ حصہ جو شراب سے ملا ہوا ہے اور برتن کا وہ حصہ بھی جہاں شراب لگی جوش کے وقت) مطلب یہ ہیکہ جس چیز میں شراب ہے جب وہ سرکہ بن جائے تو اس چیز کا ہر ہر جزء بھی پاک ہو گا [اس لئے کہ مذکورہ تمام صورتوں میں شراب کا خود بخود سرکہ بن جانا ہے اور جب خود بخود سرکہ بن جائے تو پاک ہوتی ہے] اس لئے کہ نجاست اور حرمت کی علّت جو نشہ تھی وہ زائل ہو گئی، (اقناع ص ٨٦ ج ١)

(وَاِنْ اُلْقِيَ فِيْهَا شَيءٌ فَلاَ، اور اگر شراب میں کوئی چیز ڈالدی جائے) اگرچہ وہ چیز سرکہ بننے میں موثر نہ ہو جیسے کنکر (تو پاک نہ ہو گی) سرکہ بننے کے بعد [وان خلت بطرح شیء فیها لم تطهر] لتنجس المطروح فیها فینجسها بعد انقلابها خلا، (الفاظ ابی شجاع مع اقناع ص ٨٦ ج ١) اور اگر شراب میں کوئی چیز ڈالنے کی وجہ سے شراب سرکہ بن جائے تو پاک نہ ہو گی شراب میں ڈالی ہوئی چیز ناپاک ہونے کی بناء پر اس کی وجہ سے سرکہ بن جانے کے بعد وہ ناپاک ہی رہے گی۔

دباغت کی تعریف: (وَالدَّبْغُ هُوَ نَزْعُ الْفَضَلاَتِ بِكُلِّ حِرِّيْفٍ وَلَوْ نَجِسًا، اور دباغت کہتے ہیں فضلات کو دور کرنا ہر تیز چیز سے اگرچہ وہ ناپاک ہو) جیسے پرندہ کی بیٹ [اس لئے

کہ اصل علت کھال میں سڑان اور بدبو پیدا کرنے والی چیزوں کو دور کرنا ہے اگر چہ ناپاک چیز سے ہو] فضلات کہتے ہیں: وہ چیزیں جن سے کھال میں سڑان اور بدبو پیدا ہوتی ہے جیسے کھال سے لگا ہوا خون اور گوشت وغیرہ، مجموع میں حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو[یعنی کھال کو] پانی اور قرظ پاک کرتا ہے، قرظ یعنی سلم کے درخت کا پتہ جو تہامہ کے علاقہ میں اگتا ہے(ص ٢٨١ ج ١) اس حدیث کو استحباب یا مطلق طہارت پر محمول کیا گیا ہے،

(**وَ لاَیَکْفِي مِلْحٍ وَ تراب وَ شَمْس وَ لاَیَجِبُ اسْتِعْمَالُ مَاءٍ فِیْ اثْنَائِہ لٰکِنَّہُ بَعْدَ الدَّبْغِ کَثَوْبٍ مُتَنَجِّسٍ فَیَجِبُ غَسْلُہُ بِمَاءٍ طَھُورٍ**، اور کافی نہ ہوگا) دباغت کے لئے (نمک، مٹی اور سورج کی تپش) کہ اس کے ذریعہ فضلات دور ہوجائیں (اور واجب نہیں ہے) دباغت دینے والے پر (پانی استعمال کرنا دورانِ دباغت لیکن مدبوغ) یعنی وہ چیز جس کو دباغت دی جائے (دباغت کے بعد ناپاک کپڑے کی طرح ہے لہذا مدبوغ کو ماءِ طہور سے دھونا واجب ہے) **ماء طہور** کہتے ہیں وہ پانی جو خود پاک ہو اور پاک کرنے والا ہو، مدبوغ کو ناپاک کپڑے کی طرح ناپاک اس وجہ سے قرار دیا کہ کھال کے فضلات کو دور کرتے وقت دابغ کو جلد پر رکھنے سے ناپاک سے مل کر ناپاک ہوگیا اب دباغت کے وقت جلد سے ملنے کی وجہ سے کھال ناپاک ہوگئی، تحقیق علی عمدہ میں ہے: **لملاقاته للادوية التی تنجست به قبل طهر عينه فيجب غسله** (ص ٥٥) کھال ناپاک ہوئی ان ادویہ کے ملنے کی وجہ سے جو ناپاک ہوگئیں تھیں جلد سے پاک ہونے سے پہلے اس لئے دھونا واجب ہے۔

(**وَ لاَیَطْھُرُ بِہٖ جِلْدُ کَلْبٍ وَ خِنْزِیْرٍ**، اور دباغت سے کتے اور خنزیر کی کھال پاک نہ ہوگی) نجاستِ مغلظہ ہونے کی بناء پر [یہی حکم ہے کھال کے بال کا] (**وَ لَو کَانَ عَلَی الْجِلْدِ شَعْر لَم یُطْھِر الشَّعر بِالدَّبْغِ وَ یُعْفٰی عَنْ قَلِیْلِہٖ**، اور اگر) کتے اور خنزیر کی کھال کے

علاوہ (کھال پر بال ہوں تو پاک نہ ہونگے دباغت سے) اس لئے کہ دباغت بال میں موثر نہیں ہوتی لہذا بال کی ناپاکی باقی رہتی ہے (اور کم بالوں سے درگذر کیا گیا ہے) بچنا دشوار ہونے کی بناء پر، لیکن صاحب الحاوی للفتاوی فرماتے ہیں میرے نزدیک "باعتبار دلائل قوی بات یہ ہے کہ دباغت سے بال بھی پاک ہوں گے" [چاہے کم ہوں یا زیادہ] جسے بعض مجتہدین نے اس حدیث [جب کھال کو دباغت دیجائے تو پاک ہوتی ہے] سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ کھال اس کو کہتے ہیں کہ جس پر بال ہوتے ہیں کیونکہ اس طرح کہا جاتا ہے کہ یہ اہاب المیتہ ہے اس طرح کہ یہ جانور کی کھال ہے اور یہ جانور کی کھال کے بال ہیں کہنا لازم نہیں آتا۔ اس کو صحیح قرار دیا ہے متاخرین میں سے ابن ابی عصرون نے مرشد میں عموم بلوٰی کی بناء پر اور شیخ تقی الدین سبکیؒ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے مذکورہ حدیث کی وجہ سے صاحب خادم فرماتے ہیں۔ بعض لوگوں نے مراد بلقینی نے فرمایا کہ خصوصًا یہی بات مختار ہے مذکورہ دلیل کے اعتبار سے (ص۲۵ ج ۱)

(وَمَا تَنَجَّسَ بِمُلاَقَاةِ شَيْئٍ مِنَ الْكَلْبِ وَالْخِنْزِيرِ لَمْ يَطْهُرْ اِلاَّ بِغَسْلِهِ سَبْعًا اِحْدَاهُنَّ بِتُرَابٍ طَاهِرٍ لِيَسْتَوْعِبَ الْمَحَلَّ، اور جو چیز ناپاک ہو جائے کتا اور خنزیر کی کسی تر (چیز کے ملنے سے) چاہے ان دونوں کے ملاپ سے پیدا شدہ جانور کی تر چیز ہو یا ان میں سے کسی ایک کے ساتھ پاک جانور کے ملاپ سے پیدا شدہ جانور کی تر چیز ہو (تو وہ چیز پاک نہ ہو گی مگر اس کو سات مرتبہ دھونے سے ان میں ایک بار پاک مٹی سے تاکہ مٹی) مذکورہ (نجاست لگی ہوئی جگہ کو محیط ہو) یعنی پھر وہ چیز پاک ہو گی، تراب طاہر سے مراد تراب طہور ہے، یعنی: سات مرتبہ میں ایک بار جو مٹی سے دھونا ہے اس سے مراد وہ مٹی ہے جو پاک ہو اور پاک کرنے والی ہو، آپ ﷺ نے فرمایا جب کتا برتن میں منہ ڈالے تو پاک ہونے کی شکل یہ ہے کہ اسے سات مرتبہ دھوئے جن میں پہلی بار مٹی سے،

(المجموع ص۵۸۶ ج ۲) چاہے دھونا سات مرتبہ پانی بہانے سے ہو یا قلتین کی مقدار یا اس سے زیادہ پانی میں سات مرتبہ حرکت دینے سے ہو۔ ناپاک یا مستعمل مٹی دھونے کے لئے کافی نہ ہوگی، اور شرط ہے کہ مٹی ایسی ہو جو پانی کو گدل اور میلا کردے۔

برتن میں کتےُ کے مُنہ ڈالنے یااُس سے پانی وغیرہ پینے سے اس برتن کوسات بار دھونے سے اُس کے پاک ہونیکی حکمت

ان رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **قال طهور اناء احدكم اذاولغ فيه الكلب ان يغسل سبعا اولاهن بالتراب**(المجموع ص ۵۸۶ ج ۲) (آپ ﷺ نے فرمایا جب کتا برتن میں منہ ڈالے تو پاک ہونے کی شکل یہ ہے کہ اسے سات مرتبہ دھوئے جن میں پہلی بار مٹی سے،کتے کے لعاب کی رطوبت کا اثر بہت قوی اور زہریلا ہوتا ہے(یہاں تک بتایا جاتا ہے کہ جس کو کاٹ لیتا ہے تو جب کبھی برسوں بعد کتا پاگل ہوگا یہ آدمی بھی پاگل ہو جاتا ہے)(حاشیۂ احکام الاسلام ص ۷۰ ج ۱) اوروہ برتن وغیرہ ہر ایک چیز میں یکساں ہوتا ہے جو شخص کتے کا پس خوردہ یا کتے کے متاثر برتن وغیرہ میں کھانا کھائے یا پانی وغیرہ پئے بالضرور اس میں اس کی درندگی وبد اخلاقی کا اثر سرایت کرجاتا ہے لہذا آں حضرت ﷺ نے اس برتن کو جس میں کتے نے پانی پیا یا کھایا ہو اس کو بکثرت دھونے کا حکم فرمایا اور سات بار کی تعداد کثرت کی تاکید پر دال ہے اور سات بار تک دھونے کی تعیین اس امر پر دال ہے کہ آں حضرت ﷺ کو نور نبوی سے اس حد تک دھونے سے پلیدی کا اثر رفع ہونے کا علم ہو چکا تھا لہذا یہ حد مقرر فرمادی اور اس میں پہلی بار مٹی سے دھونا اس لئے فرمایا کہ زہریلے مادہ کی رطوبت کا اثر جو برتن وغیرہ میں سرایت کرجائے اس کو مٹی کا مادۂ نمک رفع کرتا ہے (احکلام الاسلام ص ۷۰ ج ۱)

(**وَيَجِبُ مَزْجُهُ بِمَاءٍ طَهُورٍ**، اورواجب ہے مٹی کوماء طہور کے ساتھ ملانا) چاہے ملانا محل نجاست پر رکھنے سے پہلے ہو، یہ صورت اولی ہے، یا بعد اس کی صورت یہ ہے کہ

محل نجاست پر پہلے مٹی ڈالے اور پھر پانی یا پہلے پانی اور پھر مٹی ڈالے، اور چاہے رکھتے وقت عین نجاست باقی ہو یا نہ ہو (وَیُنْدَبُ جَعْلُهُ فِیْ غَیْرِ الْاَخِیْرَةِ، اور مستحب ہے) سات مرتبہ میں (اخیر کے علاوہ میں مٹی سے دھونا) مطلب یہ ہیکہ اخیر سے پہلے مٹی سے دھوئے نہ کہ اخیر میں تاکہ مٹی مکمل طور پر صاف ہو جائے اور پہلی بار مٹی سے دھونا اولی ہے، ساتھ مرتبہ دھونا اور ان میں ایک بار مٹی سے یہ حکم تعبدی ہے۔ (وَلَا یَقُوْمُ غَیْرُ التُّرَابِ مَقَامَهُ کَصَابُوْنٍ وَاُشْنَانٍ، مٹی کے علاوہ کوئی چیز مٹی کے قائم مقام نہ ہو گی) اصح قول کے مطابق (جیسے صابن اور اشنان) اس لئے کہ ان کو مٹی نہیں کہا جاتا۔

صابون اور اشنان کی تعریف

صابون: زیت و قلی سے بنتا ہے، اس کا معنی ہے جس کے ذریعہ دھویا جائے، یہ فارسی کلمہ ہے، اس کا عربی ہے: الغاسول، (منجدالطلاب ص ۳۹۴)

اشنان: ایک گھاس ہے کہ پتا اس میں نہیں ہوتا، اسے غاسول بھی کہتے ہیں کیونکہ بطور صابون کے کپڑا دھونے میں بھی اس کو استعمال کیا جاتا ہے، (بیان اللسان ص ۴۸) اور تحقیق الخ میں ہے: الاشنان مادة منظفة (ص ۵۵) اشنان ایک مادہ ہے جو صفائی کرتا ہے

(وَلَوْ رَاٰی هِرَّةً تَاكُلُ نَجَاسَةً ثُمَّ شَرِبَتْ مِنْ مَاءٍ دُوْنَ قُلَّتَیْنِ قَبْلَ اَنْ تَغِیْبَ عَنْهُ نَجِسَتْهُ وَ اِنْ غَابَتْ زَمَنًا یُمْکِنُ فِیْهِ وَلُوْغُهَا فِیْ قُلَّتَیْنِ ثُمَّ شَرِبَتْ مِنَ الْقَلِیْلِ لَمْ تُنَجِّسْهُ، اور اگر کوئی شخص بلی کو نجاست کھاتے ہوئے دیکھے پھر) اس کے بعد، (بلی دو قلہ سے کم پانی میں سے پیئے اس) دیکھنے والے شخص (سے غائب ہونے سے پہلے تو وہ پانی ناپاک ہو گا) ماء قلیل میں نجس منہ داخل کرنے کی بناء پر اگرچہ پانی متغیر نہ ہو۔ (اور اگر غائب ہو جائے کچھ وقت جس میں اس) بلی (کا منہ ڈالنا ممکن ہو دو قلہ) یا اس سے زیادہ (پانی میں پھر وہ) دو قلہ سے (کم پانی میں سے پیئے تو وہ پانی) یعنی دو قلہ سے کم (ناپاک نہ ہو گا)

کیونکہ دو قلہ پانی میں منہ ڈالنے کی وجہ سے غالب گمان ہے نجاست کے دور ہونے کا، لہذا پھر نجاست کھاکر دو قلہ سے کم پانی میں منہ ڈالی ہو اس میں احتمال ہے اور نجاست احتمال سے ثابت نہیں ہوتی لہذا ناپاک نہ ہو گا، بلیّ نجاست کھاکر غائب ہو جائے اور پھر کسی برتن میں منہ ڈالے تو پانی پاک ہو گا اور اگر غائب نہ ہو اور پانی قلتین سے کم ہو تو ناپاک اور اگر قلتین ہو اور وصف نہ بدلا ہو تو پاک ورنہ ناپاک (ص ۲۳ ج ۱ بحوالۂ مھذب مع المجموع ص ٢٢٤ ج ١)

جھوٹا: جانوروں کے کھانے، پینے کے بعد جو بچے اسے جھوٹا کہتے ہیں۔ تمام جانوروں کا جھوٹا پاک ہوتا ہے لیکن کتا، خنزیر اور ان جانوروں کا جھوٹا جو ان سے پیدا ہو قلتین سے کم ہو تو ناپاک (شرح مھذب ص ٢٢٧ ج ١) [اگر قلتین ہو اور وصف نہ بدلا ہو تو پاک ورنہ ناپاک۔]

کُتّے اور بِلّی کے جھُوٹے میں فرق ہونے کی وجہ

(ا) کُتا ایک ملعون جانور ہے جس سے فرشتے نفرت رکھتے ہیں وجہ یہ ہے کہ کُتا شیطان سے بہت مشابہت رکھتا ہے کیونکہ اس کی فطرت میں غصہ ولعب اور گندگی سے آلودہ رہنا اور لوگوں کو ایذا دینا اور شیطانی الہام کو قبول کرنا پایا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ بغیر عذر کُتے سے مخالطت کرنے سے دو قیراط ثواب کم ہو جاتا ہے (مؤطاوسنن اربعه، جاشۂ احکام الاسلام)(احکام الاسلام ص ٦٩ ج ١) قیراط یعنی چار جو کی مقدار یا اشرفی کا ۱/۲۴ حصہ مگر ایک حدیث میں ایک قیراط کو ایک پہاڑ کے برابر فرمایا ہے (حاشیۂ احکام الاسلام ص ٦٩ ج ١)

(۲) کُتّا جو چیز کھاتا ہے اُس کے ساتھ اُس کا منہ آلودہ ہو جائے تو مُنہ کو صاف نہیں کرتا بخلاف بلّی کے کہ وہ اپنے منہ کو پونچھ کر چاٹ کر صاف کر لیتی ہے (احکام اسلام ص ٦٩ ج ١)

(وَدُخَانِ النَّجَاسَةِ نَجِس وَيُعْفٰى عَنْ يَسِيْرِهٖ، اور ناپاک چیز کا دھواں ناپاک ہے) اصل کی اتباع میں (لیکن تھوڑے دھوے سے درگذر کیا گیا ہے) لہذا اگر تھوڑا دھواں کسی پاک چیز کو چھو جائے تو معاف ہے، صاف کرنا ضروری نہیں (فان مَسَحَ كَثِيْرَهٗ عَنْ تَنُّوْرٍ بخرقةٍ يَابِسَةٍ فَزَالَ طَهُرَ او رُطْبَةٍ فَلاَ، اور اگر تنور سے لگنے والے زیادہ دھوے کو پونچھے خشک کپڑے سے اور زائل کر دے تو پاک ہو گا) یعنی دھواں جس چیز کے ساتھ متصل تھا وہ چیز پاک ہو گی (لیکن تر کپڑے سے) پونچھے تو (وہ تنور پاک نہ ہو گا) اس لئے کہ کپڑے کی تری تنور پر اس دھوے کی نجاست کو لوٹاتی ہے (فَاِنْ خُبِزَ عَلَيْهِ فَطَاهِرٌ، اور اگر) اس (تنور پر) تر کپڑے سے پونچھنے کے بعد (روٹی پکائی جائے تو پاک ہے) یعنی ظاہری حصہ، جیسا کہ شارح فرماتے ہیں: [فان خبز عليه فطاهر] اى ظاهر ماخبز طاهر (عمدة مع انوار المسالک ص ٣٤) [اور اگر تنور پر روٹی پکائی جائے تو پاک ہے] یعنی روٹی کا ظاہری حصہ پاک ہے (وَاَسْفَلُ الرَّغِيْفِ نجس، اور روٹی کا نچلہ حصہ جو تنور کے ظاہری حصہ سے متصل ہے ناپاک ہے) کیونکہ روٹی کا نچلہ حصہ تنور کے اس ظاہری حصہ سے متصل ہوتا ہے جس حصہ کے ساتھ دھواں منسلک ہے لیکن پھر بھی یہ روٹی کھانا جائز ہے اس لئے کہ یہ نجاست معفو عنہا ہے۔

تنور کی تعریف

تنور کہتے ہیں: مٹی سے بنائی ہوئی چیز کو جس کے اعلی و اسفل میں کھلا حصہ بنایا جاتا ہے اور زمین میں گڑھا بنایا جاتا ہے جس میں تنور ڈال کر اس میں گوبر وغیرہ رکھ کر تنور کو جلایا جاتا ہے۔ (وَيَكْفِى فِى بَوْلِ الصَّبِيِّ الَّذِىْ لَمْ يَاكُلْ غَيْرَ اللَّبَنِ الرَّشُّ مَعَ غَلَبَةِ الْمَاءِ، اور کافی ہے اس بچہ کی پیشاب) سے پاکی حاصل کرنے (میں جو سوائے دودھ کے نہ کھاتا ہو) دو سال سے قبل (پانی چھڑکنا غلبہ کے ساتھ) یعنی پیشاب کی جگہ پر پانی اس طور پر چھڑکے کہ

پانی کی کثرت ہو، جس طرح دو سال سے قبل سوائے دودھ کے غذا کے طور پر کسی چیز کے نہ کھانے کی قید ہے اسی طرح دو سال سے قبل غذا کے طور پر کسی چیز کے نہ پینے کی بھی قید ہے (ویکفی فی بول الصبی الذی لم یا کل غیر الین) ای لم یتناول ما کولا ولا مشروبا علی جھۃ التغذی قبل مضی حولین) (الرش مع غلبۃ الماء) (فیض الالہ المالک شرح عمدۃ ص ۷٦جلد ۱)

(وَلاَ یُشْتَرَطُ سَیلاَنُہُ، اور پانی کے بہنے کی شرط نہیں ہے) فان اکل الصبی الطعام علی جھۃ التغذی غسل بولہ قطعا او اکلہ بعد مضی حولین فکذلک وخرج بالبول غیرہ کالغائط فانہ یغسل بلا شرط واما التحنیک بالتمر ونحوہ فلا یمنع من الرش وکذالک تناولہ السفوف ونحوہ للاصلاح کمافی المجموع (ایضا ص ۷٦ ج ۱) اگر بچہ کھانے کی چیز غذا کے طور پر کھائے [یا پینے کی چیز پئے] تو اس کی پیشاب دھونا یقینی [یعنی ضروری] ہے دودھ پئے دو سال گذرنے کے بعد تب بھی دھونا واجب ہے اور پیشاب کی قید سے نکل گیا اس کے علاوہ جیسے پاخانہ اس کو دھوئے، بغیر شرط کے [مطلب یہ ہیکہ کھانے، پینے کے اعتبار سے کوئی قید نہیں] اور بہر حال کھجور اور اس کے مانند کوئی چیز چٹانا پانی چھڑکنے کے لئے مانع نہ ہوگا [مطلب یہ ہیکہ اس صورت میں پیشاب کی جگہ زیادہ پانی چھڑکنا ہے اسے دھونا ضروری نہیں] اور اسی طرح بچہ کا کُٹی اور چھنی ہوئی خشک دوا اور اس کے مانند کھانا [جیسا کہ آج کل عموماً گولیاں پاؤڈر بنا کے کھلائی جاتی ہیں] اصلاح کے لئے جیسا کہ مجموع میں ہے [مطلب یہ ہیکہ جو حکم کھجور وغیرہ کو چٹانے کا ہے وہی حکم اس کا ہے]

(وَبَولُ الصَّبِیَّۃِ وَکَذَا الْخُنْثٰی یُغْسَلُ کَالْکَبِیْرَۃِ، اور بچی کی پیشاب اور اسی طرح خنثی) کی پیشاب (دھوئی جائے گی بڑے کی) پیشاب دھونے کی (طرح) [**خنثی** کہتے ہیں: جس میں مرد اور عورت دونوں کی علامتیں ہوں یعنی مذکر ہے یا مؤنث پہنچان واضح نہ ہو] آپ ﷺ نے بول رضیع کے بارے میں فرمایا کہ دودھ پیتی لڑکی کے پیشاب کو دھویا جائے [یہی حکم ہے خنثی کی پیشاب کا] اور لڑکے کے پیشاب پر پانی چھڑکا جائے۔

(وَمَا سِوَیٰ ذٰلِکَ مِنَ النَّجَاسَاتِ اِنْ لَمْ یَکُنْ لَہٗ عَیْنٌ کَفٰی جَرْیُ الْمَاءِ عَلَیْہِ اور اس کے) یعنی بچہ کی پیشاب اور نجاست مغلظہ کے (علاوہ نجاستوں میں سے) کوئی نجاست (اگر اس کے لئے عین نہ ہو تو اس پر پانی کا بہانا کافی ہے) اگر چہ ایک مرتبہ، عین یعنی جرم جرم: جسم کو کہتے ہیں مثلاً چڑیا و غیرہ کی بیٹ جو جسم کی شکل میں ابھری ہوئی معلوم ہوتی ہے، اس کے بر خلاف خشک پیشاب جس میں یہ کیفیت نہیں ہوتی (انوار السنیہ شرح الدر البھیہ ص ۷۷)

نجاست کی قسمیں

نجاست کی تین قسمیں ہیں: مخففہ، مغلظہ او متوسطہ۔

دودھ پیتے لڑکے کا پیشاب [جس کی تشریح ما قبل میں مذکور ہے] نجاست مخففہ ہے۔

کتا، خنزیر کی نجاست اور ان کے ملاپ سے جو پیدا ہو ان کی نجاست مغلظہ ہے، لہذا ان کا لعاب وغیرہ بھی نجاست مغلظہ میں داخل ہے۔

آدمی اور جانور کا پیشاب، پاخانہ، خون، پیپ وغیرہ یہ نجاست متوسطہ ہے۔

نجاست حکمیہ اور عینیہ کی تعریف

جس نجاست کے لئے جرم، طعم (لذت) لون (رنگ) اور ریح (بُو) نہ ہو اس کو نجاست حکمیہ کہتے ہیں مثلاً خشک پیشاب اور اگر ہو تو اس کو نجاست عینیہ کہتے ہیں جیسے چڑیا وغیرہ کی بیٹ (انوار السنیہ)

(وَاِنْ کَانَ لَہٗ عَیْنٌ وَجَبَ اِزَالَۃُ طَعْمٍ وَاِنٍ سَھُلاً وَاِنْ عَسُرَ اِزَالَۃِ الرِّیْحِ وَحْدَہٗ اَوِ اللَّوْنِ وَحدہ لَمْ یَضُرَّ بَقَاؤُہٗ، اور اگر اس) نجاست (کے لئے عین ہو تو طعم کو ختم کرنا واجب ہے اگر چہ دشوار ہو) ختم کرنا اس لئے کہ طعم کا بقاء رہنا دلیل ہے عین نجاست کے بقاء کی (اور) واجب ہے (رنگ اور بُو) کو ختم کرنا (اگر دونوں کو) ختم کرنا (آسان ہو اگر) ان دونوں میں سے (صرف بُو کو ختم کرنا دشوار ہو یا صرف رنگ کو) ختم کرنا دشوار

ہو (تو اس کا باقی رہنا) یعنی یا تو بُو یا رنگ کا (نقصان دہ نہ ہو گا) یعنی وہ چیز پاک سمجھی جائے گی، مصنفؒ نے اس پہلی عبارت: "ولون ریح" میں لفظِ "لون" لفظِ "ریح" سے پہلے ذکر فرمایا ہے لہذا اس ترتیب کا تقاضا یہ تھا کہ بعد والی اس عبارت: "فان عسر ازالۃ الریح وحدہ او اللون وحدہ" میں لفظ "لون" کا ذکر پہلے لایا جاتا، جس کو "لف ونشر مرتب" کہتے ہیں لیکن لفظِ "ریح" کے بعد لایا گیا ہے، اس کو "لف ونشر غیر مرتب" کہتے ہیں (وَاِنِ اجْتَمَعَا ضَرّا، اور اگر دونوں جمع ہوں) یعنی لون اور ریح دونوں ختم نہ ہوں (تو نقصان دہ ہوں گے) یعنی وہ چیز ناپاک سمجھی جائے گی اس لئے کہ ان دونوں کا باقی رہنا دلالت کرتا ہے عین نجاست کے باقی رہنے پر۔

(وَيُشْتَرَطُ وُرُوْدُالْمَاءِ عَلَى الْمَحَلِّ لاَ الْعَصرُ، اور شرط ہے پانی کا بہانا مغسول پر نہ کہ نچوڑنا) پانی بہانے کی شرط اس صورت میں ہے جبکہ پانی دو قلہ سے کم ہو اس لئے کہ مثلاً ناپاک کپڑا اگر اس کو دو قلہ سے کم پانی میں ڈال دینگے تو پانی کو ناپاک کردے گا، نچوڑنا شرط نہیں اس لئے کہ پاک ہونے کے لئے اصل اوصافِ مشروطہ کو ختم کرنا ہے نہ کہ نچوڑنا، محل مغسول: یعنی مغسول کی وہ جگہ جو دھوئی جائے (وَيُنْدَبُ بَعْدَ طَهَارَتِهِ غَسْلُهُ ثَانِيَةً وَثَالِثَةً، اور مستحب ہے محل مغسول کی طہارت) ہونے (کے بعد اس کو دوسری اور تیسری مرتبہ دھونا) مجموعی طور پر، تین مرتبہ دھونے کے طاق عدد کا استحباب بھی حاصل ہو جائیگا، (وَيَكْفِي فِي اَرْضٍ نَجِسَةٍ بِذَائِبِ الْمُكَاشَرَةُ بِالْمَاءِ وَلاَ يُشْتَرَطُ نُضُوبُهُ، اور کافی ہے سیال) بہنے والی چیز (کی وجہ سے ناپاک شدہ زمین پر زیادہ پانی بہانا) یعنی اس طور پر کہ پانی کی کثرت ہو اور مکمل ناپاک جگہ کو محیط ہو (اور شرط نہیں ہے اس) یعنی ناپاک زمین (کو سکھانا) [جس طرح نچوڑنا شرط نہیں اسی طرح سکھانا بھی شرط نہیں اس لئے کہ پاک ہونے کے لئے اصل اوصافِ مشروطہ کو ختم کرنا ہے نہ کہ سکھانا]

(وَلَوْ ذَهَبَ اَثَرُ نَجَاسَةِ الْاَرْضِ بِشَمْسٍ او نَارٍ او رِيحٍ لَمْ تَطْهُرْ حَتّٰى تُغْسَلَ،
اور اگر ناپاک زمین کی نجاست کا اثر چلا جائے سورج) کی تپش سے (یا) اس زمین پر، (آگ) جلانے (یا ہوا سے تو) وہ زمین (پاک نہ ہوگی) [اس لئے کہ پانی بہانے کی شرط نہیں پائی گئی] (یہاں تک کہ دھوئی جائے) یعنی پانی بہائے اس طور پر کہ پانی کی کثرت ہو اور اسے محیط ہو،

(وَكُلُّ مائعٍ غَيْرِ المَاءِ كَخَلٍّ وَلَبَنٍ اِذَا تَنَجَّسَ لا يُمْكِنُ تَطْهِيْرُهُ فَاِنْ كَانَ جَامِدًا كَالسَّمْنِ الْجَامِدِ اَلْقَى النَّجَاسَةَ وَمَا حَوْلَهَا وَالْبَاقِي طَاهِرٌ، اور ہر بہنے والی چیز پانی کے علاوہ جیسے سرکہ اور دودھ) وغیرہ اگرچہ تیل ہو (جب ناپاک ہو جائے تو اس کا پاک ہونا ممکن نہیں) معتمد قول کے مطابق (لیکن اگر وہ) یعنی بہنے والی چیز (جمی ہوئی ہو، جیسے جما ہوا گھی تو نجاست کو اور اس کے آس پاس کے گھی کو پھینک دے پھر باقی پاک ہو گا) اس لئے کہ آپ ﷺ سے گھی میں مرنے والے چوہے سے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر گھی جامد ہو تو چوہے اور اس کے آس پاس کے گھی کو پھینک دو [تو بقیہ پاک ہو گا] اور اگر مائع ہو تو اس کے قریب نہ جاؤ [یعنی مکمل ناپاک ہو گا] (ابوداود)
(تحقیق عی عمده ص ٥٦)

جامد کی تعریف

جامد کہتے ہیں: اس جمی ہوئی چیز کو کہ جب اس سے کچھ حصہ نکال لیا جائے تو وہ خالی جگہ [گیپ] آس پاس کی چیز سے بھر نہ جائے جیسے خشک آٹا۔ (وَمَا غَسَلَ بِهِ النَّجَاسَةَ اِنْ تَغَيَّرَ او زَادَ وَزْنُهُ فَنَجِس وَاِلاَّ فَلاَ فَاِنْ بَلَغَ قُلَّتَيْنِ فَمُطَهِّرٌ وَاِلاَّ فَحُكْمُهُ حُكْمُ الْمَحَلِّ بَعْدَ الْغَسْلِ بِهِ وَاِنْ كَانَ قَدْ حُكِمَ بِطَهَارَتِهِ فَطَاهِرٌ وَاِلاَّ فَنَجِسٌ، اور وہ پانی جس سے نجاست کو دھوئے) اس کو ماء الغسالہ کہتے ہیں۔ (اگر وہ متغیر ہو) یعنی کوئی وصف بدل گیا ہو، (یا) متغیر نہ ہو لیکن (اس) پانی (کا وزن زیادہ ہو گیا ہو تو ناپاک ہو گا) مطلب یہ ہیکہ کپڑے

نے اندازاًکتنا پانی جذب کیا ہے اس کو نکال دیا جائے پھر باقی ماندہ پانی کا اعتبار کیا جائے جیسے ۲۰۰ گرام پانی استعمال ہوا، اندازاً ۵۰ اگرام کپڑے میں جذب ہوا تو باقی ماندہ ۱۵۰ اگرام ہو تو مساوی ہے، پاک سمجھا جائے گا اور اگر ۱۶۰ اگرام ہو تو زیادہ ہو گا لہذا ناپاک ہو گا۔(ورنہ) یعنی نہ تغیر ہو اور نہ وزن زیادہ ہو اور ماء الغسالہ نجاست سے منفصل ہو جائے تو (ناپاک نہ ہو گا) یعنی اپنی ذات کے اعتبار سے پاک رہے گا لیکن دوسرے کو پاک کرنے والا نہ ہو گا، ایسے پانی کو طاہر غیر مطہر کہتے ہیں، یہ اس صورت میں ہے جبکہ دو قلہ سے کم ہو اگر دو قلہ ہو تو اس میں تفصیل ہے وہ یہ: (اگر) ماء الغسالہ، (قلّتین) کی مقدار (کو پہنچے) یا اس سے زیادہ، (تو مطہر) یعنی دوسرے کو پاک کرنے والا بھی (ہو گا) جو پانی خود پاک ہو، دوسرے کو پاک کرنے والا ہو اور اُس کا استعمال مکروہ نہ ہو اس پانی کو **"طاہرٌ مُطَهِّر غیر مکروہ"** کہتے ہیں لیکن صرف استعمال مکروہ ہو تو **"طاہِر مُطہِّر مکروہ"** کہتے ہیں (ورنہ) یعنی اگر پانی مقدار قلتین کو نہ پہنچا ہو تو (اس) پانی (کا وہی حکم ہے جو محل مغسول کا ہے) اُسے (ماءِ قلیل سے دھونے کے بعد وہ یہ ہے کہ اگر محل مغسول کی طہارت کا حکم لگایا گیا ہو) وصفِ نجاست ختم ہونے کی بنا پر (تو دو قلہ سے کم پانی پاک ہو گا ورنہ) یعنی محل مغسول کی طہارت کا حکم نہ لگایا گیا ہو وصفِ نجاست باقی رہنے کی بناء پر تو (ناپاک ہو گا) ناپاک چیز پر وصف نجاست کے باقی رہنے سے مثلاً رنگ وغیرہ اور کسی وصف کے نہ رہنے سے اس چیز کے پاک ہونے اور نہ ہونے سے متعلق تشریح ماقبل میں مذکور ہے۔

واللہ اعلم

تَمَّ بِعَوْنِ اللهِ تَعَالیٰ

(كِتابُ الصَّلوةِ)

(نماز کا بیان)

صلاۃ لغت میں کہتے ہیں: دُعاء کو۔ شرعًا کہتے ہیں: ان اقوال اور افعال کو جو نیت سے ملی تکبیر تحریمہ سے شروع ہو کر سلام سے ختم ہو جاتے ہیں (شرح علی مختصر فی حواشی المدنیہ ص ٢٠٢ ج ١)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَاَقِیْموا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارکَعُوْا مَعَ الرَّاکِعِیْنَ (سورۂ بقرۃ آیت نمبر ٤٣) اور قائم کرو تم لوگ نماز کو (یعنی مسلمان ہو کر) اور زکوۃ دو اور عاجزی کرو عاجزی کرنے والوں کے ساتھ، قال الکردی شبهت الصلاة بالانسان والرّکن کرأسه والشرط کحیاته وَالْبعض کا عضائه والهیآت کشعره، (ترشیحُ المستفید ین ص ٥٣) کردیؒ فرماتے ہیں: نماز کو تشبیہ دی گئی ہے انسان کے ساتھ اور رکن سر کے مشابہ ہے اور شرط مشابہ حیات ہے اور (سنن) ابعاض مشابہ اعضاء ہے (سنن) ہیئات مشابہ بال ہے۔

حقیقتِ نماز

جب آدمی اپنے پروردگار سے کسی مصیبت کے رفع ہونے یا کسی نعمت کے ملنے کی درخواست کرتا ہے اُس وقت زیادہ مناسب یہی ہوتا ہے کہ تعظیمی افعال اور اقوال میں ڈوب جائے تاکہ اس کی روحانی قوت کا جو کہ اس درخواست کی روح ہے کچھ اثر پڑ سکے چنانچہ استِسْقاء یعنی بارش مانگنے کی نماز اسی وجہ سے مسنون ہوئی ہے پس نماز میں اصلی امور تین ہیں۔ (١) خُدا تعالیٰ کی بزرگی اور جلال دیکھ کر دل سے عاجزی کرنا (٢) خدا تعالیٰ کی عظمت اور اپنی خاکساری کو بذریعہ زبان خوش بیانی سے ظاہر کرنا (٣) اس خاکساری کی حالت کے موافق اعضاء میں ادب کا استعمال کرنا چنانچہ اس امر میں کسی کا شعر ہے:

اَفَادتکم النّعَمَاء منّی ثلاثة　　　یدی ولسانی والضَّمِیرُ المحجبا

یعنی تمہاری نعمتوں نے میرے تین چیزیں تم کو حوالہ کر دیں میرے ہاتھ اور زبان اور پوشیدہ دِل، افعال تعظیمی میں سے یہ بھی ہے کہ خدا کے حضور میں کھڑا ہو کر مناجات کرے اور کھڑے ہونے سے بھی زیادہ تعظیم اس میں ہے کہ اپنی خاکساری اور پرو ردگار کی عزت وبرتری کا خیال کر کے سرنگوں ہو جائے کیونکہ تمام لوگوں اور بہائم میں فطری امر ہے کہ گردن کشی غرور اور تکبر کی علامت ہے اور سرنگوں ہونا نیازمندی اور فروتنی کی علامت ہے خُدا تعالیٰ فرماتا ہے: **فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِيْنَ** یعنی اُن کی گردنیں عاجزی سے اس نشانی کے سامنے جُھک جائیں اور اس سے بھی زیادہ تعظیم کی بات یہ ہے کہ اس کے حضور میں اپنے سر کو زمین پر رگڑ دے جو تمام اعضاء میں سب سے زیادہ بزرگ اور حواس انسانی کے جمع ہونے کی جگہ ہے اور یہی تینوں قسم کی تعظیمیں تمام لوگوں میں رائج ہیں وہ ہمیشہ اپنے سلاطین اور اُمراء کے حضور میں انہی کو استعمال کرتے ہیں۔ اور ان سب صورتوں میں وہ صورت سب میں عمدہ ہے جس میں یہ تینوں امر جمع ہوں۔ اور اُس کے ساتھ ہی ادنی تعظیمی حالات سے اعلیٰ کی طرف ترقی ہو تا کہ دمبدم نیازمندی اور خاکساری کی حالت زیادہ ہوتی ہوئی معلوم ہو جو فائدہ اس ترقی کی حالت میں ہو سکتا ہے وہ تنہا اعلیٰ درجہ کی تعظیم میں یا اعلیٰ حالت سے ادنیٰ کی طرف منتقل ہونے میں معلوم نہیں ہو سکتا ۔ اور نماز میں یہی عُمدہ صوُرت پائی جاتی ہے اور یہی تقرب کے اعمال اسی ترتیب سے اس میں اصل قرار دیئے گئے ہیں(احکامُ الا سلام ص ۸۲ ج ۱)۔

مصنفؒ نے کتاب الصلاۃ کی ابتداء وجوبِ نماز سے کی ہے فرماتے ہیں: (**اِنَّمَا تَجِبُ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ بَالِغٍ عَاقِلٍ طَاهِرٍ**، نمازواجب ہوتی ہے ہر مسلمان، بالغ، عاقل، طاہر) یعنی پاک آدمی (پر) اس وجوب میں مؤنث بھی شامل ہے، اور نمازواجب ہوتی ہے وقت کے داخل ہونے سے اور یہ وجوب موسع ہوتا ہے اور جب فروض کے ساتھ

اداء نماز کے بقدر وقت رہ جائے تو وجوب موسع نہیں رہتا بلکہ وجوب مضیق ہو جاتا ہے (**فَلاَقَضَاءعَلَی مَنْ زَالَ عَقْلُهُ بِجُنُوْن او مَرَضٍ**) نماز کی (قضاء نہیں ہے اس شخص پر جس کی عقل زائل ہو پاگل پن یا بیماری کے سبب سے) یہی حکم ہے بے ہوش اور نشہ میں چور آدمی کا، اس لئے کہ اس حالت میں یہ مکلف نہیں ہے۔ لیکن کوئی آدمی اپنی زیادتی سے پاگل یا بے ہوش یا نشہ میں چور ہو جائے اور اس حالت میں جو نماز فوت ہو جائے اس کی قضاء ضروری ہے۔

قضاء کی تعریف: قضاء کہتے ہیں : وقتِ عبادت گذرنے کے بعد عبادت ادا کرنا، (تیسیر الاصول ص۱۲۲)

اعمال کے لئے قضاءورخصت مقرر ہونیکی حکمت

انسان کو بعض اوقات کچھ عذر وغیرہ بھی پیش آتے ہیں پس اگر اُن کی بالکل رعایت نہ کی جاوے تو حرجِ عظیم ہے اس لئے رخصت کا مشروع ہونا بھی مناسب ہے کہ اس میں مکلف کی سہولت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔**یرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الیُسرَ وَ لایرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ** (سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۸۵) یعنی خداتعالےٰ تمہارے لئے آسانی کا قصد کرتا ہے اور تمہارے ساتھ دقت اور دشواری نہیں چاہتا۔

اور اگر اُن کی رعایت سے عمل کو ساقط کر دیا جاوے۔ یعنی عذر کے وقت احکام کی تعمیل بالکل ترک کرادی جائے۔ تو اس وقت نفس ان کے ترک کا عادی ہو جاوے گا۔ پس نفس کی مشاقی ایسی ہی کرائی جاتی ہے جیسے تُند چارپایہ کو مشق کراتے ہیں جو لوگ اپنے نفس کی ریاضت کرتے ہیں یا لڑکوں کو تعلیم دیتے ہیں یا چار پاؤں کو مشق کراتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ ہمیشگی میں اُلفت و مناسبت کیسی پیدا ہوتی ہے اور کام کرنے میں اس سے کیسی آسانی حاصل ہوسکتی ہے اور کام کے چھوڑ دینے سے کیسی الفت جاتی رہتی ہے اور اس کا کام کرنا نفس کو کیسا گراں معلوم ہوتا ہے اور جب قصہ ہوتا ہے کہ دوبارہ ان میں کام کرنے کی تحریک پیدا ہو تو از سرنو ان میں الفت و میلان پیدا کرنا پڑتا ہے اس واسطے ان

وجوہ سے دو امر ضروری ٹھہرے ایک یہ کہ جب کسی کام کے کرنے کا وقت ہاتھ سے نکل جائے تو اس کے لئے قضاء مشروع ہو، دوسرے یہ کہ افعال کے لئے رخصتیں بھی مقرر کی جائیں۔ چنانچہ اسی قاعدہ کے موافق جنگل بیابان میں جہاں معلوم نہ کر سکے ایسی حالت میں اجتہاد سے قبلہ کا رُخ مقرر کرنا درست ہے اور جس کو پانی نہ ملے وہ وضو کو ترک کر کے تیمم کر سکتا ہے اور جس کو قیام پر قدرت نہ ہو وہ بیٹھے بیٹھے یا لیٹے لیٹے نماز پڑھ سکتا ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی قاعدہ ہے کہ بدل میں کوئی ایسی شئ باقی رکھنی چاہیئے جس سے اصل یاد آجائے اور معلوم ہو جائے کہ یہ اس کا نائب اور بدل ہے(احکام الاسلام ص ۱۱۱ ج ۱)

(**وَ کَافِرٍ اَصْلِیٍّ**، اور) نماز کی قضاء نہیں ہے (کافر اصلی پر) جب وہ اسلام لے آئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **قل للذین کفروا ان ینتھوا** "ای عن کفرھم" **یغفر لھم ما قد سلف** (سورۂ انفال آیت نمبر ۳۸) آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ (اپنے کفر سے) باز آجاوینگے تو ان کے سارے گناہ جو (اسلام سے) پہلے ہو چکے ہیں سب معاف کر دئے جائینگے۔

کافر اصلی اور مرتد کی تعریف

کافر اصلی کہتے ہیں: جو اسلام میں داخل ہی نہ ہوا ہو۔

مرتد کہتے ہیں: اسلام سے پھر جانے والے کو، اس کی دو صورتیں ہیں: (۱) مسلمان تھا اور پھر اسلام سے پھر گیا (۲) کافر تھا اسلام لے آیا اور پھر اسلام سے پھر گیا۔

(**وَیَقْضِی الْمُرْتَدُّ**، اور مرتد قضاء کرے گا) ان تمام نمازوں کی جو حالتِ ارتداد میں فوت ہوئیں یہاں تک کہ حالتِ ارتداد میں اگر جنون لاحق ہو جائے تو اس حالت کی بھی فوت شدہ نمازوں کی قضاء کرے گا ہاں لیکن مرتدہ حیض و نفاس کی وجہ سے فوت شدہ نمازوں کی قضاء نہ کرے گی، دونوں میں فرق یہ ہے کہ حائضہ اور نفاس والی عورت سے نماز کا ساقط ہونا عزیمت ہے اور مجنون سے ساقط ہونا رخصت ہے اور مرتد رخصت کا اہل نہیں ہے۔

عزیمت اور رخصت کی تعریف

(والحكم ان تغير الى سهولة) كان تغير من حرمة شي الى حله (لعذر مع قيام السبب للحكم الاصلى فرخصة الخ والا) اى وان لم يتغير الحكم الخ (فعزيمة) (لب الا صول مع غاية الا صول ص١٨) اور حکم اگر متغیر ہو سہولت کی طرف جیسے کہ کسی چیز کی حرمت سے اس کی حلت کی طرف متغیر ہو عذر کی بناء پر باوجود حکمِ اصلی کا سبب قائم رہنے کے تو اس کو رخصت کہتے ہیں ورنہ یعنی اگر حکم متغیر نہ ہو تو عزیمت کہتے ہیں مثلاً میتہ کی حرمت عزیمت ہے اور حالتِ اضطرار میں حلت رخصت ہے اس لئے کہ حرمت میں مشقت ہے۔ حرمت کا سبب خبث باقی ہے لیکن عذر اضطرار کی وجہ سے حلال کر دیا گیا اور حلت میں سہولت ہے غرض نفس کی موافقت کی وجہ سے یا سہولت کی جانب ہو لیکن بلا عذر ہو تو اس کو بھی رخصت نہیں کہتے، یا عذر بھی ہو لیکن حکمِ اصلی کا سبب قائم نہ ہو یہ عزیمت کہلاتے ہیں، کافر مرد یا عورت کفر کی حالت میں کئے ہوئے واجب غسل کے بعد اسلام قبول کرے تو اس غسل کا لوٹانا ضروری ہو گا۔ (شرحُ المهذب ص ١٦٥ ج٢) کیونکہ غسل کرنا عبادت ہے اور عبادت کے لئے نیت ضروری ہے اور کافر نیت کا اہل نہیں جیسے کہ وضو عبادت ہے اور اس کے لئے نیت ضروری ہے اور کافر نیت کا اہل نہیں لہذا کافر کا کفر کی حالت میں وضو کرنا صحیح نہیں۔ "انوار" میں ہے۔: فَلَا يَصِحُّ الوضُوءِ لِاَنَّه كافِرٍ لِاَنَّهُ عِبَادَة تُحْتَاجُ اِلٰى نِيَّةٍ وَهُوَ لَيْسَ مِنْ اَهْلِهَا (ص٨٥) کافر کا وضو صحیح نہیں اس لئے کہ وضو ایسی عبادت ہے جو محتاج ہوتی ہے نیت کی اور کافر نیت کا اہل نہیں۔ لیکن جس پر حالت کفر میں کبھی غسل واجب نہ ہوا ہو ایسے شخص کے لئے اسلام لانے کے بعد غسل کرنا سنت ہے۔ چونکہ قیس بن عاصم نے جب اسلام قبول کیا تو آپ ﷺ نے ان کو غسل کا حکم فرمایا اور یہ واجب نہیں ہے اس لئے کہ جب بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کو غسل کا حکم نہیں دیا۔ (مهذب مع المجموع)

(وَيُؤْمَرُ الصَّبِيُّ الْمُمَيِّزُ بِهَا لِسَبْعٍ وَيُضْرَبُ عَلَيْهَا لِعَشْرٍ، اور ممیز بچہ کو نماز کا حکم دیا جائے سات سال کا ہونے پر اور دس سال کا ہونے پر) تادیباً (مارا جائے ترکِ نماز پر)

آپ ﷺ نے فرمایا: بچہ کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کو پہنچے اور جب دس سال کو پہنچے تو اُسے ترکِ نماز پر مارو، حکم باپ اور ماں دونوں کو دینا ہے اگرچہ اوپر تک ہو جیسے باپ نہ ہو تو دادا تا آخر اور اسی طرح ماں نہ ہو تو نانی تا آخر لیکن یہ حکم فرض کفایہ کے درجہ میں ہے لہذا کسی ایک کے حکم دینے پر دوسرے سے یہ فرض ساقط ہو گا، اور حکم اس طرح دے کہ اس میں ڈرانا اور دھمکانا ہو۔۔

ممیز کی تعریف

وَالْمُمَیِّز هُوَ الَّذِیْ یَقْضِیْ حَوَائِجَهُ بِنَفْسِهِ مِنْ اَکْلٍ وَشُرْبٍ وَاِستنجاء (انوارُ المسالِک ص ۳۵) مَمَیِّز وہ بچہ ہے: جو اپنی ضروریات خود پوری کر سکے کھانے اور پینے اور استنجاء کے اعتبار سے (وَمَنْ نَشَاَ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَجَحَدَ وَجُوْبَ الصَّلاۃِ اَوِ الزَّکَاۃِ اَوِ الصَّوْمِ اَوِ الْحَجِّ اَوْ تَحْرِیْمَ الخمرِ اَوِ الزنا او غَیْرَ ذٰلِکَ مِمَّا اُجْمِعَ عَلٰی وُجُوْبِهٖ او تَحْرِیْمِهٖ وَکَانَ مَعْلُوْمًا مِنَ الدِّیْنِ بِالضَّرورَۃِ کَفَرَ وَقُتِلَ بِکُفْرِہٖ، اور جو شخص مسلمانوں کے درمیان پروان چڑھا) اور اس تک ہمارے نبی محمد ﷺ کی دعوتِ ایمان واسلام پہنچی ہو (اور وہ انکار کرے وجوبِ نماز یا) وجوبِ (زکاۃ یا) وجوبِ (روزہ، یا) وجوبِ (حج کا یا) انکار کرے (حرمتِ شراب کا یا زنا کا یا ان کے علاوہ اس چیز کا) انکار کرے (جس کے وجوب یا حرمت پر اجماع کیا گیا ہو) مثلاً ناحق کسی کا مال لینا بالاجماع حرام ہے، وغیرہ (اور جس کا دین میں سے ہو نا معلوم ہو ضروری اور بدیہی طور پر) یعنی اُس کی دلیل دلیل ضروری کے مشابہ ہو جس کا سمجھنا نظر پر موقوف نہیں ہوتا، جب منکر کا انکار ثابت ہو جائے (تو منکر) انکار کی وجہ سے (کافر ہوا اب قتل کیا جائے گا اس کے کفر کی وجہ سے) اگر رجوع نہ کرے تو، مقتول کا حکم تجہیز و تکفین کے اعتبار سے یہ ہو گا کہ: نہ اسے غسل دیا جائے گا [نہ کفن پہنایا جائے گا] نہ نماز پڑھی جائے گی اور نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔

اور اگر کسی ایسی چیز کا انکار کرے جس کی وجوبیت یا حرمت پر اجماع نہ ہو تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اور جس کو دعوتِ ایمان واسلام نہ پہنچی ہو تو وہ اپنے حال عدم اسلام پر باقی

رہیگا یہاں تک کہ دعوت پہنچے۔ (وَمَنْ تَرَکَ الصَّلَاۃَ تَہَاوُنًا مَعَ اِعْتِقَادِ وُجُوْبِہَا حَتّٰی خَرَجَ وَقْتُہَا وَضَاقَ وَقْتُ ضَرُوْرَتِہَا لَمْ یَکْفُرْ بَلْ یُضْرَبُ عُنُقُہٗ وَیُغَسَّلُ وَیُصَلّٰی عَلَیْہِ وَیُدْفَنُ فِیْ مَقَابِرِ الْمُسْلِمِیْنَ وَلَا یُعْذَرُ اَحَدٌ فِی التَّاخِیْرِ اِلَّا نَائِمًا او نَاسِیًا او مَنْ اَخَّرَ لِاَجْلِ الْجَمْعِ فِی السَّفَرِ, اور جو شخص نماز کو چھوڑدے سستی کی وجہ سے نماز کے وجوب کا اعتقاد رکھنے کے باوجود یہاں تک کہ نماز کا وقت نکل جائے) وہ وقت جو نماز کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔(اور اس کا ضروری وقت تنگ ہو جائے) ضروری وقت سے مرادوقتِ عذر ہے یعنی: ظہر اور عصر، مغرب اور عشاء کے درمیان جمع کرنے کے اعتبار سے نماز کی ادائیگی میں جو تاخیر ہوتی ہے اس کو وقتِ عذر کہتے ہیں اور یہ فجر کے لئے نہیں ہے کیونکہ اسے جمع کرنا نہیں ہے لہذا صبح کی نماز چھوڑے نہ پڑھے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے تو پھر تارکِ نماز کو قتل کیا جائے گا۔ ظہر چھوڑے یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے تو اسے قتل کیا جائے گا اس لئے کہ اس کا وقتِ عذر غروب ہونے تک ہے [یہی حکم ہو گا نمازِ عصر کا] اور مغرب چھوڑے یہاں تک کہ فجر طلوع ہو تو اسے قتل کیا جائے گا اس لئے کہ اس کا وقتِ عذر طلوع ہونے تک ہے [یہی حکم ہو گا نمازِ عشاء کا] (تو کافر نہ ہو گا) یعنی اس پر نماز چھوڑنے کی وجہ سے کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا (بلکہ اس کی گردن اڑادی جائے گی) اس سے قبل اس سے توبہ طلب کرنا معتمد قول کے مطابق مستحب ہے (اور) اس مقتول کا حکم یہ ہو گا کہ اسے (غسل دیا جائے گا) کفن پہنایا جائے گا (اور اس پر نماز پڑھی جائیگی اور دفن کیا جائے گا مسلمانوں کے قبرستان میں) اس لئے کہ وہ مسلم تھا (اور کسی کا عذر قبول نہیں کیا جائے گا) نماز کو اس کے محدودوقت سے (مؤخر کرنے میں مگر جو سویا ہو) یعنی اس پر نیند کا غلبہ ہو جائے وقت نماز میں یا نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے ہی سو گیا ہو (یا بھول جائے) نماز کو (یا جو شخص مؤخر کرے) نماز کو اس کے محدودوقت سے (سفر میں جمع کرنے کی بناء پر) الا نائما سے لیکر یہاں تک کی تینوں صورتوں میں عذر قبول کیا جائے گا نماز کو اس کے محدودوقت سے موخر کر کے پڑھنے میں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ المَوَاقِیتِ)

(اوقاتِ نماز کا بیان)

مواقیت جمع ہے میقات کی، یہ ماخوذ ہے: وقت اور زمان سے، جب میقات وقت سے ماخوذ ہے تو اس میں مکان کا معنی نہیں لیکن بطور توسع یعنی اس لفظ کے معنی کو وسعت دے کر مکان میں بھی اطلاق کرتے ہیں لیکن نماز میں مکان کا معنی مراد نہیں، حج میں مکان کا معنی مراد ہے، اور باب حج میں زمان و مکان دونوں معنوں میں حقیقت شرعیہ ہے۔

میقات: لغت میں " حد " کو کہتے ہیں، اور اس باب میں مراد میقات سے: صرف عبادت کا وقت ہے، مصنف نے کتاب الصلاۃ میں سب سے پہلے ان لوگوں کا ذکر کیا جن پر نماز واجب ہوتی ہے یا واجب نہیں ہوتی اس لئے کہ مواقیت کی معرفت نہیں ہوتی مگر ان لوگوں کی معرفت کے بعد جن پر واجب ہے یا واجب نہیں۔

اوقات نماز کے لئے اول و آخر حد مقرر ہونے کا راز

اگر لوگوں کو یہ حکم دیا جاتا کہ تمام لوگ ایک ہی وقت کے اندر اندر یعنی جس میں نماز پڑھنے سے زیادہ ذرا گنجائش نہ ہوتی نماز پڑھیں اور اس سے آگے پیچھے نہ پڑھ سکیں تو اس میں حرج عظیم تھا(خصوصاً بیماروں، مسافروں مشغولوں کیلئے تو بڑی تنگی تھی اور شرع میں تنگی نہیں ہے)(حاشیۂ احکام الاسلام) اس اسطے اوقات کے اندر کسی قدر توسیع اور گنجائش بھی کر دی گئی اور اوقات کے لئے شروع واخیر کی حدیں جو منضبط اور محسوس ہیں (یعنی آنکھوں سے نظر آسکتی ہیں مثلاً سورج کا طلوع وغروب سایہ کا ہر چیز کے برابر یا دوگنا ہونا وغیرہ (ایضا) مقرر کی گئیں (احکام الاسلام ص ۷۷ ج ۱)

پابندی اوقات کی حکمتیں

پابندی اوقات میں ایک قدرتی تاثیر ہے کہ وقتِ معین کے آنے پر قلبِ انسانی میں بے اختیار جذب و میلان اس فرض منصبی کے ادا کرنے کے لئے پیدا ہو جاتا ہے اور "اس فرض

کے عمل کی طرف رُوح کی قوتیں خوشی سے یا زبردستی کھینچ جاتی ہیں" (حاشیۂ احکام الاسلام) جونہی اذان کی آواز سنائی دیتی ہے ایک دیندار مسلمان فی الفور اس عمل سے متاثر ہو جاتا ہے گویا نماز کا پابند ہر وقت نماز ہی میں رہتا ہے کیونکہ ایک نماز کے ادا کرنے کے بعد معاً دوسری نماز کی تیاری اور فکر ہو جاتی ہے۔(ایضا)

(اَلْمَکْتُوْبَاتُ خَمْس) مکلف پر دن رات میں (پانچ نمازیں فرض ہیں) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلیٰ غَسَقِ الَّیْلِ وَقُراٰنَ الْفَجْرِ (سورۂ اسرائیل آیت نمبر ۷۸) آفتاب ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے (ہونے) تک نمازیں ادا کیا کیجئے (اس میں ظہر، عصر، مغرب، اور عشاء چار نمازیں آ گئیں) اور صبح کی نماز بھی، چونکہ صبح کا وقت نیند سے اٹھنے کا تھا اس لئے اس کا حکم بھی الگ کیا (ترجمۂ قراٰن مولا نا تھانوی رحمہ اللہ) اور دوسری جگہ فرماتے ہیں، اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلیَ الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوتًا (سورۂ نساء آیت نمبر ۱۰۳) یقینا نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے (معارف القراٰن ص ۵۳۳ ج۲) لہٰذا آگے مصنفؒ اوقاتِ فرض نماز ذکر فرما رہے ہیں ان میں سب سے پہلے وقتِ نماز ظہر سے ابتداء کر رہے ہیں وہ یہ: (اَلظُّھْرُ: وَاَوَّلُ وَقْتِھَا اِذَازَالَتِ الشَّمْسُ وَآخِرُہُ مصِیْرُ ظِلِّ کُلِّ شَیءٍ مِثْلَہُ سِوٰی ظِلِّ الزوالِ، ظہر اور اس کا وقت شروع ہوتا ہے) اس وقت (جب سورج ڈھل جائے) آسمان کے بیچ سے (اور ظہر کا آخری وقت ہر چیز کا سایہ اس شئی کے مثل ہو جائے زوال کے سایہ کے علاوہ)

ظہر کو ظہر کہنے کی وجہ

ظہر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ: یہ وقت ظَھِیرۃ یعنی شدید حرارت کے وقت میں اداء کی جاتی ہے، بعضوں نے کہا: دن کے بیچ حصہ میں اداء کرنے کی بناء پر، بعضوں نے کہا: اس وجہ سے کہ اسلام میں یہ نماز سب سے پہلے ظاہر ہوئی (اقناع ص ۹۸ ج ۱)

سایۂ اصلی کی تعریف: استواء شمس [سورج کے آسمان کے بیچ میں آنے] کے وقت کسی چیز کا جو سایہ ہو اسے سایۂ اصلی کہتے ہیں۔

سایۂ مثل کی تعریف: سایۂ اصلی کے علاوہ کسی چیز کا سایہ اس چیز کے برابر ہو جائے تو اسے سایۂ مثل کہتے ہیں، مثلاً استواء شمس [آفتاب کے بیچ آسمان میں ہونے] کے وقت کسی چیز کا سایہ اگر ایک فٹ ہے اور وہ چیز تین فٹ کی ہے تو سایہ جب چار فٹ ہو جائے تو یہ سایۂ مثل ہے۔

اوقاتِ ظہر

اکثر حضرات شوفع نے فرمایا کہ: اوقاتِ ظہر تین ہیں: (۱)**وقت فضیلت** یعنی اول وقت (۲)**وقتِ اختیار**، یہ ظہر کے آخری وقت تک ہے (۳)**وقت عذر** یعنی ظہر کو عصر کے وقت میں پڑھنا جمع تاخیر کی نیت سے (الفا ظ ابی شجاع مع اقناع ص ۹۹ج۱)

(وَالْعَصْرُ: وَاَوَّلُهٗ آخِرُ الظُّهْرِ وَآخِرُهُ الْغُرُوْبُ لٰكِنْ اِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْئٍ مِثْلَيْهِ خَرَجَ وَقْتُ الِاخْتِيَارِ وَبَقِيَ الْجَوَازُ، اور عصر: اور اس کا وقت شروع ہوتا ہے ظہر کے آخری وقت سے اور باقی رہتا ہے سورج کے غروب ہونے تک لیکن جب ہر چیز کا سایہ اس چیز کا دو مثل دوگنا ہو جائے تو اختیاری وقت نکل جاتا ہے اور جواز کا وقت باقی رہتا ہے۔) سورج غروب ہونے تک۔

عصر کو عصر کہنے کی وجہ

عصر اس وجہ سے کہتے ہیں: کہ نمازِ عصر وقت غروب کی معاصر ہے، یعنی دونوں کا زمانہ ایک ہے (ایضا)

اوقاتِ عصر

اوقات عصر سات ہیں: (۱) وقت فضیلت یعنی اول وقت (۲) وقت اختیاری یعنی زوال کا سایہ چھوڑ کر دو مثل سایہ ہونے تک (۳) وقتِ عذر یعنی سفر یا بارش کی وجہ سے جمع تقدیم کر کے ظہر کے ساتھ پڑھ لینا (۴) وقتِ ضرورت نماز کا آخری وقت ہے جبکہ موانع

دور ہو جائے اور وقت میں سے باقی تکبیر کی مقدار ہو یا اس سے زیادہ، (۵) وقت جواز بلا کراہت یعنی اختیاری وقت کے بعد سے سورج میں زردی آنے تک (۶) وقت کراہت یعنی زردی سے غروب تک (۷) اور وقتِ حرمت: عصر کا وہ آخری وقت جس میں عصر کی گنجائش نہ ہو، (اقناع ص ۱۰۰ ج ۱) (وَالْمَغْرِبُ: وَاَوَّلُهُ تَكَامُلُ الْغُرُوْبِ ثُمَّ يَمْتَدُّ بِقَدْرِ وُضُوْءٍ وَسَتْرِ عَوْرَةٍ وَاَذَانٍ وَاِقَامَةٍ وَخَمْسِ رَكَعَاتٍ مُتَوَسِّطَاتٍ فَاِنْ اَخَّرَ الدُّخُوْلَ فِيْهَا عَنْ هٰذَا الْقَدْرِ عَصٰى وَهِيَ قَضَاءٌ وَاِنْ دَخَلَ فِيْهِ فَلَهُ اسْتِدَامَتُهَا اِلٰى غَيْبُوْبَةِ الشَّفَقِ الْاَحْمَرِ، اور مغرب اور اس کا وقت شروع ہوتا ہے مکمل سورج غروب ہونے سے پھر باقی رہتا ہے وضوء کرنے اور ستر چھپانے اور اذان دینے اور اقامت کہنے اور درمیانی طور پر پانچ رکعتیں پڑھنے کی مقدار اگر کوئی شخص نماز مغرب میں داخل ہونے کو مؤخر کرے اس مقدار سے) یعنی وضو کرنے، ستر چھپانے سے لے کر درمیانی طور پر پانچ رکعتیں پڑھنے کی مقدار (تو گنہگار ہو گا اور یہ نماز) یعنی ذکر کردہ مقدار کے بعد پڑھی جانے والی (قضاء ہو گی اور اگر داخل ہو جائے نماز مغرب میں اس مذکورہ وقت میں تو اس کے لئے جائز ہے نماز کو باقی رکھنا) یعنی طویل کرنا (شفق احمر کے غائب ہونے تک)

اوقاتِ مغرب

اوقاتِ مغرب تین ہیں: (۱) وقت فضلیت اور وقتِ اختیاری یعنی اول وقت (۲) وقتِ جواز یعنی جب تک شفق احمر غائب نہ ہو (۳) اور وقتِ عذر یعنی عشاء کے وقت جمع تاخیر کرنیوالے کے لئے، (اقناع ص ۱۰۰ ج ۱)

شفق احمر کی تعریف

سورج غروب ہونے کے بعد مغرب کی جانب آسمان پر سُرخی ہوتی ہے اسے شفق احمر کہتے ہیں۔

مغرب کو مغرب کہنے کی وجہ

مغرب:۔ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ غروب کے بعد ادا کی جاتی ہے،(الفاظِ ابی شجاع مع اقنا ع ص ۱۰۰ ج ۱)

(وَالْعِشَاءُ: وَاَوَّلُهُ غَيْبُوْبَةُ الشَّفَقِ الْاَحْمَرِ وَآخِرُهُ الْفَجرُ الصَّادِقُ لٰكِنْ اِذَا مَضٰى ثُلُثُ الَّليْلِ خَرَجَ وَقْتُ الاِ خْتِيَارِ وَبَقِيَ الْجَوَازُ، اور عشاء: اور اس کا وقت شروع ہوتا ہے شفق احمر کے غائب ہونے سے اور اس کا آخری وقت صبح صادق)، تک (ہے لیکن جب تہائی رات گذر جائے تو اختیاری وقت نکل جاتا ہے اور جواز کا وقت باقی رہتا ہے) صبح صادق تک۔

اوقاتِ عشاء

مصنف ؒ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ اوقاتِ عشاء تین ہیں: (۱) وقت فضیلت یعنی اول وقت (۲) وقت اختیاری (۳) جواز کا وقت یعنی صبح صادق سے پہلے کسی بھی وقت پڑھنا جائز ہے۔ ایک قول کے مطابق نصفِ رات گذر جانے تک اختیاری وقت باقی رہتا ہے، اقناع میں ہے: وفی قول نصفه لخبر "لولا ان اشق علی امتی لاخرت العشاء الی نصف اللیل " صححه الحاکم علی شرط الشیخین ورجحه النووی فی شرح المسلم وکلامه فی المجموع یقتضی ان الا کثرین علیه ومع هذا فا لاول هو المعتمد (ص ۱۰۱ ج ۱) اور ایک قول کے مطابق نصفِ رات گذر جانے تک اختیاری وقت باقی رہتا ہے اس حدیث کی بناء پر کہ: اگر میری امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں عشاء کو نصفِ رات تک مؤخر کرتا اس کو حاکم نے شرطِ شیخین پر صحیح قرار دیا ہے اور امام نوویؒ نے شرح مسلم میں راجح قرار دیا ہے اور مجموع میں اس پر کلام کا مقتضی یہ ہے کہ اکثر حضرات شوفع اسی پر ہے لیکن اس کے باوجود اول قول (یعنی تہائی رات والا) معتمد ہے۔

عشاء کو عشاء کہنے کی وجہ

عشاء: نام ہے اول اور شروع تاریکی کا اور یہ نماز اس تاریکی میں اداء کی جاتی ہے اس لئے اس کو عشاء کہتے ہیں، مغرب کو عشاء اور عشاء کو عتمہ کہنا مکروہ ہے اول کو حدیث بخاری میں

اور دوم کو حدیث مسلم میں منع کرنے کی بناء پر۔

(وَالصُّبۡحُ:وَاَوَّلُهُ الۡفَجۡرُ الصَّادِقُ وَآخِرُهُ طُلُوۡعُ الشَّمۡسِ لٰكِنۡ اِذَا اَسۡفَرَ خَرَجَ وَقۡتُ الۡاِخۡتِيَارِ وَيَبۡقَى الۡجَوَازُ وَالۡاَفۡضَلُ اَنۡ يُصَلِّيَ اَوَّلَ الۡوَقۡتِ وَيَحۡصُلُ بِاَنۡ يَشۡتَغِلَ اَوَّلَ دُخُوۡلِهٖ بِالۡاَسۡبَابِ كَطَهَارَةٍ وَسَتۡرِ عَوۡرَةٍ وَاَذَانٍ وَاِقَامَةٍ ثُمَّ يُصَلِّي وَيُسۡتَثۡنَى الظُّهۡرُ فَيُسَنُّ الۡاِبۡرَادُ بِهَا فِيۡ شِدَّةِ الۡحَرِّ بِبَلَدٍ حَارٍّ لِمَنۡ يَمۡضِيۡ اِلَى جَمَاعَةٍ بَعِيۡدَةٍ وَلَيۡسَ فِيۡ طَرِيۡقِهٖ كِنٌّ يُظِلُّهٗ فَيُؤَخِّرُ حَتّٰى يَصِيۡرَ لِلۡحِيۡطَانِ ظِلٌّ يُظِلُّهٗ فَاِنۡ فُقِدَ شَرۡطٌ مِنۡ ذٰلِكَ نُدِبَ التَّعۡجِيۡلُ، اور صبح: اور اس کا اول وقت صبح صادق) سے (ہے اور آخری طلوع شمس،) تک، (ہے) حدیث مسلم کی بناء پر کہ:۔ صبح کی نماز کا وقت طلوع فجر (صبح صادق) سے طلوع شمس تک ہے، (لیکن جب روشنی پھیل جائے تو اختیاری وقت نکل جاتا ہے اور جواز کا وقت باقی رہتا ہے) طلوع شمس تک، آگے مصنف نماز فرض کے وقتِ فضیلت کا ضابطہ بیان فرماتے ہیں: (اور افضل ہے کہ اول وقت میں نماز پڑھے اور) یہ یعنی اول وقت میں نماز پڑھنا (حاصل ہو گا نماز کے اول وقت کے داخل ہوتے وقت اسباب نماز میں مشغول ہونے سے جیسے پاکی حاصل کرنا اور ستر چھپانا اور اذان دینا اور اقامت کہنا پھر) ان اسباب کے بعد فرض، (نماز پڑھے) تو اول وقت میں نماز پڑھنے کی فضیلت حاصل ہو گی، ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا اعمال میں کونسا عمل افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نماز کو اس کے اول وقت میں پڑھنا۔

مذکورہ اسبابِ نماز پر عمل کرنے کے لئے جتنا وقت لگتا ہے اتنا وقت گذر جائے اور عمل نہ کرے تو وقتِ فضیلت فوت ہو جائے گا (اور استثناء کیا گیا ہے) اول وقت میں نماز پڑھنے کی سنیت سے (ظہر کا لہذا ظہر کو اس کے اول وقت سے موخر کرنا سنت ہے) لیکن اس کے چند شرائط ہیں جو مصنفؒ ذکر فرمارہے ہیں وہ یہ: (۱) (سخت گرمی میں) (۲) (گرم علاقہ میں) (۳) (اس شخص کے لئے جو دور سے چل کر آتا ہو جماعت) کے ساتھ

نماز ادا کرنے (کے لئے اور) (۴) جماعت کا طالب بن کر چلے لیکن (راستہ میں سایہ حاصل نہ ہو تو) یہ تمام مذکورہ شرطیں پائی جانے کی بناء پر (تاخیر کی جائے گی یہاں تک کہ دیواروں کا سایہ حاصل ہو جائے) یا درختوں کا لیکن نصف سے زیادہ مؤخر نہ کرے صحیحین کی حدیث میں ہے کہ: جب شدید گرمی ہو تو (ظہر کی) نماز میں ابراد کرو، یعنی تاخیر سے ادا کرو کہ گرمی کی شدت کم ہو جائے (اگر ان) مذکورہ شرطوں (میں سے کوئی شرط فوت ہو تو ظہر کو جلدی پڑھنا مستحب ہے) یعنی اول وقت میں۔

ٹھنڈے یا معتدل وقت اور علاقہ میں ابراد سنت نہیں ہے اسی طرح نہ گھر میں اور نہ گھر کے علاوہ جگہ میں تنہاء نماز پڑھنے والے کے لئے، جماعت میں شریک ہونے والے نمازی کا مکان مسجد سے قریب ہو تو ابراد سنت نہیں ہے اور نہ اس شخص کے لئے جس کو مسجد میں پہنچنے کے لئے سایہ موجود ہو۔

اوقات صبح

مصنفؒ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ صبح کے تین اوقات ہیں: (۱) وقت فضیلت یعنی اول وقت (۲) وقتِ اختیاری، اسفار یعنی روشنی پھیلنے تک (۳) وقت جواز۔

صبح کو صبح کہنے کی وجہ

صبح لغت میں کہتے ہیں: دن کے اول حصہ کو اس لئے اس کو صبح کی نماز کہتے ہیں اور بعضوں نے کہا یہ نماز فجر کے بعد واقع ہوتی ہے جو فجر سفیدی و سرخی کو جامع ہوتی ہے اور عرب وجہ **صبیح** کہتے ہیں اس چیز کو جس میں سفیدی و سرخی ہو اسلئے اس نماز کو بھی سفیدی و سرخی کے وقت شامل ہونے کی وجہ سے صبح کہتے ہیں۔ (الفاظ ابی شجاع مع اقناع ص ۱۰۱ ج ۱)

نماز سے پہلے سونا

نماز عشاء وغیرہ کا وقت داخل ہونے کے بعد اس کو ادا کرنے سے پہلے سونا مکروہ ہے بشرطیکہ وقت نکلنے سے پہلے نیند سے بیداری کا یقین ہو ورنہ سونا حرام ہو گا، عشاء کا وقت

داخل ہونے سے پہلے سونا مکروہ ہے چاہے وقت نکلنے سے پہلے جاگنے کا گمان غالب ہو یا نہ ہو اور عشاء کی نماز کے علاوہ نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے سونا مکروہ نہیں ہے، (اقناع مع حاشیۂ اقناع ص ۲۰۱ ج ۱)

وَجہِ تعین اوقات پنجگانہ نماز

خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں نماز کے پنجگانہ اوقات کی خصوصیت کی فلاسفی اور حقیقت سمجھنے کے لئے اوقات خمسہ کے اوصاف موثرہ کی طرف توجہ دلائی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔ فَسُبۡحَانَ اللّٰہِ حِیۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَحِیۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ وَلَہُ الۡحَمۡدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَعَشِیًّا وَّحِیۡنَ تُظۡہِرُوۡنَ (سورۃ الروم :۱۷ - ۱۸) (ترجمہ) "خدا تعالے کی یاد کا وقت ہے جب تم شام کرو اور جب صبح کرو اور اس کی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں آسمانوں میں اور زمین میں او پچھلے وقت اور دوپہر میں" عبارت قرآنی سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ ان اوقات میں زمین و آسمان کے اندر تغیرات عظیمہ واقع ہوتے ہیں جن میں خدا تعالیٰ کی جدید تسبیح و تحمید کا موقع آتا ہے اور ان تغیرات کا اثر انسانی رُوح اور جسم دونوں پر واقع ہوتا ہے الغرض پنجگانہ نمازیں کیا ہیں وہ تمہارے مختلف حالات کا فوٹو ہیں۔ یعنی تمہاری زندگی کے لازم حال پانچ تغیر ہیں جو تم پر وارد ہوتے ہیں اور تمہاری فطرت کیلئے انکا وارد ہونا ضروری ہے۔ (احکام الاسلام عقل کی نظر میں)

(وَلَوۡ وَقَعَ فِی الۡوَقۡتِ دُوۡنَ رَکۡعَۃٍ وَالبَاقِیۡ خَارِجَہٗ فَکُلُّھَا قَضَاءٌ اَوۡ رَکۡعَۃٌ فَاَکۡثَرُ وَالبَاقِیۡ خَارِجَہٗ فَکُلُّھَا اَدَاءٌ) اور اگر نماز کے وقت میں ایک رکعت سے کم اور باقی) حصہ (خارج وقت میں واقع ہو تو پوری نماز قضاء ہو گی یا وقتِ نماز میں ایک رکعت یا ایک رکعت سے زیادہ اور باقی) نماز (خارج وقت واقع ہو تو پوری نماز اداء ہو گی) خارج وقت واقع ہونے والے حصہ کو وقت میں واقع حصہ کا تابع کرتے ہوئے، حدیث صحیحین کی بناء پر کہ:۔ جس نے نماز کی ایک رکعت پائی اس نے پوری نماز پائی، اس کا مفہوم مخالف یہ نکلا: کہ

جسے ایک رکعت نہ ملی اسے وہ نماز نہ ملی، یعنی قضاء ہوئی، (لٰکِنْ یَحْرُمُ تَعَمّدُ التّاخِیرِ عَنِ الوَقْتِ حَتّٰی یَقَعَ بَعْضُهَا خَارِجَ الْوَقْتِ، لیکن جان بوجھ کر نماز کو اتنا موخر کرنا کہ نماز کا بعض حصہ خارجِ وقت واقع ہو حرام ہے) مطلب یہ ہے کہ جان بوجھ کر اتنی تاخیر کرنا کہ نماز کا بعض حصہ خارج وقت میں واقع ہو حرام ہے۔

(وَمَنْ جَهِلَ دُخُوْلَ الوَقْتِ فَاَخْبَرَهُ ثِقَةٌ عَنْ مُشَاهَدَةٍ وَجَبَ قَبُوْلُهُ اَوْ عَنِ اجْتِهَادٍ فَلَا فَلِلْاَعْمٰی اَوِ الْبَصِیْرِ الْعَاجِزِ عَنِ الاِجْتِهَادِ تَقْلِیْدُهُ لَا الْقَادِرِ عَلَیْهِ وَیُجوْزُ اِعْتِمَادُ مُؤَذِّنٍ ثِقَةٍ عَارِفٍ وَدِیْکٍ مُجَرَّبٍ فَاِنْ فَقَدَ الْاَعْمٰی اَوِ الْبَصِیْرُ مُخْبِرًا اِجْتَهَدَا بِوِرْدٍ وَنَحوِهِ وَاِنْ اَمْکَنَهُمَا الْیَقِیْنُ بِالصَّبْرِ فَاِنْ تَحَیَّرَا صَبَرَا حَتّٰی یَظُنَّا فَاِنْ صَلَّیَا بِلَا اجْتِهَادٍ اَعَادَا وَاِنْ اَصَابَا وَاِنْ مَضٰی مِنْ اَوّلِ الوَقْتِ مَا یُمْکِنُ فِیْهِ الصَّلَاةُ فَجُنَّ او حَاضَتْ وَجَبَ القَضَاءُ، اور جو شخص وقت نماز داخل ہونے سے ناواقف ہو اور اسے معتبر مخبر خبر دے) وقت داخل ہونے کی (مشاہدہ سے) مشاہدہ یعنی مثلاً کہے کہ میں نے غروب آفتاب ہوتے دیکھا ہے (تو مخبر کی خبر قبول کرنا واجب ہے) معتبر مخبر اپنے علم سے خبر دے تو بھی اس کی خبر قبول کرنا واجب ہے (یا مخبر خبر دے اجتہاد سے تو قبول کرنا واجب نہیں ہے) بلکہ ایسی صورت میں مخبَر [جسے خبر دی جارہی ہے اس] پر اجتہاد کرنا واجب ہو گا اگر اس پر قادر ہو، یہ حکم ہوا بینا شخص کا جو اجتہاد پر قادر ہے، آگے مصنفؒ نابینا اور ایسے بینا شخص کا جو اجتہاد پر قادر نہیں ہے حکم بیان فرمارہے ہیں وہ یہ: (پس نابینا) چاہے وہ اجتہاد پر قادر ہو یا نہ ہو (یا بینا کے لئے جو اجتہاد سے عاجز ہو مجتہد کی تقلید کرنا جائز ہے) ان کے عاجز ہونے کی بناء پر (اجتہاد پر قادر بینا شخص کے لئے مجتہد کی تقلید جائز نہیں، اور جائز ہے) ہر ایک کے لئے (بھروسہ کرنا دخولِ وقتِ نماز سے واقف معتبر مؤذن کی اذان پر اور) اسی طرح جائز ہے بھروسہ کرنا (مجرب مرغ کی آواز پر) مطلب یہ ہیکہ مرغ کی آواز سے اجتہاد کرے کہ یہ آواز عادت کے مطابق وقت پر ہے یا نہیں اور پھر فیصلہ کرے،

(اگر نابینا یا بینا) علم سے خبر دینے والے (مخبِر کو نہ پائے تو دونوں اجتہاد کریں وظیفہ سے) جیسے تلاوتِ قرآن وغیرہ سے (اور اس کے مانند چیز سے) جیسے خیاطۃ الثوب (اگرچہ ممکن ہو نابینا اور بینا کے لئے صبر سے یقین حاصل کرنا) مطلب یہ ہیکہ دخولِ وقت کا یقین حاصل ہونے کا امکان ہو انتظار اور صبر سے تو بھی اجتہاد کرکے نماز پڑھ سکتا ہے جائز ہے، (اگر نابینا اور بینا دونوں اپنے اجتہاد میں پریشان ہوں) یعنی ان کے سامنے ایسی کوئی چیز ظاہر نہ ہو جو دخولِ وقتِ پر دلالت کرے (تو صبر کریں) یہ صبر واجب ہے (یہاں تک کہ غالب گمان ہو جائے) کسی چیز سے دخول وقت کا (اور اگر دونوں نماز پڑھیں اجتہاد کے بغیر) یعنی دخولِ وقت سے متعلق پریشانی کی حالت میں (تو اعادہ کریں) یہ اعادہ واجب ہے (اگرچہ) پڑھی ہوئی نماز (موافق ہو دخولِ وقت کے) کیونکہ اجتہاد کے بغیر ہوئی (اور اگر مکلف پر) اس میں مرد وعورت دونوں شامل ہیں (اول) یا نماز کے درمیانی (وقت سے اتنا زمانہ گزر جائے کہ جس میں مکلف کے لئے ممکن ہو نماز پڑھنا) لیکن نہ پڑھے اور نہ اس کو وقت میں پڑھنے کا عزم وارادہ کرے (اور پاگل ہو جائے یا حائضہ) یا نفاس والی (ہو جائے) اور نماز کا وقت نکل جائے (تو) مکلف پر (قضاء) فوراً (واجب ہوگی) اس لئے کہ اس نے بلا عذر کوتاہی کی کہ نماز کو اس کے اول [یا درمیانی] وقت میں نہ پڑھی اور پڑھنے کا عزم وارادہ بھی نہ کیا،

(وَمَتَى فَاتَتِ الْمَكْتُوْ بَةُ بِعُذرٍ نُدِبَ الْفَوْرُفِي الْقَضَاءَ وَاِنْ فَا تَتْ بِغَيْرِ عذرٍ وَجَبَ الْفَوْرُ، اور جب فوت ہو جائے) پانچ نمازوں میں سے کوئی، (فرض نماز کسی عذر) جیسے سونے یا بھول جانے (کی وجہ سے تو قضاء میں جلدی کرنا مستحب ہے) ذمہ سے بری ہونے کے لئے اور حدیث صحیحین میں ہے کہ: جس کی آنکھ نہ کھلی نماز کے وقت سوتا رہ گیا یا اسے بھول گیا تو یاد آنے پر پڑھ لے (اور اگر فوت ہو جائے) یعنی نہ پڑھے، (بلا

عذر) یہاں تک کہ نماز کا وقت نکل جائے، (تو قضاء میں جلدی کرنا واجب ہے) جس طرح بلا عذر قضاء کرنے کی وجہ سے گنہگار ہو گا اسی طرح قضاء میں بلا عذر تاخیر کرنے کی وجہ سے بھی گنہگار ہو گا شارح فرماتے ہیں: فمن علیہ فوائت کثیرۃ ضیعھا بغیر عذر یجب ان یصرف جمیع زمنہ فی قضائھا الا زمن نوم او اشتغال فی جلب رزق ضروری (انوار المسالک ص ۳۸) جس کے ذمہ بلا عذر فوت شدہ بہت ساری نمازیں ہوں تو اس پر واجب ہے کہ تمام وقت ان کی قضاء کرنے میں مصروف رہے مگر سونے کا یا رزق ضروری حاصل کرنے میں مشغولی کا وقت [چھوڑ کر]۔

(وَالصوم کالصَّلاۃِ اور روزہ) کا حکم، (نماز کی طرح ہے) مطلب یہ ہیکہ جس طرح بلا عذر نماز فوت [یعنی قضاء] کرنے کی وجہ سے اس کی قضاء میں جلدی کرنا واجب ہے اسی طرح بلا عذر فوت شدہ روزہ کی قضاء میں جلدی کرنا واجب ہے اگر شرعی عذر نہ ہو اگر عذر ہونے کے باوجود قضاء میں جلدی کرے تو مستحب ہے، اور جس طرح عذر کی وجہ سے فوت شدہ نماز کی قضاء میں جلدی کرنا مستحب ہے اسی طرح عذر کی وجہ سے فوت شدہ روزہ کی قضاء میں جلدی کرنا مستحب ہے (وَیَحرُمُ تَرَاخِیہِ لِرَمَضَانَ القَابِلِ، اور حرام ہے روزہ کو) بلا عذر شرعی (مؤخر کرنا آئندہ رمضان تک) شارحؒ فرماتے ہیں:۔ وان فات بعذر فان اخرہ لرمضان وجب مع القضاء الفدیۃ واثم بالتاخیر) (انوار المسالک ص ۳۸) اور اگر عذر [مثلا بیماری] کی وجہ سے فوت شدہ روزہ کی قضاء کو اگر مؤخر کرے آئندہ رمضان تک تو قضاء کے ساتھ [ہر ایک روزہ کا] فدیہ بھی واجب ہو گا اور بلا عذر شرعی آئندہ رمضان تک مؤخر کرنے کی وجہ سے گنہگار ہو گا، آئندہ رمضان سے مراد: جس رمضان کا روزہ فوت ہوا ہے اس کے بعد آنے والا رمضان۔

(وَیُندَبُ تَرتِیبُ الفَوَائِتِ وَتَقدِیمُهَا عَلَی الحَاضِرَۃِ اِلاّ ان یَخشٰی فَوَاتَ الحَاضِرَۃِ فَیَجِبُ تَقدِیمُهَا وَانْ شَرَعَ فِیْ فَائِتَۃٍ ظَانًّا سَعَۃَ الوَقتِ فَبَانَ ضِیقُهٗ وَجَبَ

قَطْعُهَا وَفِعْلُ الْحَاضِرَةِ وَمَنْ عَلَيْهِ فَائِتَةٌ فَوَجَدَ جَمَاعَةَ الْحَاضِرَةِ قَائِمَةً نُدِبَ تَقْدِيمُ الْفَائِتَةِ مُنْفَرِدًا ثُمَّ الْحَاضِرَةِ وَمَنْ نَسِيَ صَلاَةً فَاَكْثَرَ مِنَ الْخَمْسِ وَلَمْ يَعْرِفْ عَيْنَهَا لَزِمَهُ الْخَمْسُ وَيَنْوِيْ بِكُلِّ وَاحِدَةِ الْفَائِتَةُ، اور مستحب ہے فوت شدہ فرض نمازوں میں ترتیب) یعنی صبح کی قضاء نماز ظہر سے پہلے پڑھے اور ظہر کی عصر سے پہلے وغیرہ (اور مستحب ہے فوت شدہ نمازوں کی تقدیم موجودہ وقت کی نماز پر مگر یہ کہ خوف ہو موجودہ وقت کی نماز قضاء ہونے کا) وقتِ نماز نکلنے کی وجہ سے (تو نماز کے وقت کی تقدیم واجب ہوگی) تاکہ موجودہ وقت کی نماز بھی قضاء نہ ہو (اور اگر فوت شدہ) یعنی قضاء (نماز شروع کرے گمان کرتے ہوئے وقت میں وسعت اور گنجائش کا لیکن وقت کی تنگی ظاہر ہو جائے تو اس نماز کو توڑنا اور وقتیہ نماز کا ادا کرنا واجب ہوگا) تاکہ یہ بھی قضاء نہ ہو (اور جس کے ذمہ فوت شدہ نماز ہو وہ موجودہ نماز کی جماعت کھڑی پائے تو مستحب ہوگا) اس کے لئے (فوت شدہ نماز کو پہلے تنہاء پڑھنا) موجودہ نماز نہ پڑھتے ہوئے تاکہ جلدی ذمہ سے بری ہو جائے، اگر فوت شدہ نماز موجودہ جماعت کے ساتھ پڑھے تو صحیح ہوگی، مصنفؒ فرماتے ہیں: **ویصح اداء خلف قضاء وبالعکس** (عمدۃ ص ۱۹) اور قضاء پڑھنے والے کے پیچھے اداء اور اداء پڑھنے والے کے پیچھے قضا پڑھنا صحیح ہے (پھر) اس سے فارغ ہونے کے بعد، (موجودہ وقت کی نماز پڑھے اور جو شخص پانچ نمازوں میں سے ایک یا زیادہ بھول جائے اور بھولی ہوئی نماز کو متعین طور پر نہ جانے) کہ ظہر کی ہے یا عصر کی (تو اس پر لازم ہے پانچوں نمازیں پڑھنا،) ذمہ سے بری ہونے کے لئے (اور ہر نماز پڑھتے وقت فائتہ کی نیت کرے) مثلاً ظہر پڑھنا ہے تو اس طرح نیت کرے: میں فوت شدہ نمازِ ظہر کی چار رکعت پڑھتا ہوں اللہ کے واسطے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ الْاَذَانِ وَ الْاِقَامَۃِ)

(اذان اور اقامت کا بیان)

اذان لغت میں کہتے ہیں: اطلاع کو۔

شرعاکہتے ہیں: مخصوص ذکر کو جس سے فرض نماز کے دخولِ وقت کا علم ہو،

اسی سے متقارب تعریف اقناع میں ہے: **وشرعاً قول مخصوص یعلم به وقت الصلاۃ المفروضۃ**(١٢٨ج١)

اور شرعااذان کہتے ہیں: مخصوص قول جس سے نماز فرض کے وقت کا علم ہوتا ہے۔

اقامت لغت میں کہتے ہیں: اطلاع کو۔

صاحبِ اقناع فرماتے ہیں: اقامت مخصوص ذکر کو کہتے ہیں اس لئے کہ اس سے جماعت کھڑی کی جاتی ہے۔(ص ١٢٨ ج١)

دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: وَاِذَا نَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ(سورۂ مائدہ آیت نمبر ٥٨) اور جب تم نماز کے لئے اعلان کرتے ہو (یعنی اذان دیتے ہو) اور فرمانِ رسول ﷺ یہ ہے کہ: **اذا حضرت الصلاۃ فلیؤ ذن لکم احد کم** (متفق علیہ) جب وقتِ نماز حاضر ہو جائے تو تمہارے لئے تم میں سے کوئی ایک اذان دے، اقامت اس امت کی خصوصیات میں سے ہے۔ اذان اور اقامت ہجرت کے پہلے سال مشروع ہوئیں،

حکمتِ اذان

نماز کی جماعت ایک ضروری امر ہے اور ایک وقت اور ایک جگہ میں لوگوں کا اجتماع بدونِ اعلام اور آگاہ ہونے کے دشوار ہے نیز حکمتِ الٰہی کا اقتضاء یہ بھی ہوا کہ اذان کے اندر صرف اعلام اور تنبیہ نہ پائی جائے بلکہ وہ شعائر اسلام میں سے ایک شعار ٹھہرایا جائے اور لوگوں پر اس کے الفاظ پکارے جائیں اور اس نشان میں مذہب کی عزت کی جائے اور اس کا قبول کرلینا لوگوں کے لئے دینِ الٰہی کے تابع ہو جانے کی پہچان ہو اس لئے یہ بات

ضروری ہوئی کہ ذکر الٰہی اور شہادتین سے اس کی ترکیب ہو اور نماز کے لئے بلانا بھی اس میں پایا جائے جو کہ مضمون ہے: حی علی الصلوۃ کا تا کہ جو چیز اس سے منظور ہے وہ اس سے صراحۃ سمجھ میں آجائے،(احکام الاسلام)

(هُمَا سُنَّتَانِ) اذان واقامت دونوں سنت ہیں) یعنی سنت علی الکفایۃ: مطلب یہ ہیکہ اذان واقامت کوئی ایک شخص کہے تو اہل بلد سے طلب ساقط ہو جائے گی، اگر سب کے سب چھوڑ دیں تو امام ان سے جنگ کرے گا اس لئے کہ یہ سنتیں شعار دین میں سے ہیں۔

(فِي الْمَكْتُوْ بَا تِ، فرض نمازوں کے لئے) مغنی المحتاج میں ہے: وانما یشرعان لمکتوبة دون غیر ھا من سائر الصلوة کا لسنن وصلاة الجنا زة والمنذورة لعدم ثبوتھما فیه بل یکر ھان فیه (ص ۱۳٤ ج ۱) اذان واقامت فرض نماز کے لئے مشروع ہیں اس کے علاوہ نمازیں مثلاً سنتیں، صلاۃ جنازہ اور منذورہ کے لئے نہیں کیونکہ فرض کے علاوہ میں ان کا ثبوت نہیں ہے بلکہ ان میں پڑھنا مکروہ ہے، (حَتّٰى لِمُنْفَرِدٍ وجَمَاعَةٍ ثَانِيَةٍ بِحَيْثُ يَظْهَرُ الشَّعَارُ، یہاں تک کہ تنہا پڑھنے والے اور جماعت ثانیہ) دوسری جماعت (کے لئے) لیکن جس مسجد میں جماعت ہو چکی ہو اس میں اذان کی آواز بلند نہ کرے۔

جماعۃ ثانیہ کی تعریف

جس جماعت کے لئے اذان واقامت کہی گئی اس کے بعد والی کو جماعۃ ثانیہ کہتے ہیں۔

اذان واقامت کی سنت حاصل نہ ہو گی مگر:(اس طرح کہے کہ شعار ظاہر ہو) ان دونوں سے بڑے اور چھوٹے شہر میں اس کی کم سے کم مقدار اگر چھوٹا شہر [یا گاؤں] ہو اور اس میں ایک مسجد ہو تو یہ ہے کہ اذان کی آواز پورے شہر [یا گاؤں] میں پھیلے اور اگر شہر بڑا ہو اور ایک سے زائد مسجدیں ہوں تو ہر مسجد میں اذان دی جائے گی ایک ہی مسجد میں دے تو سنت حاصل نہ ہو گی لیکن جس ایک ہی مسجد میں اذان دی گئی اگر اسی کے اطراف

میں شہر والے رہتے ہوں تو سنت حاصل ہو گی (وَالْاَذَانُ اَفْضَلُ مِنَ الاِ مَا مَةِوَقِيْلَ عَكْسُهُ، اور اذان افضل ہے امامت سے)اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن موٗذنوں کی گردنیں سب سے اونچی ہوں گی (اس کے بر عکس کہا گیا ہے) یعنی یہ کہ امامت افضل ہے اذان سے۔

اذان افضل ہے امامت سے یا امامت افضل ہے اذان سے؟

قلت: كذارجح الرافعي ايضافي كتابه " المحرر" الا مامة والا صح: ترجيح الاذان ،وهوقول اكثر اصحابنا ، وقد نص الشافعي رحمه الله في " الام" على كراهة الا مامة، فقال: احب الاذان لقول رسول الله ﷺ " اللهم اغفر للمؤذنين " وكره الا مامة للضمان وما على الامام فيها ، هذا نصه ،والله اعلم (روضة ص ٣١٤ ج١)

امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اسی طرح امام رافعی علیہ الرحمہ نے بھی اپنی کتاب "المحر ر" میں امامت کو ترجیح دی ہے لیکن اصح قول کے مطابق اذان کو ترجیح ہے اور یہی ہمارے اکثر اصحابِ شوافع کا قول ہے، امام شافعی علیہ الرحمہ نے "الام" میں کراہتِ امامت کی صراحت کی ہے اور فرمایا ہے کہ میں اذان کو پسند کرتا ہوں فرمانِ رسول ﷺ کی بناء پر کہ: اے اللہ موٗذنوں کی مغفرت فرما، اور امامت کو ناپسند سمجھتا ہوں ضمان کی وجہ سے اور ان ذمہ داریوں کی وجہ سے جو امام پر ہے امامت میں، یہ آپ کی نص اور عبارت ہے،: اما حكم المسالة فهل الا ذان افضل من الا مامة ام هي افضل منه فيه اربعة اوجه اصحها عند العراقيين والسرخسي والبغوي الا ذان افضل وهو نصه في "الام" وبه قال اكثر الاصحاب قال المحاملي هو مذهب الشافعي قالوا به قال عامة اصحابنا وغلط من قال غيره وكذا قال الشيخ ابو حامد انه مذهب الشا فعي وعامة اصحابنا،(المجموع ص ٨٧ ج٣) ۔

بہر حال مسئلہ کا حکم یہ ہیکہ کیا اذان افضل ہے امامت سے؟ یا امامت افضل ہے اذان سے؟ اس میں چار وجہ ہیں: جن میں اصح وجہ کے مطابق: عراقیین، سرخسی اور بغوی علیہم الرحمہ کے

نزدیک اذان افضل ہے یہی نص "ام" میں ہے،اسی کے اکثر اصحابِ شوافع قائل ہیں، محاملی علیہ الرحمہ نے فرمایا: یہی مذہب شافعی ہے اور ہمارے اکثر اصحابِ شوافع اسی کے قائل ہیں اور مذہب شافعی [اذان افضل ہے امامت سے اس] کے علاوہ قائل کا قول غلط ہے اسی طرح شیخ ابو حامد نے کہا ہے کہ یہی شافعی اور ہمارے اکثر اصحاب کا مذہب ہے۔

تحقیق علی عمدۃ میں ہے: **المعتمدفی المذهب ما تفق عليه الشيخان (النووی والرافعی) ثم ما جزم به النووی** (ص۱۸) **مذہب میں معتمد قول وہ ہے** جس پر شیخین کا اتفاق ہو اگر اختلاف ہو تو جس کو امام نووی علیہ الرحمہ ترجیح دے۔

(فَإِنْ اَذَّنَ الْمُنْفَرِدُ فِيْ مَسْجِدٍ صُلِّيتْ فِيْهِ جَمَاعَةً لَمْ يَرْفَعْ صَوْتَه وَاِلَّا رَفَعَ وَكَذَا الْجَمَاعَةُ الثَّانِيَةُ لَايَرْفَعُوْنَ صَوْتَهُمْ، اگر منفرد اذان دے ایسی مسجد میں جس میں با جماعت نماز پڑھی گئی ہو تو اذان کی آواز کو بلند نہ کرے) کیونکہ شبہ ہو گا دوسری نماز کا وقت داخل ہونے کا (ورنہ) یعنی منفرد اگر مسجد کے علاوہ جگہ میں نماز پڑھے یا یہ کہ ایسی مسجد میں پڑھے جس میں با جماعت نماز نہ پڑھی گئی ہو تو (بلند کرے) چونکہ اس صورت میں شبہ نہ ہو گا۔

منفرد کے لئے اذان کی آواز کو بلند کرنا سنت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: مؤذن کی آواز جن، انسان اور جس چیز تک پہنچے گی وہ قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دے گا "جماعتِ اولی" کے لئے بھی اذان کی آواز کو بلند کرنا سنت ہونے کی دلیل یہی حدیث ہے (اور اسی طرح جماعتِ ثانیہ اپنی) اذان کی (آواز کو بلند نہ کرے) جب کہ مسجد میں جماعتِ اولی ہو چکی ہو، کیونکہ شبہ ہو گا دوسری نماز کا وقت داخل ہونے کا، اگر نہ ہوئی ہو یا یہ کہ مسجد کے علاوہ جگہ میں دوسری جماعت بنانا ہو تو آواز کو بلند کرے چونکہ اب شبہ نہ ہو گا۔ **(وَيُسَنُّ لِجَمَاعَةِ النِّسَاءِ الْاِقَامَةُ دُوْنَ الْاَذَانِ،** اور

سنت ہے عورتوں کی جماعت کے لئے اقامت نہ کہ اذان)۔ یہی حکم ہوگا منفردہ [تنہاء نماز پڑھنے والی عورت] اور خنثیٰ کا، مزید تشریح آگے مذکور ہے۔

(وَلاَیُؤَذّنُ لِلْفَائِتَةِ فِی الْجَدِیْدِ وَیُؤَذّنُ لَهَا فِی الْقَدِیْمِ الْاَظْهَرُ، اور اذان نہ دی جائے گی فوت شدہ) یعنی قضاء (نماز کے لئے جدید قول کے مطابق) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اس قول پر دال ہے (اور دی جائے گی اس نماز کے لئے قدیم قول کے مطابق، یہ اظہر قول ہے) اس عبارت کی تشریح میں شارح فرماتے ہیں: **لا تیان السنة به** (انوار المسالک ص ۳۹) قولِ قدیم کو قولِ اظہر اس لئے فرمایا گیا ہے کہ اس کی وجہ سے سنت پر عمل ہوگا۔ [وہ ہے اذان دینا] اسی کو ائمہ ثلاثہ نے کہا ہے حدیثِ مسلم کی بناء پر۔

قولِ قدیم اور جدید کی تعریف

مصر آنے سے قبل حضرت امام شافعیؒ نے تصنیفاً یا افتاءً یا املاءً جو فرمایا اسے قول قدیم کہتے ہیں، مصر آنے کے بعد آپؒ نے تصنیفاً یا افتاءً یا املاءً جو فرمایا اسے قولِ جدید کہتے ہیں۔ (تعلیق علی الاقناع)

القول القديم: هو اصطلاح اطلقه الشافعية على ماقاله الامام الشافعي قبل دخوله مصر تصنيفا أو افتاء وقدسمى بالقديم لانه صنفه ببغداد اولا ثم صنف الجديد بمصر (ایضا)

الجديد: وهو مصطلح اطلقه علماء الشافعية على اقوال الشافعي بعد دخوله مصر افتاء أو تصنيفا أو املاء (ایضاً)

عراق اور مصر کے درمیان امام شافعیؒ نے جو فرمایا اسے کیا کہتے ہیں

مذکورہ صورت میں قول متأخر کو قولِ جدید کہتے ہیں اور قولِ متقدم کو قول قدیم کہتے ہیں، **واما ماوجد بين مصر والعراق فالمتأخر جديد والمتقدم قديم** (مغنی المحتاج ۱/۴۱)

عمل قولِ جدید پر ہوتا ہے مگر بعض مسائل میں قولِ قدیم پر ہے

جیسے فوت شدہ نماز کے لئے اذان کا دینا قول قدیم کے مطابق ہونے کے باوجود اسی کو مفتی بہ سمجھا جائے گا، اس کے متعلق مزید تشفی ان شاء اللہ آگے شارحؒ کی عبارت سے ہوگی، اس کے علاوہ الاشباہ والنظائر میں اور بھی مسائل ہیں وہ یہ:

المسائل التی یفتی فیہا علی القدیم بضع عشرۃ

ذکرھا فی شرح الھذاب:

مسئلۃ التثویب فی اذان الصبح: القدیم، استحبابہ:

و مسئلۃ التباعد عن النجاسۃ فی الماء الکثیر، القدیم، انہ لایشترط:

و مسئلۃ قرائۃ السورۃ فی الرکعتین الاٗخیرتین، القدیم، لایستحب:

و مسئلۃ الاستنجاء بالحجر فیما جاوز المخرج، القدیم، جوازہ

و مسئلۃ لمس المحارم: القدیم، لاینقض

و مسئلۃ تعجیل العشاء القدیم، انہ افضل:

و مسئلۃ وقت المغرب۔ القدیم امتدادہ الی غروب الشفق:

و مسئلۃ المنفرد اذا نوی الاقتداء فی اثناء الصلاۃ، القدیم، جوازہ:

و مسئلۃ اکل الجلد المدبوغ۔ القدیم، تحریمہ:

و مسئلۃ تقلیم اظفار المیت۔ القدیم، کراھتہ:

و مسئلۃ شرط التحلل من الاحرام بمرض و نحوہ: القدیم جوازہ:

و مسئلۃ الجھر بالتامین للماموم فی صلاۃ جھریۃ القدیم، استحبابہ:

و مسئلۃ من مات و علیہ صوم القدیم یصوم عنہ ولیہ و مسئلۃ الخط بین یدی المصلی، اذا لم تکن معہ عصی، القدیم، استحبابہ واللہ اعلم (ص ۵۴۰)

ایک فوت شدہ نماز کے لئے اذان کا حکم بیان ہوا اب آگے مصنفؒ ایک سے زائد فوت شدہ نمازیں پے در پے پڑھنا ہو تو اذان کا کیا حکم ہوگا اس کو بیان فرما رہے ہیں وہ یہ:

(فَإِنْ فَاتَتْهُ صَلَوَاتٌ لَمْ يُوَذِّنْ لِمَا بَعْدَ الْأُوْلَى وَفِي الْأُوْلَى الْخِلَافُ، اگر مکلف سے) ایک سے زائد (نمازیں فوت ہوں) اور ارادہ کرے پے درپے پڑھنے کا (تو اذان نہ دے پہلی) نماز (کے علاوہ کے لئے) بالا تفاق (اور پہلی) نماز کے لئے اذان (کے بارے میں اختلاف ہے) تشریح شارح میں ہے:**المبنی علی ان الا ذان حق للوقت او الصلاۃ و المعتمد انه حق للصلاۃ ولکن لَمْ يُوَذِّنُ لغير الاولی لا نه لماوالا ها فکا نها صلا ۃواحدۃ**،(انوار المسالک ص ۲۹) اس اختلاف کا مدار اس پر ہے کہ اذان وقت کا حق ہے یا نماز کا۔۔؟۔۔ معتمد قول یہ ہے کہ اذان حق ہے نماز کا لیکن پہلی نماز کے علاوہ کے لئے اذان نہ دی جائے گی اس لئے کہ وہ پے درپے نمازیں پڑھ رہا ہے اسلئے گویا یہ [یعنی ایک سے زائد نمازیں] ایک ہی نماز ہے۔

مزید تشفی

عمل قولِ جدید پر ہوتا ہے مگر بعض مسائل میں قولِ قدیم پر ہے جیسے ایک فوت شدہ نماز کے لئے اذان کا دینا قول قدیم کے مطابق ہونے کے باوجود اسی کو مفتی بہ قرار دیا، اس کے بارے میں مزید تشفی الحمدللہ عبارتِ ھذا: " **المنبی علی ان الا ذان حق للوقت او الصلاۃ**"۔۔۔؟۔۔۔سے ہوئی۔

(وَيُقِيمُ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ، لیکن اقامت کہی جائے گی ہر ایک) فوت شدہ (نماز کے لئے) حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بنا پر (وَالفَاظُ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ مَعْرُوفَةٌ وَيَجِبُ تَرْتِيبُهما، اور اذان و اقامت کے الفاظ مشہور ہیں) اس لئے مصنفؒ نے ذکر نہیں فرمائے (اور واجب) سے مراد شرط (ہے) سنت حاصل ہونے کے لئے موذن اور مقیم یعنی اقامت کہنے والے پر (دونوں کے الفاظ میں ترتیب) [و] **شرطه ایضا کالاقامۃ [الترتیب] للاتباع، ولان ترکه یوهم اللعب، فلو عکس ولو ناسیا لم یصح لیکن یبنی علی المنتظم منه**، (شرح هیتمی علی مختصر فی حواشی المدنیه ص ۲۱۹ج۱) اور

اذان میں اقامت کی طرح ترتیب بھی شرط ہے، حدیث کی بنا پر اور اس لئے کہ ترتیب کو چھوڑنا لہو و لعب کا وہم پیدا کرتا ہے، اگر کلماتِ اذان ترتیب کے بر عکس کہے چاہے بھول سے صحیح نہ ہوں گے لیکن بنا کرے گا اذان کے ان کلمات سے جو بالترتیب کہہ چکا ہے، ترتیب کی طرح کلماتِ اذان میں موالاۃ بھی شرط ہے۔

اگر مؤذن اذان دے یا مقیم اقامت کہے گمان کرتے ہوئے مثلاً ظہر کے لئے اور واقع ہو مثلاً عصر کے وقت میں تو کوئی حرج نہیں اذان و اقامت دونوں صحیح ہوں گے۔

(فَاِنْ سَکَتَ او تَکَلَّمَ فِیْ اَثْنَائِہٖ طَوِیْلاً بَطَلَ اَذَانُہ فَیَسْتَانِفُہ وَاِنْ قَصُرَ فَلاَ وَاَقَلُّ مَا یَجِبُ اَنْ یُسْمِعَ نَفْسَہ اِنْ اَذَّنَ وَ اَقَامَ لِنَفْسِہٖ فَاِنْ اَذَّنَ وَ اَقَامَ لِجَمَاعَۃٍ وَجَبَ اِسْمَاعُ وَاحِدٍ جَمِیْعَھُمَا، اگر مؤذن خاموش رہا یا اس نے بات کی دورانِ اذان زیادہ دیر تو مؤذن کی اذان باطل ہو گی لہذا وہ از سرِ نو اذان دے گا) یہی حکم ہو گا اقامت کا کیونکہ موالاۃ جو شرط ہے وہ شرط فوت ہوئی طویل فصل یعنی زیادہ دیر خاموش رہنے یا بات کرنے سے، (اور اگر) فصل (کم ہو) یعنی تھوڑی دیر خاموش رہا یا بات کی (تو اذان باطل نہ ہو گی) لہذا از سر نو کہنے کی ضرورت نہیں، طویل فصل اگر چہ بھول سے ہو اذان باطل ہو گی [والموالاۃ] **بین کلماتھا فان ترکھا ولو ناسیا بطل اذانہ، ولا یضر یسیر سکوت و کلام واغماء ونوم اذلا یخل بالا علام** (ایضا ص ۲۲۰ ج ۱) اور [شرط ہے] موالاۃ کلماتِ اذان کے درمیان، اگر مؤذن اس کو ترک کرے چاہے بھول سے تو اس کی اذان باطل ہو گی، اور تھوڑی دیر خاموشی، بات، بے ہوشی اور نیند نقصان دہ نہ ہو گی [یعنی اذان صحیح ہو گی] اس لئے کہ تھوڑی دیر خاموشی وغیرہ سے اعلان میں خلل نہیں ہوتا، یہی حکم ہو گا اقامت کا، (اور کم سے کم مقدار جو واجب ہے) یعنی جس سے اذان و اقامت کی سنت حاصل ہوتی ہے، (وہ یہ کہ اگر اذان دے اور اقامت کہے اپنی ذات کے لئے،) مطلب یہ ہے کہ منفرد ہو (تو اس کی ذات) یعنی وہ خود (سن سکے) دونوں کو، (اگر اذان دے اور اقامت کہے

جماعت کے لئے تو واجب ہے کسی ایک کا مکمل اذان واقامت کو سننا) یعنی اصل سنت حاصل ہونے کے لئے اور کمالِ سنت حاصل ہونے کے لئے اپنی طاقت کے مطابق آواز کو بلند کرے۔

(وَلاَ یَصِحُّ الْاَ ذَانُ قَبْلَ الْوَ قْتِ، اور اذان دینا صحیح نہیں) نماز کا، (وقت) داخل ہونے (سے پہلے) کیونکہ صحت اذان کے لئے وقت شرط ہے،(شرح هيتمي على مختصر فی حواشی المدنیه ص ۲۱۹ج۱) شارحؒ فرماتے ہیں: **ولا یصح الا ذان قبل دخول (الوقت) للصلاة لانه للاعلام به فلایصح قبله بناء علی انه للوقت والمعتمد خلافه وانه للصلاة بدلیل الاذان للفائتة**(فیض ۸۸ج۱) اور اذان دینا صحیح نہیں وقتِ نماز داخل ہونے سے قبل اس لئے کہ اذان وقتِ نماز کے اعلان کے لئے ہے لہذا وقت سے قبل صحیح نہ ہوگی بنا کرتے ہوئے اس بات پر کہ اذان وقت کے لئے ہے اور معتمد قول اس کے خلاف ہے وہ یہ ہے کہ اذان نماز کے لئے ہے یہی وجہ ہے کہ فوت شدہ نماز کے لئے اذان ہے۔

(اِلَّا الصُّبْحَ فَاِنَّهُ یَجُوْ زُ اَنْ یُؤَ ذِّنَ لَهَا بَعْدَ نِصْفِ اللَّیْلِ مگر نمازِ صبح) کی اذان، (اس کا حال یہ ہے کہ جائز ہے اذان دی جائے نمازِ صبح کے لئے نصف رات گزرنے کے بعد) مطلب یہ ہیکہ اس نماز کا وقت شروع ہوتا ہے صبح صادق سے اگر اس سے پہلے نصف رات گزرنے کے بعد اذان دے تو جائز ہے اس کی دلیل صحیحین کی حدیث ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رات میں اذان دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم کھاؤ اور پیو، یہاں تک کہ ابن ام مکتوم کی اذان کو سنو، جواز کی دوسری وجہ: **اذالناس قبل الفجر مشغولون بالنوم فندب تنبیههم لیتا هبو اللصلاة اول وقتها**، (شرح هيتمى على مختصر فی حواشی المدنیه ص ۲۱۹ج۱) اس لئے کہ فجر سے قبل لوگ نیند میں مشغول رہتے ہیں لہذا ان کو متنبہ کرنا مستحب ہے تاکہ لوگ اول وقت میں نماز پڑھنے کے لئے تیار ہو جائے۔

(وَيُنْدَبُ الطَّهَارَةُ وَالْقِيَامُ، اور مستحب ہے) اذان واقامت کے لئے (طہارت اور کھڑا ہونا) حدیثِ صحیحین کی بناء پر کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اے بلال [رضی اللہ تعالیٰ عنہ] کھڑے ہو جاؤ اور اذان دو اور کھڑے ہونے کا حکم اس لئے فرمایا کہ یہ طریقہ اعلان کے لئے ابلغ ہے، (وَاسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِ وَالْاِلْتِفَاتُ فِي الْحَيْعَلَتَيْنِ فِي الْأُوْلىٰ يَمِيْنًا وَفِي الثَّانِيَةِ شِمَالاً فَيَلْوِىْ عُنُقَه وَلاَ يُحَوِّلُ صَدْرَه وَقَدَمَيْهِ اور) مستحب ہے اذان واقامت کے وقت (قبلہ کی طرف رخ کرنا) اس لئے کہ قبلہ تمام جہتوں میں اشرف ہے (اور) مستحب ہے (متوجہ ہونا حیعلتین کے وقت) پہلے حیعلہ سے مراد: حی علی الصلوۃ [آؤ نماز کی طرف] اور دوسرے سے مراد: حی علی الفلاح [آؤ کامیابی کی طرف] (پہلے) حیعلہ (کے وقت دائیں طرف) متوجہ ہونا ہے (اور دوسرے) حیعلہ (کے وقت بائیں طرف) متوجہ ہونا ہے، آگے مصنفؒ التفات کا طریقہ بتلارہے ہیں وہ یہ: مؤذن ومقیم (اپنی گردن گھمائے) حیعلتین کے وقت (اور اپنے سینہ کو) قبلہ سے (اور دونوں پاؤں کو) ان کی جگہ سے [نہ ہٹائے] اس لئے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان میں اس طرح کیا کرتے تھے جیسا کہ صحیحین میں ہے، اس پر قیاس کیا گیا ہے اقامت کو۔

حیعلتین کے وقت التفات کی وجہ

صرف حیعلتین کے وقت التفات کو اس لئے خاص کیا کہ:۔ ان دونوں میں آدمی کو خطاب ہے نماز میں کامیابی اور سلامتی کا اس کے بر خلاف بقیہ جملوں میں یہ خطاب نہیں ہے۔ (وَيُكْرَهُ لِلْمُحْدِثِ، وَكَرَاهَةُ الْجُنُبِ اَشَدُّ ،وَفِي الْإِقَامَةِ اَغْلَظُ، اور مکروہ ہے) اذان دینا (محدث کے لئے) [**محدث:** یعنی جس کو وضوء کی حاجت لاحق ہو] (اور جنبی کی کراہت زیادہ سخت ہے) یعنی جنبی کا بھی اذان دینا مکروہ ہے لیکن اس کی کراہت زیادہ سخت ہے محدث کی کراہت سے (اور) جنبی کے (اقامت کہنے میں کراہت زیادہ غلیظ

ہے) اذان دینے کی کراہت سے اقامت کے نماز سے قریب ہونے کی بناء پر، مکروہ اس حدیث کی بنا پر ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کا ذکر پسند نہیں کرتا مگر طہارت پر (شرح هيتمى فى هواشى المدنيه ص ۲۲۱ ج ۱) اور دوسری حدیث میں ہے کہ:۔ اذان نہ دے مگر متوضی،(شرح هيتمى فى هواشى المدنيه ص ۲۲۱ ج ۱) یہی حکم ہوگا اقامت کا، دورانِ اذان حدث لاحق ہو جائے تو اذان کو مکمل کرے قطع نہ کرے تا کہ لہو و لعب کا وہم پیدا نہ ہو، قطع کرے تو بناء کرے گا اگر فصل کم ہو تو ورنہ استئناف یعنی از سر نو اذان دینا ہوگی [یہی حکم ہوگا اقامت کا] (شرح هيتمى فى هواشى المدنيه ص ۲۲۱ ج ۱)

(وَاَنْ يُوَ ذِّ نَ عَلَى مَوْ ضِعٍ عَالٍ، اور) مستحب ہے مؤذن کے لئے (یہ کہ اذان دے اونچی جگہ) مثلاً منارہ (پر) [وعلى مرتفع] كمنارة او سطح للاتباع ولزيادة الا علام فان لم يكن للمسجد منارة ولا سطح فعلى بابه ولا يسن فى الا قامة المرتفع الاان احتيج اليه لكبر المسجد (و) كونه (بقرب المسجد) لا نه دعا ء الى الجماعةوهى فيه افضل ،ويكر ه الخروج منه بعده من غير صلاة الا لعذر (شرح هيتمى مع على مختصر فى حواشى المدنيه ص ۲۲۲ ج ۱) اور [اذان دے] اونچی جگہ پر جیسے منارہ یا چھت، حدیث کی بناء پر اور اعلان میں زیادتی کے لئے، اگر مسجد کے لئے منارہ اور چھت نہ ہو تو مسجد کے دروازہ پر اذان دے اور اقامت کے لئے اونچی جگہ سنت نہیں ہے اِلاّ یہ کہ مسجد بڑی ہونے کی بناء پر اس کی ضرورت ہو [تو اقامت بھی اونچی جگہ پر کہے] اور اذان مسجد کے قریب ہو اس لئے کہ اذان دے کر جماعت کی طرف بُلانا ہوتا ہے اور جماعت مسجد میں افضل ہے، اور اذان کے بعد مسجد سے نکلنا نماز پڑھے بغیر مکروہ ہے مگر عذر کی بناء پر [نکلے تو مکروہ نہیں]

(وَبِقُرْبِ الْمَسْجِدِوَيَجْعَلَ اُصْبُعَيْهِ فِي صِمَا خَيْهِ، اور) مستحب ہے کہ اونچی جگہ (مسجد کے قریب) ہو اور مستحب ہے، کہ (مؤذن اپنی دو انگلیوں کے سرے اپنے

دونوں کانوں کے سوراخوں میں ڈالے) اس لئے کہ اس طرح کرنے سے آواز بلند ہوتی ہے اور دوروالا اور بہرہ آدمی اس سے اذان پر استدلال کرتا ہے۔

کان میں انگلی ڈال کر اذان دینے کی وجہ

حدیث میں ہے: ان رسول اللہ ﷺ امر بلالا ان یجعل اصبعیہ فی اذنیہ قال انہ ارفع لصوتک: یعنی نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امر فرمایا کہ اذان دینے کے وقت اپنی دونوں انگلیوں کو اپنے دونوں کانوں میں ڈالکر اذان دیا کریں فرمایا اس طرح کرنے سے تمہاری آواز بلند ہوگی۔(احکام الاسلام ص ۸۷ ج ۱)

(فَیُرَتِّلَ الاَذَانَ، اور) مستحب ہے کہ، (اذان ٹھہر ٹھہر کر دی جائے،) اذان کا ایک ایک کلمہ الگ الگ اور بلند آواز سے کہے مگر تکبیر کے چار کلموں میں سے دو دو کلمے الگ الگ اور بلند آواز سے کہے اس لئے کہ آپ ﷺ نے اس طرح حکم فرمایا ہے۔ (وَیُدْرِجَ الْاِقَامَۃَ اور) مستحب ہے کہ (اقامت جلدی کہی جائے) اس طرح کہ حروف سمجھ میں آجائیں، اقامت کے دو دو کلمے بلند آواز سے کہے مگر آخر میں ایک کلمہ بلند آواز سے کہے،

اذان میں ترتیل اور اقامت میں تدریج اس لئے مستحب ہے کہ آپ ﷺ نے اس کا حکم فرمایا ہے (شرح ہیتمی فی ھواشی المدنیہ ص ۲۲۱ ج ۱) (وَیُشْتَرَطُ کَوْنُ الْمُؤَذِّنِ مُسْلِمًا عَاقِلاً مُمَیِّزًا ذَکَرًا اِنْ اَذَّنَ لِلرِّجَالِ، اور شرط ہے مؤذن کے مسلمان، عقلمند، ممیز اور مذکر ہونے کی اگر مردوں کے لئے اذان دینا ہو) اور اگر عورتوں کے لئے اذان دینا ہو یا اقامت کہنا ہو تو مذکر ہونا شرط نہیں لہذا اگر عورت آہستہ اذان دے تو جائز ہے، اما الاذان یندب للمراۃ مطلقا فان اذنت سرالھا او لمثلھا ابیح (شرح ہیتمی فی ھواشی المدنیہ ص ۲۱۸ ج ۱) بہر حال اذان عورت کے لئے مطلق [یعنی منفردہ اور جماعت دونوں صورتوں میں] مستحب نہیں ہے اگر اذان آہستہ دے اپنے لئے یا اپنے مانند [کسی اور مثلا جماعت] کے لئے تو جائز قرار دیا گیا ہے۔ آہستہ یعنی: آواز کو بلند کئے بغیر

اذان دے تو مکروہ نہیں ورنہ مکروہ ہے فتنہ کا خوف نہ ہو تو اگر ہو تو حرام ہے [یہی حکم ہو گا عورتوں کی اقامت کا] مذکورہ شرطیں اقامت کی بھی ہیں، کافر کی اذان واقامت صحیح نہ ہو گی [چونکہ یہ اس کا اہل نہیں ہے] پاگل اور غیر ممیز بچہ کی بھی اذان واقامت صحیح نہ ہو گی، اس لئے کہ اذان واقامت عبادت ہے اور یہ دونوں اس کے اہل نہیں ہیں، اور مردوں کے لئے عورت کی اذان واقامت صحیح نہ ہو گی، اس لئے کہ اس صورت میں مذکر ہونا شرط ہے، یہ بھی شرط ہے کہ اذان ایک ہی شخص کہے اگر ایک شخص کچھ کلماتِ اذان کہے اور دوسرا آکر بناء کرے یعنی اول شخص کے کہے ہوئے کلمات سے آگے کہہ کر اذان مکمل کرے تو صحیح نہ ہو گی اگرچہ دونوں کی آواز ایک دوسرے کے مشابہ ہو [یہی حکم ہو گا اقامت کا]۔(شرح هيتمى مع على مختصر ج١ ص ٢٢٠)

اذان کا عربی میں ہونا شرط ہے: [و] كونه (بالعربية) فلايصح بغيره (ان كان ثم من يحسنها) والاصح كاذكار الصلاة هذا اذا اذن لجماعة فان اذن لنفسه وهو لايحسنها صح وان كان هناك من يحسنها (وعيله) اى يتاكد له ندبا (ان يتعلم) (شرح هيتمى مع على مختصر فى حواشى المدنيه ص ٢٢٠ ج١) اور اذان کا عربی میں ہونا شرط ہے، لہذا دوسری زبان میں صحیح نہیں اگر کوئی عربی میں اچھی طرح اذان دینے پر قادر ہو، اگر عربی میں اذان دینے پر کوئی بھی قادر نہ ہو تو دوسری لغت میں صحیح ہے جیسے نماز کے اذکار یہ مسئلہ جماعت کے لئے اذان دینے کی صورت میں ہے، اگر اپنے لئے اذان دینی ہو اور خود عربی میں اذان پر قادر نہیں تو دوسری لغت میں اذان صحیح ہے اگرچہ دوسرا قادر ہو، اور اس پر عربی میں اذان سیکھنا مندوب تاکیدی ہے۔

(وَنُدِبَ كَوْنُهُ حُرًّا عَدْلًا صَيِّتًا حَسَنَ الصَّوْتِ مِنْ اَقَارِبِ مُؤَذِّنِي النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اور مستحب ہے کہ مؤذن آزاد معتبر، بلند آوازوالا، اچھی آوازوالا) اور (نبی کریم ﷺ کے مؤذنوں کے رشتہ داروں میں سے ہو) آج غلامیت سے آزادی کا دور نہیں

رہا، مؤذن کا معتبر ہونا مستحب ہونے کی دلیل یہ ہے: (و) یسن (کون المؤذن) و المقیم (ثقة)۔۔لانه امین علی الوقت لیخبر به(شرح هیتمی مع علی مختصر فی حواشی المدنیه ص ۲۲۲ج۱) اور سنت ہے مؤذن اور مقیم کا معتبر ہونا۔ اس لئے کہ مؤذن (اور مقیم) وقت کے اعتبار سے امین ہے تاکہ لوگوں کو وقتِ نماز کی خبر دے، بلند آواز والا ہونا مستحب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: اذان حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ ڈال دو اس لئے کہ وہ بلند آواز والے ہیں۔ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ بلند آواز اعلان کے لئے زیادتی کا باعث بنتا ہے۔(ایضا)

اچھی آواز والا ہونا مستحب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ: آپ ﷺ نے بیس سے زائد صحابہ کو حکم فرمایا اذان دینے کا ان میں ابو محذورۃ کی آواز آپ ﷺ کو عمدہ لگی لہذا آپ ﷺ نے ان کو اذان سکھلائی، دوسری دلیل یہ ہے کہ اچھی آواز سامعین کو متوجہ کرتی ہے پھر اکثر سامعین اذان کے جواب کی طرف مائل ہوتے ہیں،(ایضا) مؤذن کا نبی کریم ﷺ کے مؤذنوں کے رشتہ داروں میں سے ہونا مستحب ہے جب کہ ایسا مؤذن موجود ہو ورنہ حقیقت یہ ہے کہ آج وہ مفقود ہے۔

(يُكْرَهُ لِلْاَعْمیٰ اِلاَّ اَنْ يَكُوْنَ مَعَهُ بَصِيْر، اور مکروہ ہے) اکیلا، (نابینا کے لئے اذان دینا) اس لئے کہ دخول وقت سے متعلق مغالطہ ہو سکتا ہے (مگر یہ کہ نابینا کے ساتھ بینا) شخص (ہو) جو اس کو خبر دے دخولِ وقت کی تو اذان دینا مکروہ نہیں، جیسا کہ حضر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقتِ صبح کے دخول کا انتظار کرتے تھے پھر جب ان کو علم ہوتا دخولِ وقت کا تو ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر دیتے [تو ابن ام مکتوم اذان دیتے تھے] معتمد قول کے مطابق دورانِ اذان و اقامت بلا مصلحت تھوڑی دیر کلام مکروہ ہے۔

(و) یکره علی المعتمد (الکلام الیسیر فیه) و فی الاقامة حیث لم یکن فیه مصلحة و الا کان ردّ السلام او شمت العاطس کا ن خلاف السنة، نعم قد یجب

الکلام ان کان فی ترکه الحاق ضرر له او لغیره ،ویسن له اذا عطس ان یحمد الله سرا (ایضا ص ۲۲۱ ج ۱) اور مکروہ ہے معتمد قول کے مطابق تھوڑا کلام اذان واقامت میں جب کہ کلام کرنے میں کوئی مصلحت نہ ہو ورنہ (یعنی مصلحت ہو تو مکروہ نہ ہو گا اور وہ مصلحت یہ) سلام کا اور چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینا ہو حالانکہ یہ خلافِ سنت ہے (مطلب یہ ہیکہ دورانِ اذان واقامت اسے سلام کرنا نہیں چاہیئے کیونکہ سننے پر پھر جواب دینا ضروری ہو گا اسی طرح مؤذن اور مقیم کے سامنے چھینکنا بھی نہیں چاہیئے کیونکہ سننے پر اسے جواب دینا ضروری ہو گا) ہاں (دورانِ اذان وا قامت) کلام واجب ہو جاتا ہے جبکہ کلام نہ کرنے سے اس کو یا اس کے علاوہ کو نقصان لاحق ہو، اور سنت ہے اس (مؤذن اور مقیم) کے لئے کہ جب چھینکے تو آہستہ "الحمد الله" کہے، اور مکروہ ہے اذان واقامت بیٹھ کر یا سوار ہو کر پڑھنا مگر سوار مسافر کے لئے مکروہ نہیں ہے۔ سواری پر سوار ہونے کی حاجت ہونے کی بناء پر لیکن اس کے لئے اولی یہ ہے کہ اقامت سواری سے اترنے کے بعد پڑھے، اس لئے کہ فرض نماز کے لئے اترنا ضروری ہے اس کے لئے اذان واقامت کے وقت قبلہ کی طرف رخ نہ کرنا بھی مکروہ نہیں ہے(شرح هیتمی مع علی مختصر فی حواشی المدنیه ص ۲۲۱ ج ۱) بے وضو اذان دینا صحیح ہے لیکن مکروہ (المجموع ص ۱۱۲ ج ۱)۔

فاسق کا اذان دینا کروہ ہے، [وفاسقا وصبیا] لانهما غیر ما مومین (شرح هیتمی مع علی مختصر فی حواشی المدنیه ص ۲۲۱ ج ۱) اور [مکروہ ہے] فاسق اور بچہ [مراد ممیز بچہ] کی اذان واقامت اس لئے کہ یہ دونوں غیر محفوظ ہیں۔

(وَيُنْدَبُ لِسَامِعِهِ وَلَوْ جُنُبًا وَحَائِضًا اَو فِي قِرَائَة، اَنْ يَقُوْلَ مِثْلَ قَوْلِهِ عَقِبَ كُلِّ كَلِمَةٍ وَفِي الْحَيْعَلَتَينِ (لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ الاَّ بِاللهِ) وَفِي "الصَّلاَةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ" (صَدَقْتَ وبَرَرْتَ) وَفِي كَلِمَتَي الْاِقَامَةِ (اَقَامَهَا اللهُ وَاَدَمَهَا مَادَامَتِ السَّمٰوَاتُ وَالْاَرْضُ وَجَعَلَنِيْ مِنْ صَالحِي اَهْلِهَا، اور مستحب ہے اذان) واقامت، (سننے والے کے لئے

اگر چہ) سننے والا (جنبی اور) سننے والی (حائضہ ہو) یا نفاس والی (یا) سامع چاہے مذکر ہو یا مونث (تلاوتِ قرآن) اور ذکر (میں مشغول ہو یہ کہ) وہ سامع جواب میں (کہے مؤذن) یا مقیم (کے ہر کلمہ کے بعد اسی کے مانند) کلمہ (اور دونوں حیعلہ) کے جواب (میں کہے: (لاحول و لا قوۃ الا باللہ۔) اللہ کی مدد کے بغیر نہ کسی میں نیکی کرنے کی طاقت اور نہ برائی سے بچنے کی قوت ہے (اور الصلاۃ خیر من النوم) (نماز نیند سے بہتر ہے) کے جواب، (میں کہے صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ) (تونے سچ کہا اور نیک کام کیا۔)

(اور اقامت کے دوکلموں) قدقامت الصلاۃ، قدقامت الصلاۃ: جماعت کھڑی ہے، کے جواب میں کہے: (اقامها الله وادامها ما دامت السموات والارض وجعلنی من صالحی اهلها) (اللہ نماز قائم رکھے، اسے باقی رکھے جب تک آسمانوں زمین باقی رہے اور مجھے اس کے نیک اہل میں سے بنائے) اس طرح حدیث ابوداود میں وارد ہے: "قدقامت الصلاۃ" اقامت میں دو بار ہے۔ لہذا اس سے قیاس کرتے ہوئے جواب میں بھی دو بار کہے: اقامها الله وادامها الخ۔

[و] یسن [ان یقول السامع مثل مایقول المؤذن والمقیم] بان یجیبه عقب کل کلمة لما فی خبر مسلم: ۔ ان من فعل ذلک دخل الجنة، وفی روایة انه یغفر له ذنبه (شرح هیتمی مع علی مختصر فی حواشی المدنیه ص ۲۲٤ ج۱) اور سنت ہے کہ سامع مؤذن اور مقیم جو کہتا ہے اس کے مانند جواب میں ہر کلمہ کے بعد کہے اس بناء پر کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ: جو شخص اس طرح کرے (یعنی جواب دے) وہ جنت میں داخل ہوگا اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے گناہ معاف کئے جائینگے۔

روایت میں تعارض اور تطبیق

تعارض: حدیثِ مسلم میں ہے کہ جب "حی علی الصلاۃ" کہے تو (جواب میں) کہے لا حول الخ، اور جب "حی علی الفلاح" کہے تو (جواب میں اسی طرح) کہے: لاحول الخ اور دوسری روایت میں ہے کہ جواب میں مؤذن کی طرح الفاظ دہرائے۔

تطبيق:۔ اس کی تطبیق اس طرح ہوگی کہ مؤذن کی طرح لفظِ ''حی علی الصلاۃ '' کے ساتھ:''لا حول ولا قوۃ الا باللہ'' بھی کہے،وذلک لقولہ فی خبر مسلم:واذا قال حی علی الصلاۃ قال ای سامعہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ واذا قال ''حی علی الفلاح'' قال ای السامع لا حول ولا قوۃ الا باللہ (فیض ص ٩٠ ج ١)و۔فی روایۃ'' واذا قال حی علی الصلاۃ قال حی علی الصلاۃ،واذا قال حی علی الفلاح قال حی علی الفلاح'' فلا یبعد انہ یسن موافقتہ فیھما لذلک، ثم رایت بعض اصحابنا صرح بہ وجعلہ وجھا، ولعلہ من حیث ان قائلہ یقول بالاقتصار علیھما، ونحن لا نقول بہ بل نقول انہ یقول کلّاثم یحوقل عقبھما اھ کلام الایعاب (حواشی المدنیہ ص ٢٢٤ ج١) اور یہ (یعنی حیعلتین کے جواب میں لا حول الخ کہنا) حدیث مسلم میں فرمانِ رسول ﷺ کی بناء پر ہے کہ جب حی علی الصلاۃ کہے تو اس کو سننے والا کہے: لا حول ولا قوۃ الا باللہ اور جب کہے حی علی الفلاح تو سننے والا کہے: لا حول ولا قوۃ الا باللہ (ایضا) اور ایک روایت میں ہے۔ جب حی علی الصلاۃ کہے تو کہے حی علی الصلاۃ اور جب حی علی الفلاح کہے تو کہے حی علی الفلاح، بعید نہیں ہے کہ سنت قرار دیا جائے دونوں میں اس کی موافقت کو اس حدیث کی بناء پر (مطلب یہ ہیکہ حی علی الصلاۃ کے جواب میں یہی کلمہ دہرائے) پھر میں نے ہمارے بعض شوافع کو دیکھا کہ انھوں نے اس کی صراحت کی ہے اور اس کو وجہ بنایا ہے اور شاید اس اعتبار سے جواب دینے والا ان پر اقتصار کرتے ہوئے کہے (مطلب یہ ہیکہ صرف حی علی الصلاۃ اور حی علی الفلاح ہی جواب میں کہے) اور ہم (اکثر شوافع) اس طرح نہیں کہتے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ دونوں کو (یعنی ہر بار ''حی علی الصلاۃ'' کے جواب میں یہی کلمہ) کہے پھر ان دونوں کے بعد: لا حول ولا قوۃ الا باللہ (بھی) کہے یہ بحث ایعاب کی ہے۔

اذان و اقامت کا جواب کب سنت ہے؟

اذان و اقامت سننے پر جواب دینا سنت ہے (چاہے الفاظ کو نہ سمجھتا ہو) اگر کوئی شخص بہرا پن (یا دوری) کی وجہ سے نہ سنے تو جواب دینا سنت نہیں ہے (شرح هيتمي في حواشي المدنيه ص ٢٢٤ ج١)

اذان و اقامت کے بعض الفاظ سنائی دیں اور بعض نہ دیں تو پوری اذان و اقامت کے جواب کا حکم

لو سمع بعضه فقط اجاب في الجميع (ايضا) اگر کوئی صرف بعض اذان (و اقامت) سنے تو مکمل اذان (و اقامت) کا جواب دے (شروع سے، چاہے صرف آخری کلمات سنے) **ان لم يسمع الا آخره فانه يجيب من اوله** (حاشيۂ اقنا ع ص ١٣٠ ج١) اگر کلماتِ اذان (و اقامت) مکمل نہ سنے مگر آخری تو جواب اذان (و اقامت) کے شروع سے دیا جائے گا، اس صورت میں جواب دینا سنت ہے، **لو سمع بعض الا ذان يسن له ان يجيب في الجميع** (معنى ص ١٤٠ ج١) اگر کچھ اذان سنے تو سنت ہے کہ پوری اذان کا جواب دے، (یہی حکم ہو گا اقامت کا)

کسی جگہ ایک سے زائد اذانیں ہو رہی ہوں تو جواب کے متعلق حکم

ایک سے زائد اذانیں ایک ساتھ ہو رہی ہوں تو تمام کی جانب سے ایک جواب دینا کافی ہے، **فَاِنْ اَذَّنُوا مَعًا كَفَتْ اِجابَةٌ وَاحِدةٍ** (ترشيح ص٨٨) اگر اذانیں ایک ساتھ ہو رہی ہوں تو ایک جواب دینا کافی ہے اگر مخلوط ہوں اس طور پر کہ ایک اذان کے الفاظ دوسری اذان کے الفاظ سے سقبت کر جاتے ہوں تو تمام اذانوں کا جواب دینا سنت ہے، **اِذَا اذَّنَ الْمُؤَذِّنُوْنَ وَاخْتَلَطَت اصْوَاتُهم عَلَىَ السَّامِعِ وَصَار بَعْضُهم يَسْبِق بَعْضًا۔ افتىٰ بِهِ الشَّيْخ عِزُّ الدّيْن انّهُ يستحب اِجابتهُم** (ترشيح ص ٨٨) جب اذانیں ہو رہی ہوں اور اُن کی آوازیں سامع پر مخلوط ہوں اس طور پر کہ ایک اذان کے الفاظ دوسری اذان کے

الفاظ سے سبقت کر جاتے ہوں تو ایسی صورت میں شیخ عزالدین نے فتوی دیا ہے کہ تمام اذانوں کا جواب دینا مستحب ہے۔ اور اگر ایک اذان سننے کے بعد دوسری یا زائد سنے تو کسی ایک کا جواب دینا دوسری اذانوں کی طرف سے بھی کافی ہو گا مگر پہلی اذان کا جواب دینا تاکیدی ہے اور اُس کو ترک کرنا مکروہ ہے۔

وَاِذَا سَمِعَ مُؤَذِنًا بَعْدَ مُؤَذِنٍ فالمختار ان اصل الْفَضِیلة فی الا جابة شامل للجمیع الا ان الاوّل متا کد یکرہ تر که (مغنی ص ۱٤٠ ج ۱) جب ایک اذان سننے کے بعد دوسری سنے تو مختار قول کے مطابق اصل فضیلت کسی ایک اذان کے جواب میں ہے جو تمام اذانوں کے جواب کی طرف سے کافی ہوتا ہے مگر پہلی اذان کا جواب دینا تاکیدی ہے اس کو ترک کرنا مکروہ ہے

اذان کے وقت دنیوی باتوں کے متعلق حکم

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ اذان کے وقت دنیوی باتیں چھوڑ دی جائیں، حضور اکرم ﷺ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اذان کے وقت بات چیت کرے تو اس کے ایمان کے زوال (یعنی ختم ہونے) کا خوف ہے [سندہ لیس بالقوی] (رسمُ المفتی والسائل ص ٦٦،فتاوی رحیمیه ص ١٤٥ ج ٢)

جوابِ اذان واقامت کو ترک کرنے کی کراہت کا حکم دونوں میں یکساں ہے [و] یُکرَہُ [تَرْکُ اِجَا بَتهُ] اَیُ اَلْاَ ذَان ومثله الا قامة (شرح هیتمی مع علی مختصر فی حواشی المدنیه ص ٢٢١ ج ١) لہذا اذان کے وقت دنیوی باتوں کے متعلق جو حکم ذکر ہوا وہی حکم اقامت کے وقت دنیوی باتوں کا ہو گا۔

وہ حالتیں جن میں دُعاء قبول ہوتی ہے

یہ ہیں:(۱) نماز کی اذان ہونے کے وقت (یعنی اذان سننے، اذان کا جواب دینے اور اذان کی دُعا پڑھنے کے بعد دُعا کرے)(۲) اذان اور تکبیر کے درمیان (یعنی اذان اور اقامت کے درمیان جہاں بھی موقع مل جائے دُعا کرے)(۳) جو شخص کسی مصیبت یا سختی میں گرفتار ہو وہ "حَیّ علیٰ الصّلاۃ، حَیّ عَلیٰ الفلاح" کے بعد دُعا کرے (مزید تفصیل کے لئے احقر کا دعا نامی رسالہ ملاحظہ فرمائیں)

کوئی لیٹا ہو اور اذان ہو رہی ہو پھر بھی لیٹے رہنا

فیجوز للسامع وَاِذا کان مُضطَجِعًا اَن یَستَمِرَّ عَلیَ الِاضطِجاعِ ولا یُکرَہ لَہ ذالک (الحاوی للفتاوی ص ٤٥ ج ١) اذان سننے والے کے لئے لیٹے رہنا بلا کراہت جائز ہے۔

جوابِ اذان کے لئے قراءت منقطع کرنا

جوابِ اذان (واقامت) کے لئے تلاوتِ قران وغیرہ کو منقطع کرنا سنت ہے (شرح ھیتمی مع علی مختصر فی خواشی المدنیه ص ۲۲۵ ج ۱) (فَاِنْ کَانَ مُجَامِعًا اَوْ عَلیَ الخَلاَءِ اَوَ مُصَلِّیاً اَجَابَ بَعْدَ فَرَاغِہِ، اگر سامع) اذان کے وقت (حالتِ جماع میں یا بیت ُالخلاء یا حالت نمازِ میں ہو تو) اذان واقامت کا (جواب دے اس سے) یعنی مذکورہ اعذار میں سے کسی عذر سے (فارغ ہونے کے بعد) اس لئے کہ حالتِ جماع اور بیت الخلاء میں کلام [یعنی جواب دینا] مکروہ ہے اور بیت ُالخلاء میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے نام کا ذکر جائز نہیں ہے، حالتِ نماز میں بھی جواب دینا مکروہ ہے اس لئے کہ نماز جواب سے اہم ہے، اس حالت میں اگر حیعلہ یا "صدقت و بررت" جواب میں کہے تو نماز باطل ہو گی اس لئے کہ یہ آدمی کا کلام ہے۔

اگر حالت نماز میں اذان سنے اور وقت زیادہ گذر جائے تو فارغ ہونے پر جواب اذان دینے سے متعلق حکم

مذکورہ صورت میں وقت زیادہ گذرنے کا اعتبار نہیں ہے لہذا نماز سے فارغ ہونے کے بعد اذان (واقامت) کا جواب دے (وَان یُجیبَ بعدَ الجماع والخلا ،والصلاۃ مالم یطل الفصل) بحثه غیرہ، ایضا، وفیہ نظر وقضیۃ کلام المجموع انه لا فرق، وما اشار الیه من ان المصلی لا یجیب ھو کذلک اذھی مکروھۃ له بل تبطل صلاته ان اجاب بحیعلۃ او تثویب او صدقت وبررت لانه کلام آدمی(شرح ھیتمی مع علی مختصر فی حواشی المدنیه ص ۲۲۵ج۱) اور یہ کہ (اذان واقامت کا) جواب دے جماع اور بیت الخلاء اور نماز کے بعد جبکہ طویل فصل نہ ہو (یعنی وقت زیادہ نہ گزرا ہو) اوروں نے بھی اس مسئلہ میں بحث کی ہے (مثلا دورانِ اذان (واقامت) حدث لاحق ہو جائے تو اذان (واقامت) کو مکمل کرے قطع نہ کرے اگر کرے تو بناء کرے گا فصل کم ہو تو،ورنہ استئناف کرے گا اسی طرح تفصیل اذان (واقامت) کا جواب دینے کے بارے میں ہو گی وہ یہ ہے کہ کم وقت گزرا ہو تو جواب دے زیادہ گذرا ہو تو جواب ساقط ہو گا) لیکن اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور مجموع کے کلام کا مقتضی یہ ہے کہ اس میں کوئی فرق نہیں ہے (یعنی حالتِ نماز میں اذان (واقامت) سننے کے بعد چاہے وقت زیادہ گزر جائے یا کم اس سے جواب پر کوئی فرق نہیں پڑتا) وہ حکم جس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مصلی جواب نہ دے حکم یہی ہے اس لئے کہ (بحالتِ نماز) اس کے لئے جواب دینا مکروہ ہے بلکہ اس کی نماز باطل ہو گی اگر جواب دے حیعلہ یا تثویب یا صدقت وبررت سے اس لئے کہ یہ آدمی کا کلام ہے (یہی حکم ہو گا بیت الخلاء یا جماع کی حالت میں اذان (واقامت) سننے کے بعد وقت زیادہ گزرنے پر جواب دینے کا)

(وَيُنْدَبُ لِلْمُوَذِّنِ وَسَامِعِهِ بَعْدَفَرَاغِهِ الصَّلَاةُ عَلَىَ النَّبِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِوَسَلَّمَ، اور مستحب ہے مؤذن) مقیم (اور اذان واقامت سننے والے کے لئے کہ اذان واقامت) دونوں (سے فارغ ہونے کے بعد درود) وسلام (پڑھے نبی کریم ﷺ پر) درود وسلام سے متعلق تشریح ابتداء میں مذکور ہے، وذلک لخبر مسلم اذا سمعتم الموذن فقولوا مثل مایقول ثم صلوا علی ویقاس بالمؤذن المقیم کما علمت ویقاس بالسامع فیه غیره ممن ذکر (فیض ص ٩٠ ج ١) اور یہ (یعنی درود پڑھنا استحبابا) حدیث مسلم کی بناء پر ہے کہ: "جب تم اذان سنو تو مؤذن جو کہتا ہے اس طرح کہو پھر مجھ پر درود پڑھو" اور مؤذن پر قیاس کیا گیا ہے مقیم کو جیسا کہ آپ نے جان لیا (دوسرے مسائل میں بھی) اور قیاس کیا گیا ہے سامع سے اس درود پڑھنے کے بارے میں سامع کے علاوہ کو جو ذکر کیا گیا،

(ثُمَّ يَقُوْ لُ(اَللّٰهُمَّ رَبَّ هَذِهِ الدَّ عْوَةِ التَّا مَّةِوَ الصَّلاَ ةِ الْقَا ئِمَةِ اٰتِ سَيِّد نَا مُحَمَّدَنِ الْوَ سِيلَةَوَ الْفَضِيلَةَوَ الدَّرَ جَةَالرَّ فِيْعَةَوَ ابْعَثْهُمَقَامًامَحْمُوْ دَنِ الَّذِیْ وَعَدتَّهٗ)

اور (پھر کہے) درودو سلام کے بعد،(اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامة.... الخ اے اللہ اس مکمل دعوت [مراد اذان] اور قائم ہونے والی نماز کے رب ہمارے سردار محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت اور درجۂ عالیہ عطا فرما اور ان کو مقامِ محمود پر پہنچا جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے)

وسیلہ: جنت کے اعلی مقام میں ایک جگہ ہے (شرح هیتمی مع علی مختصر فی حواشی المدنیه ص ٢٢٥ ج ١)

مقام محمود کی تعریف: مقام محمود کہتے ہیں: مقام شفاعت کو یعنی وہ جگہ جہاں قیامت کے دن شفاعت ہوگی۔

دعا پڑھنا مستحب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ بنی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص یہ کہے اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت نصیب ہوگی۔

حکمت سوال

ہمارے نبی محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مقام محمود پر پہنچانے کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ کا وعدہ یقینی ہے پھر اذان کے بعد کی دعا پڑھنے میں ہمارے نبی محمد ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ سے مقامِ محمود کا سوال کرنے میں کیا حکمت ہے۔۔؟۔۔ ایک حکمت یہ ہے کہ آپ ﷺ کی شرافت و عظمت کا اظہار ہو، (شرح هیتمی فی حواشی المدنیه ص ۲۲۶ ج۱) دوسری حکمت یہ ہے کہ: اس میں اشارہ ہے کہ اپنے علاوہ کے لئے دعا مانگنا مستحب ہے۔ تیسری حکمت یہ ہے کہ:

ایصالِ ثواب کے لئے۔ مصنف نے اذان واقامت کے بعد درود ودعا پڑھنے کو مستحب فرمایا ہے لیکن کوئی شخص اقامت سے پہلے پڑھے تب بھی مسنون ہے، **[قوله بعد الفراغ من الاذان والاقامة] اما قبلهما ففی الاقامة یسن وفی الاذان لایسن** (اقناع مع حاشیه ص ۱۳۰ ج۱) صاحب اقناع کا قول کہ اذان واقامت سے فارغ ہونے کے بعد درود ودعا پڑھنا ہے بہر حال اذان واقامت ان دونوں میں سے اقامت کے پہلے درود ودعا پڑھنا مسنون ہے اور اذان سے پہلے پڑھنا مسنون نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

مصنفؒ نماز سے پہلے کی مطلوبہ سنن اذان واقامت سے فارغ ہوئے اب ان شرائط کو شروع فرمارہے ہیں جو نماز میں داخل ہونے کے بعد مطلوب ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:

(بَابُ طَهَارَةِ الْبَدَنِ وَالثَّوْبِ وَمَوْضِعِ الصَّلَاةِ)

(بدن اور کپڑے اور موضع نماز کی پاکی کا بیان)

شیخ الاسلامؒ اور ابی شجاعؒ وغیرہما نے تمام شروطِ نماز کو ایک ہی باب میں جمع فرمایا ہے لیکن مصنف نے تین ابواب میں وہ یہ :(۱) باب طهارة البد ن ۔۔الخ (۲)باب ستر العورة (۳)باب استقبال القبلة، تمام شرطوں میں: طہارت، ستر العورة اور استقبال قبلہ اہم ہونے کی وجہ سے ہر ایک کا الگ الگ باب ذکر فرمایا ہے لیکن باب الطهارة ان دونوں سے بھی زیادہ اہم اور اعظم ہونے کی بناء پر اس کو ان دونوں سے مقدم ذکر فرمایا۔

(وَطَهَارَةُ الْبَدَنِ وَالْمَلْبُوْسِ وَاِنْ لَمْ يَتَحَرَّكْ بِحَرْكَتِهِ، اور پاکی) شرط ہے (بدن اور کپڑے کی اگرچہ کپڑا حرکت نہ کرے مصلی کی حرکت سے)یعنی کپڑے کا بھی پاک ہونا شرط ہے چاہے کپڑا مصلی کی حرکت سے حرکت کرے یا نہ کرے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَثِيَابَكَ فَطَهِّر (سورۂ مدثر آیت نمبر ٤) اور حدیث میں ہیکہ جب تم میں سے کسی کی نماز میں ریح خارج ہو تو اس کو چاہیئے کہ لوٹے اور وضو کرے اور اپنی نماز کو دہرائے اور دوسری حدیث میں ہے کہ: "تنزهوا من البول فان عامة عذاب القبر منه" تم پیشاب کی چھینٹوں سے بچو اس لئے کہ عامۃً عذاب قبر اسی سے ہوتا ہے، اس حدیث میں نجاست سے بچنے کا حکم ثابت ہوا اور یہ حکم نماز کے علاوہ میں واجب نہیں ہے تو نماز میں واجب ہوگا، ہاں لیکن نماز سے باہر نجاست بدن اور کپڑے کو لگانا بغیر حاجت کے حرام ہے،(شرح هيتمى مع على مختصر فى حواشى المدنيه ص ٢٦٩ج١)

(وَمَا يَمَسُّهُمَا وَمَوَاضِعِ الصَّلَاةِ شَرْطٌ لِصِحَّةِ الصَّلَاةِ، اور بدن اور کپڑے کو چھونے والی چیز کا) پاک ہونا بھی شرط ہے (اور نماز کی جگہوں کا) پاک ہونا،

(شرط ہے نماز صحیح ہونے کے لئے) یعنی بدن، کپڑا اور ان دونوں کو چھونے والی چیز اور مواضعِ نماز کا پاک ہونا شرط ہے، صحتِ نماز کے لئے جیسا کہ مذکورہ بالا دلائل سے معلوم ہوا۔

نماز کے لئے مکان کی صفائی اور لباس کی ستھرائی کا راز

ناپاکی اور میل سے شیاطین کو مناسبت ہے اس لئے خدا تعالیٰ کے حضور میں کھڑے ہونے کے وقت شیاطین کے ساتھ مناسبت رکھنے والی اشیاء سے قطع تعلق اور کنارہ چاہئے، ورنہ حضور دل میں خلل ہو گا۔ (احکام الاسلام ص ٨١ ج ١) بدن میں منہ، ناک اور آنکھ کا اندرونی حصہ بھی داخل ہے (تقر یرات نفیسیه فی حواشی المدنیه ص ٢٧٠ ج ١) لہذا پاکی سے متعلق جو حکم بدن کے لئے ہے وہی حکم ان کے لئے بھی ہو گا۔

(وَلَوْ قَبَضَ طَرَفَ حَبْلٍ او رَبَطَهُ مَعَهُ وَطَرَفُهُ الاٰخَرُ مُتَّصِلٍ بِنَجِسٍ لَمْ تَصِحَّ صَلاَتُهُ وَلَوْ تَنَجَسَ بَعْضُ بِسَاطٍ فَصَلّٰى عَلىَ مَوْضِعٍ طَاهِرٍ مِنْهُ وَتَحَرَّكَ الْبَاقِي بِحَرَكَتِهِ اَو عَلَى سَرِيْرٍ قَوَائمه عَلَى نَجِسٍ وَيَتَحَرَّكُ بِحَرَكَتِهِ صَحَّتْ صَلاَتُهُ، اور اگر مصلی رسّی کے کنارہ کو پکڑے یا رسی کو اپنے ساتھ باندھے درانحالیکہ رسی کا دوسرا کنارہ متصل) یعنی ملا ہوا (ہو نجاست سے تو مصلی کی نماز صحیح نہ ہو گی) اگرچہ طرف آخر حرکت نہ کرے مصلی کی حرکت سے، اس لئے کہ مصلی ایسی چیز کو اٹھائے ہوئے ہے جو نجاست سے متصل ہے، یہی حکم ہو گا عمامہ اور ٹائی وغیرہ کا (اور اگر فرش) چٹائی (کی بعض جگہ ناپاک ہو اور مصلی نماز پڑھے فرش کی پاک جگہ پر اور باقی) یعنی ناپاک (جگہ حرکت کرے مصلی کی حرکت سے یا مصلی ایسے تخت پر نماز پڑھے جس کے قواعد ناپاک جگہ پر ہو اور وہ تختہ حرکت کرے مصلی کی حرکت سے تو مصلی کی نماز صحیح ہو گی) مذکورہ دونوں صورتوں میں اس لئے کہ وہ ان صورتوں میں نجاست کو اٹھانے والا نہیں ہے اور نماز اس وقت صحیح نہیں ہوتی جبکہ وہ نجاست کو اٹھانے والا ہو۔

قواعد: یعنی وہ چیزیں جن پر تختہ رکھا جاتا ہے جیسے چارپائی کا تختہ جن پر رکھا گیا ہے ان کو قواعد کہتے ہیں، لیکن آج قواعد کو پہئیے کہتے ہیں، حالاتِ حاضرہ کی چیزیں مثلاً قالین وغیرہ کا حکم بھی مذکورہ فرش کی طرح ہو گا۔

(وَالنَّجَاسَۃ غیر الدَّمِ اِنْ لَمْ یَدْرِ کْھَا طَرْف یُعْفٰی عَنْھَاوَاِنْ اَدْرَ کَھَا لَمْ یُعْفَ عَنْھَا اِلاَّ عَنْ دَمِ بَرَاغِیْثَ وَقَمْلٍ وَغَیْرِ ھِمَا مِمَّا لا نَفْسَ لَہُ سَائِلَۃ فَیُعْفَی عَنْ قَلِیْلِہٖ وَکَثِیْرِہٖ وَاِنِ اُنْتَشَرَ بِعَرَقٍ، اور خون کے علاوہ نجاست) میں تفصیل ہے وہ یہ (:اگر آنکھ اسے دیکھ نہ سکے) مثلاً پیشاب کا قطرہ بہت ہی باریک کہ وہ دیکھنے والے سے پوشیدہ رہے (تو ایسی نجاست سے در گزر کیا گیا ہے اور اگر آنکھ اسے) یعنی نجاست کو (دیکھ سکے تو ایسی نجاست سے در گذر نہیں کیا گیا ہے) اس سے نماز کے لئے طہارت شرط ہے (مگر پسّو اور جوں اور ان دونوں کے علاوہ وہ جانور جس میں بہنے والا خون نہیں ہوتا ان کے تھوڑے اور زیادہ خون سے در گزر کیا گیا ہے اگرچہ خون پسینہ سے پھیل جائے) مطلب یہ ہیکہ پھر بھی در گذر کیا گیا ہے عموم بلوی کی بناء پر مصنفؒ کی اس عبارت میں براغیث کے کثیر خون کی معافی صرف ملبوس کپڑے کے ساتھ خاص ہے اس کو مستثنیٰ سمجھا جائے گا جیسا کہ شارحؒ فرماتے ہیں:**فدم البرا غیث یعفی عن کثیرہ فی الثوب الملبوس ،واما فی الثوب المفروش اوالمحمول فلایعفی الا عن قلیلہ**(انوار المسالک ص ٤١) براغیث کے کثیر خون سے در گزر کیا گیا ہے پہنے ہوئے کپڑے میں بہر حال مفروش یا محمول کپڑے میں در گزر نہیں کیا گیا ہے مگر تھوڑے خون سے وہ جانور جس میں بہنے والا خون نہیں ہوتا اس کا حکم بھی براغیث کی طرح ہو گا، مذکورہ حکم خون کے علاوہ نجاست کا ہوا اب خون کا حکم بیان فرمارہے ہیں وہ یہ:(**وَاَمَّا الدَّمُ وَالقَیۡحُ فَاِنْ کَانَ مِنْ اَجْنَبِیٍّ عُفِیَ یَسِیْرِہٖ،** اور بہر حال خون اور پیپ اگر اجنبی کا ہو تو تھوڑے خون اور پیپ سے در گذر کیا گیا ہے) بچنا دشوار ہونے کی بناء پر، البتہ زیادہ معاف نہیں کیونکہ اس سے بچنا دشوار نہیں ہے، لیکن اجنبی کے خون یا پیپ کو اپنے بدن پر ملنا حرام ہے چاہے تھوڑا ہو۔

و کذالو اخذ دما اجنبیا و لطخ بہ نفسہ ای بدنہ او ثوبہ فانہ لا یعفی عن شئی منہ لتعدیہ بذلک فان التضمخ بالنجاسۃ حرام (اقناع ص۸۲ ج ۱) اور اسی طرح اگر اجنبی خون [اور پیپ] لے اور اسے اپنے بدن یا کپڑے پر ملے تو تھوڑا خون [اور پیپ] بھی معاف نہیں ہے اس کی اس زیادتی کی بناء پر اس لئے کہ نجاست لگالینا حرام ہے۔

قلیل و کثیر کا مرجع

قلیل و کثیر کا مرجع عرف ہے یعنی لوگ جسے زیادہ سمجھے وہ زیادہ اور جسے کم سمجھے وہ کم، اگر کسی چیز کے بارے میں شک ہو جائے کہ تھوڑی ہے یا زیادہ تو اس کے لئے کم کا حکم ہو گا۔ دم اجنبی سے مراد: انسان اور اس کے علاوہ کا خون اور پیپ ہے اور خود اپنا خون علیحدہ ہونے کے بعد لگ جائے۔

مچھلی بازار میں اڑنے والے خون کے چھینٹوں کا حکم

مچھلی بازار وغیرہ میں اڑنے والے خون کے چھینٹے اگر کم ہوں تو معاف ہیں امّا دمٌ مَا لہ نفس سَائلۃ من ادم و سَائر الحیوانات ففیہ الاقوَال الثلاثہ۔ اصحھا۔ انہ یعفی عن قلیلہ وَلم یکلفوا ازالتہ للمشقۃ فی التحفظ منہ (المجموع ص ۱۴۲ ج۳) جن جانوروں میں دم سائل (بہنے والا خون) ہے اس کے متعلق تین اقوال ہیں جن میں اصح قول یہ ہے کہ تھوڑا خون معاف ہے اور اس کو زائل کرنے کا مکلف نہیں بنایا گیا اس سے حفاظت میں دشواری ہونے کی وجہ سے لیکن اگر زیادہ ہو تو معاف نہیں، مَا یعفٰی عن قلیلہ دون کثیرہ وھوَ دم الاجنبی (الاشباہ ص ۴۳۲) اجنبی کا تھوڑا خون معاف ہے زیادہ نہیں، خون اور پیپ ناپاک ہونے کے دلائل باب النجاسات میں ملاحظہ فرمائیں،

(وَاِنۡ کَانَ مِنَ الۡمُصلی عُفِیَ عَنۡ قَلِیۡلِہٖ وَ کَثِیۡرِہٖ سَوَاءٌ خَرَجَ مِنۡ بَثرَۃٍ عَصَرَھَا او مِنۡ دُمَّلٍ او قرحٍ او فَصۡدٍ او حِجَا مَۃٍ او غَیۡرِ ھَا، اور اگر) خون اور پیپ خود،

(مصلی کا ہو تو تھوڑے اور زیادہ خون و پیپ سے در گذر کیا گیا ہے چاہے پھنسی کو دبانے سے نکلے یا پھوڑے یا زخم یا فصد یا حجامت یا ان) مذکورہ چیزوں (کے علاوہ سے) نکلے۔

فصد اور حجامت کی تعریف

نشتر چبھو کر خون نکالنے کو فصد کہتے ہیں، پچھنہ لگا کر خون نکالنے کو حجامت کہتے ہیں۔ شارح فرماتے ہیں مصلی کا کثیر خون اور پیپ اس صورت میں معاف ہے جبکہ خود بخود نکلے اگر اس کے فعل مثلاً دبانے سے نکلے تو معاف نہیں ہو گا البتہ تھوڑا معاف ہو گا، (**وان کان من المصلی عفی عن قلیله و کثیره الخ**) **ان کان بغیر فعله و الا فلا یعفی الا عن القلیل منه** (فیض ص ۹۲ ج ۱) اور اگر مصلی کا ہو تو قلیل و کثیر خون اور پیپ سے در گذر کیا گیا ہے اگر مصلی کے فعل کے علاوہ سے ہو، ورنہ (یعنی فعلِ مصلی مثلاً دبانے سے ہو تو) صرف قلیل سے در گذر کیا گیا ہے۔

تعارض اور تطبیق

مصنفؒ کی عبارت: **وان کان من المصلی عفی عن قلیله و کثیره سواء خرج من بثرة عصرها ۔۔الخ** اور شارحؒ کی عبارت: (**وان کان من المصلی عفی عن قلیله و کثیره ۔۔الخ**) **ان کان بغیر فعله و الا فلا یعفی الا عن القلیل منه** (فیض ص ۹۲ ج ۱) ان دونوں عبارتوں میں تعارض ہوا لہذا تطبیق اس طرح ہو گی کہ ملبوس کپڑے کی حاجت کے پیش نظر مصنف نے کثیر خون و پیپ کو بلا کسی قید الخ یعنی چاہے پھنسی کو دبا کر نکلا ہو یا بغیر دبائے معاف فرمایا ہے اور آپ کی عبارت میں لفظِ " مصلی " بدرجۂ اولی حاجت کا متقاضی ہے جیسا کہ براغیث کا کثیر خون معاف ہے ملبوس کپڑے میں (حاجت کے پیش نظر) نہ کہ مفروش یا محمول کپڑے میں، **فدم البراغیث یعفی عن کثیره فی الثوب الملبوس، واما فی الثوب المفروش او المحمول فلا یعفی الا عن قلیله** (انوار المسالک ص ۴۱) **اذا فرش الثوب الذی فیه ذلک (المعفو عنه لغیر ضرورة) او**

حاجة و صلی فیه (فیعفی عن قلیله دون کثیره) اذلا مشقة فی تجنبه، بخلاف مالو لبسه لغرض صحیح کتجمل فانه یعفی حتی عن کثیره، (شرح هیتمی مع علی مختصر فی حواشی المدنیه ص ۲۷۳ ج ۱) لہذا مصنفؒ کی عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ مصلی کا قلیل و کثیر خون اور پیپ جو معاف ہے وہ ملبوس کپڑے کی وجہ سے ہے ورنہ مسئلہ وہی ہے جو شارح فرماتے ہیں: کہ اگر فعلِ مصلی کے بغیر نکلے تو کثیر بھی معاف ہے اور اگر فعل سے نکلے تو صرف قلیل ہی معاف ہے جیسا کہ اقناع میں ہے: وعن دم نحو براغیث و دمامیل کقمل وعن فصد و حجم بمحلهما وعن روث ذباب و ان کثر ماذکر ولو بانتشار عرق لعموم البلوی بذلک لا ان کثر بفعله فان کثر بفعله کان قتل براغیث او عصر الدم لم یعف عن الکثیر عرفا کما هو حاصل کلام الرافعی والمجموع (ص ۱۱۲ ج ۱)

درگذر کیا گیا ہے براغیث و دمامیل جیسی چیزوں کے خون سے جیسے قمل، فصد اور حجامت کے خون اور انکے محل سے، اور مکھی کی بیٹ سے اگرچہ مذکورہ چیزیں کثیر ہو جائیں اگرچہ پسینہ کے انتشار سے عموم بلوی کی وجہ سے ان امور میں، معاف و درگذر نہیں کیا جائیگا اگر اس کے فعل سے کثیر ہو جائے، پس اگر کثیر اس کے فعل سے ہو جیسے براغیث کو قتل کیا یا خون نچوڑا تو اگر اتنا خون نکلا کہ عرف میں کثیر کہا جائے تو معاف نہیں ہوگا جیسا کہ یہ رافعی اور مجموع کے کلام کا حاصل ہے۔

(وَاَمَّا مَاءُ الْقُرُوْحِ، وَالنَّفَاطَاتُ اِنْ کَانَ لَهُ رَائحَة کَرِیهَة فَهُوَ نَجِس وَاِلاَّ فَلاَ،

اور بہر حال زخموں اور آبلوں کا پانی اگر اس سے بدبو آتی ہو تو وہ) یعنی پانی، (ناپاک ہے ورنہ نہیں۔) یعنی بو ہی نہ ہو یا بو ہو لیکن بدبو نہ ہو تو مذکورہ پانی ناپاک نہ ہوگا،

نفاطات: آبلوں کو کہتے ہیں جو جلنے وغیرہ کے سبب جسم پر آتے ہیں اور ان میں پانی ہوتا ہے۔ واما ماء القروح فان کان له رائحة فهو نجس وان لم یکن رائحة فهو طاهر (مهذب) اگر زخموں کے پانی سے بُو آتی ہو تو ناپاک (چونکہ ناپاکی کی علّت بُو کا آنا ہے) ورنہ

پاک، مذکورہ ناپاک پانی کو چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ معاف قرار دیا گیا ہے (شرح هیتمی مع علی مختصر فی حواشی المدنیه ص ٢٧٤ ج ١) اسی طرح شارح بھی فرماتے ہیں:
(واما ماء القروح والنفاطات ان کان له رائحة کریحة فهو نجس) ولکنه یعفی عنه، (انوار المسالک ص ٤١) (وَلَوْ صَلّٰی بِنَجَاسَةٍ جَهِلَهَا اَوْ نَسِیَهَا ثُمَّ رَاٰهَا بَعْدَ فَرَاغِهٖ اَعَادَهَا، اور اگر کوئی شخص نماز پڑھے) غیر معفو عنها، (نجاست کے ساتھ جس سے مصلی ناواقف ہو یا) واقف ہو لیکن (نجاست کو بھول گیا ہو پھر نماز سے فارغ ہونیکے بعد نجاست نظر آئے تو نماز کو لوٹائے) لوٹانا واجب ہے وقت میں اگر باقی ہو، اور اگر وقت باقی نہ ہو تب بھی نماز کو لوٹانا واجب ہے لیکن یہ نماز قضاء شمار ہو گی، کوتاہی کی وجہ سے جو ترک طہارت سے ہوئی اور اس لئے بھی کہ یہ طہارت واجب ہے جو جہل سے ساقط نہیں ہوتی جیسے طہارتِ حدث [اس میں نسیان اور جہل کا اعتبار نہیں ہوتا]۔

اعادہ کی تعریف

اعادہ کہتے ہیں عبادت کو وقتِ اداء میں مکمل طور پر اداء نہ کرنے کی بناء پر وقت اداء ہی میں اس کو مکمل طور پر لوٹانا، (تیسیر الاصول ص ١٢٢)

(او فِیْهَا بطلَتْ، یا نماز کی حالت میں نجاست نظر آجائے تو نماز باطل ہو گی) [کیونکہ جس طرح ترکِ طہارت کی وجہ سے فراغتِ نماز کے بعد نجاست نظر آنے پر نماز کو لوٹانا واجب ہے اسی طرح دورانِ نماز نظر آنے پر بھی نماز باطل ہو گی کیونکہ شرطِ طہارت مفقود ہے۔] (وَلَو اَصَابَهُ طِیْنُ الشَّوَارِعِ فَاِنْ لَمْ یَتَحَقَّقْ نَجَاسَتَهُ فَهُوَ طَاهِرٌ وَاِنْ تَحَقَّقَهَا عُفِیَ عَنْ قَلِیْلِهٖ عُرْفًا یَتَعذَّرُ الاِ حْتِرَازُ مِنْهُ، اور اگر مصلی کو) جیسے نماز کے لئے جاتے وقت (راستہ کی مٹی لگ جائے اور اس کو) یعنی مصلی کو (اگر یقین نہ ہو مٹی کی نجاست کا تو وہ) یعنی مٹی (پاک ہے اور اگر) مٹی کی (نجاست کا یقین ہو تو) وہ ناپاک ہے لیکن (عرفاً تھوڑی مٹی سے درگزر کیا گیا ہے اور عرف میں تھوڑی مٹی کہتے ہیں جس سے

بچنا دشوار ہو) اگر بچنا غالباً دشوار نہ ہو تو تھوڑی بھی مٹی معاف نہ ہو گی، عبارت کا مطلب یہ ہے کہ: ہَوَایا چلنے وغیرہ کی وجہ سے جس راستہ کی مٹی لگ جائے اس راستہ کی پاکی یا ناپاکی سے مٹی کے پاک یا ناپاک ہونے کا یقینی فیصلہ کرے،

(وَیَخْتَلِفُ بِالْوَقْتِ کَانْ کَانَ اَیَّامَ الْاَمْطَارِ، اور) تھوڑی مٹی سے در گذر کرنا، (مختلف ہوتا ہے وقت کے اعتبار سے جیسے کہ بارش کے دن ہوں) [یعنی مٹی کی جو مقدارِ قلیل بارش کے علاوہ دنوں میں معاف ہو گی وہ بارش کے دنوں میں نہیں ہو گی کیونکہ ان دنوں میں مٹی کم ہوتی ہے لہذا بارش کے دنوں میں مقدارِ قلیل کا اعتبار ان کے مطابق ہو گا] اسی طرح جو مقدار قلیل سردی کے موسم میں معاف ہو گی وہ گرمی کے موسم میں نہیں ہو گی اس لئے کہ سردی کے موسم میں مٹی کی کثرت ہوتی ہے۔ نہ کہ گرمی کے موسم میں لہذا سردی کے موسم میں بچنا دشوار ہو گا بہ نسبت موسمِ گرما کے اس لئے گرمی کے موسم میں اس کے مطابق مقدارِ قلیل کا اعتبار ہو گا۔

(وَبِمَوْضِعِهِ مِنَ الْبَدَنِ وَالثَّوْبِ اور) تھوڑی مٹی سے در گذر کرنا مختلف ہوتا ہے، (بدن اور کپڑے کی جگہ کے اعتبار سے) لہذا جو مقدار قلیل کپڑے کے نچلے حصہ میں معاف ہو گی وہ بالائی حصہ میں نہیں ہو گی۔ [کیونکہ بالائی حصہ میں مٹی کم لگتی ہے] **فیعفی فی الذیل والرجل فی زمن الشتاء عمالا یعفی عنہ فی الکم والید والذیل والرجل زمن الصیف**(شرح ھیتمی مع علی مختصر فی حواشی المدنیہ ص۲۷۳ ج۱) در گذر کیا جائے گا جس مقدارِ قلیل سے دامن اور پاؤں میں سردی کے موسم میں اس [مقدارِ قلیل] سے در گذر نہیں کیا جائے گا آستین، اور ہاتھ میں، دامن اور پاؤں میں موسمِ گرما کے وقت، راستہ کی مٹی کے جو احکام مذکور ہوئیں وہی احکام راستہ کے پانی کے بھی ہوں گے (وَلَایُعْفیٰ عَنْ کَثِیْرِہٖ، اور در گذر نہیں کیا جائے گا ناپاک مٹی کی کثرت سے) یعنی جس سے بچنا غالباً دشوار نہ ہو۔

(وَمَنْ عَجَزَ عَنْ إِزَالَةِ نَجَاسَةٍ بِبَدَنِهِ او حُبِسَ فِي مَوْضِعٍ نَجِسٍ صَلَّى وَأَعَادَ، اور جو شخص عاجز ہو اپنے بدن) یا کپڑے (کی نجاست دور کرنے سے یا قید کیا گیا ہو ناپاک جگہ میں) جس کی بناء پر بدن یا کپڑے کی نجاست دور کرنا ممکن نہ ہو (تو) واجب ہے کہ (نماز پڑھے) [تاکہ قضاء نہ ہو] (اور لوٹائے) یعنی بدن یا کپڑے کی نجاست دور کرنے کی عاجزی کا عذر ختم ہونے اور قید سے رہائی کے بعد نماز کو لوٹائے [اور یہ واجب ہے] کیونکہ نجاست کے ساتھ پڑھی گئی۔

(وَيَنْحَنِي لِسُجُودِهِ بِحَيْثُ لَوْ زَادَ اَصَابَهَا وَيَحْرُمُ وَضْعُ الْجَبْهَةِ عَلَيْهَا، اور) ناپاک جگہ میں قید کے وقت (اپنے سجدہ کے لئے اتنا جھکے کہ اگر اس سے زیادہ جھکے تو نجاست لگ جائے اور حرام ہے پیشانی نجاست پر رکھنا) اس لئے کہ بدن کا کچھ حصہ نجاست سے لگا ہوا ہے، پیشانی لگائے گا اتنا اور حصہ نجاست سے لگے گا تو پیشانی نہ لگائے تاکہ اتنا حصہ دور رہے اور بدن سے ملنے والی نجاست کم ہو۔

(وَلَوْ عَجَزَ عَنْ تَطْهِيْرِ ثَوْبِهِ صَلَّى عُرْيَانًا بِلاَ اِعَادَةٍ، اور اگر عاجز ہو اپنے ناپاک کپڑے کو پاک کرنے سے تو ننگا ہو کر نماز پڑھے بغیر لوٹائے) یعنی حالتِ عریانیت میں پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ نہیں ہے اس لئے کہ یہ عاجز فاقد الستر ۃ [یعنی سترہ نہ پانے والے شخص] کے مانند ہوا کیونکہ ناپاک کپڑے کا ہونا نہ ہونے کی طرح ہے لہذا وہ عاجز شخص گویا فاقد الستر ۃ ہوا،

(وَلَوْ لَمْ يَجِدْ اِلاَّ حَرِيْرًا صَلَّى فِيْهِ اور اگر مصلی) کوئی کپڑا، (نہ پائے سوائے ریشمی کپڑے کے تو اس) ریشمی کپڑے (میں نماز پڑھے) اور ایسی صورت میں یہ پہننا حرام نہ ہو گا اس لئے کہ ریشمی کپڑا پہننے کے چند اعذار میں سے ایک عذر یہ صورت بھی ہے لیکن نماز سے فارغ ہونے کے بعد اتارے [ضروری ہے] چونکہ فراغتِ نماز کی وجہ سے ریشمی کپڑا پہننے کا عذر ختم ہوا۔

(وَاِنْ خَفِيَتِ النَّجا سَةُ فِيْ ثَوْبٍ وَجَبَ غَسْلُهُ كُلِّهِ وَلاَ يَجْتَهِدُ، اور اگر نجاست پوشیدہ ہو کپڑے میں) مثلاً پیشاب وغیرہ خشک وغیرہ ہونے کی وجہ سے کپڑے کے کس حصہ میں لگی ہوئی ہے معلوم نہ ہو (تو واجب ہے کہ اس پورے کپڑے کو دھوئے) یقینِ طہارت کے لئے (اور اجتہاد نہ کرے) نجاست کی جگہ میں اس لئے کہ مذکورہ کپڑا ایک ہے اور اجتہاد کسی بھی دو چیزوں میں ہوتا ہے نہ کہ ایک چیز میں اور یہ قول معتمد ہے (فَاِنْ اَخْبَرَهُ ثِقَةٌ بِمَوْ ضِعِهَا اعْتَمَدَ هُ اگر اس کو) یعنی صاحبِ ثوب کو (معتبر آدمی خبر دے) کپڑے میں بالتعیین (ناپاک جگہ کی تو وہ) یعنی صاحبِ ثوب (مُخبِر کی خبر پر بھروسہ کرے) مطلب یہ ہیکہ خبر کے مطابق عمل کرنا لازم ہوگا وہ یہ کہ خبر سے تعیین شدہ صرف ناپاک جگہ کو دھوئے نہ کہ اس کے علاوہ کو۔

(وَاِنِ اشْتَبَهَ طَاهِرٌ بِمُتَنَجِّسٍ اِجْتَهَدَوَاِنْ اَمْكَنَ طَاهِرٌ بِيَقِيْنٍ او غَسْلُ اَحَدِهِمَا، اور اگر نماز کا ارادہ کرنے والے پر پاک کپڑا مشتبہ ہو ناپاک کپڑے سے تو اجتہاد کرے) کیونکہ ایک سے زائد دو کپڑے ہیں اور اجتہاد دو چیزوں میں ہوتا ہے، (اگرچہ ممکن ہو ایسے کپڑے کا حصول جس کی پاکی یقینی ہو یا دونوں میں سے ایک کا دھونا ممکن ہو) اس صورت میں اجتہاد کرنا مستحب ہے، لیکن اگر ایسے کپڑے کا حصول جس کی پاکی یقینی ہو ممکن نہ ہو یا ایک کا دھونا ممکن نہ ہو تو اجتھاد واجب ہے۔

(مصنفؒ کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ: شبہ ہو جائے کہ یہ کپڑا پاک ہے یا وہ پھر اگر تیسرا پاک کپڑا ملنا ممکن ہو یا ان دونوں میں سے ایک کا دھونا ممکن ہو تو اجتہاد مستحب ہوگا ورنہ واجب۔)

(فَاِنْ تَحَيَّرَ صَلَّى عُرْيَانًا وَاَعَادَ اِنْ لَمْ يُمْكِنْهُ غَسْلُ ثَوْ بِهِ فَاِنْ اَمْكَنَ وَجَبَ وَاِذَاغَسَلَ مَا ظَنَّهُ نَجِسًا صَلَّى فِيْهِمَا مَعًا، اگر مجتہد) اپنے اجتہاد میں (پریشان ہو) یعنی

درست بات ظاہر نہ ہو، (تو برہنہ نماز پڑھے اور لوٹائے اگر مجتہد متحیر کے لئے ممکن نہ ہو اپنا کپڑا دھونا) اجتہاد میں پریشان رہنے کی بناء پر (اور اگر ممکن ہو تو واجب ہے) کہ دھوئے اور برہنہ نماز نہ پڑھے (اور جب اس کپڑے کو دھوئے جس کے بارے میں) اجتہاد کی وجہ سے (ناپاکی کا گمان ہے تو دونوں کپڑوں میں ایک ساتھ نماز پڑھے) اس لئے کہ دونوں پاک ہے ایک دھونے کی وجہ سے اور دوسرا حکمِ اصل کی وجہ سے کیونکہ جب ایک کا ناپاک ہونا اجتہاد کی وجہ سے متعین ہوا اس لئے اس کو دھوکر پاک قرار دیا گیا تو دوسرے کا بغیر دھوئے پاک ہونا بھی متعین ہو گیا۔

(او فِي كُلٍّ مُنْفَرِدًا وَلَوْ صَلَّى بِلاَ اِجْتِهَادٍ فِيْ كُلِّ ثَوْبٍ مَرَّةٍ لَمْ تَصِحَّ، یا) دونوں میں سے (کسی ایک میں) نماز پڑھے تب بھی صحیح ہوگی اس لئے کہ دونوں کپڑے اجتہاد کے مطابق پاک ہیں (اور اگر بغیر اجتہاد کے نماز پڑھے ہر ایک) الگ الگ (کپڑے میں ایک ایک مرتبہ تو) بھی (صحیح نہ ہوگی) ہر ایک مرتبہ میں ناپاک کپڑے کے وجود کا احتمال ہونے کی بناء پر [کیونکہ بغیر اجتہاد کے مصلی کے حق میں دو میں سے ایک کپڑا ناپاک ہے] (وَلَوْ خَفِيَتِ النَّجَاسَةُ فِيْ فَلاَةٍ صَلّٰى حَيْثُ شَاءَ بِلاَ اِجْتِهَادٍ، اور اگر نجاست پوشیدہ رہے وسیع صحرا میں) مراد وہ جگہ جس پر کسی طرح کی تعمیر نہ ہو (تو جس جگہ چاہے بغیر اجتہاد کے نماز پڑھے) لیکن ایک سے زائد کئی لوگوں کو بیک وقت نماز پڑھنا ہو اور ساری جگہ نمازیوں سے محیط ہو تو مقدارِ نجاست جگہ کو چھوڑ کر بغیر اجتہاد کے نماز پڑھنا اس صورت میں بھی جائز ہے جیسا کہ شارح فرماتے ہیں: (ولو خفيت النجاسة فی فلاة صلى حيث شاء بلا اجتهاد) (لاتساعها والاتساع والضيق بالعرف فله ان يصلى فى المتسع الى ان يبقى موضع قدر النجاسة) (انوار المسالک ص ٤٢) اور اگر نجاست پوشیدہ رہے وسیع صحرا میں تو جس جگہ چاہے بغیر اجتہاد کے نماز پڑھے اس کے وسیع ہونے

کی بناء پر، وسعت اور تنگی کا مدار عرف پر ہے، مصلی کے لئے [جبکہ ایک سے زائد ہوں] جائز ہے کہ نماز پڑھے وسیع جگہ میں یہاں تک کہ مقدار نجاست جگہ کو باقی رکھے۔

(او فِي اَرْضٍ صَغِيْرَةٍ اوفِي بَيْت وَجَبَ غَسْلُ الْكُلِّ، لیکن اگر) نجاست پوشیدہ ہو (چھوٹی زمین میں) اس کا اعتبار عرفاً ہوگا، (یا) تنگ، (کمرہ میں تو واجب ہے) نماز کا ارادہ رکھنے والے پر (تمام حصوں کا دھونا) یعنی مکمل چھوٹی زمین اور تنگ کمرہ کو دھونا اس لئے کہ زمین و کمرہ کے حصوں میں سے ہر ایک کے حصہ میں وجودِ نجاست کا احتمال ہے۔

(وَلَوِ اشْتَبَهَ بَيْتَانِ اجْتَهَدَ، اور اگر) نماز کا ارادہ رکھنے والے پر (دو) تنگ (کمرے مشتبہ ہوں) طہارت اور نجاست کے بارے میں (تو اجتہاد کرے) اور اس تنگ کمرہ میں نماز پڑھے جو اجتہاد کے مطابق پاک ہو،

(وَلاَتَصِحُّ فِيْ مَقْبَرَةٍ عَلِمَ نَبْشَهَا وَاخْتِلاَطَهَا بِصَدِيْدِ الْمَوْتَى فَاِنْ لَمْ يَعْلَمْ نَبْشَهَا كُرِهَتْ وَصَحَّ، اور صحیح نہیں ہے قبرستان میں) نماز پڑھنا جن کی (قبروں کو کھودنے کا اور اس کی مٹی کے مردہ کے پیپ کے ساتھ مخلوط ہونے کا علم ہو تو) بشرطیکہ ان صورتوں میں کوئی چیز بچھائے بغیر نماز پڑھے، بچھا کر پڑھے تو صحیح ہوگی لیکن مکروہ، (اور اگر قبروں کو کھودنے کا علم نہ ہو تو) اس قبرستان میں نماز پڑھنا (مکروہ ہے لیکن صحیح ہے) [صحیح اس وجہ سے ہوگی کہ مٹی کا مردہ کے پیپ سے مخلوط ہونا یقینی نہیں] کراہت کا سبب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے قبرستان میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

صدید کی تعریف

پہلی تعریف: (والصدید) وهو ماء رقيق مختلط بدم او دم مختلط بقيح (شرح هيتمى مع على مختصر فى حواشى المدنيه ص ۲۷۳ ج ۱) صدید کہتے ہیں: پتلے پانی کو جو مخلوط ہوتا ہے خون کے ساتھ یا خون مخلوط ہوتا ہے پیپ کے ساتھ۔

دوسری تعریف: (الصدید) مص القیح المختلط بالدم(منجد الطلاب ص ۳۹۷)

صدید کہتے ہیں: پیپ کو جو مخلوط ہوتا ہے خون کے ساتھ۔ **اما حکم المسالة فان تحقق ان المقبرة منبوشة لم تصح صلاته فیها بلا خلاف اذالم یبسط تحته شیء و ان تحقق عدم نبشها صحت بلا خلاف وهی مکروهة کراهة تنزیه (لانها مدفن النجاسة) وان شک فی نبشها فقولان اصحهما تصح الصلاة مع الکراهة** (مهذب مع المجموع ص ۱٦٤ج۳) متحقق اور یقینی طور پر منبوش قبر کے پاس کوئی چیز بچھائے بغیر نماز پڑھے تو صحیح نہ ہوگی اگر منبوش نہ ہونا متحقق اور یقینی ہو اور نماز پڑھے تو صحیح ہوگی لیکن مکروہ کیونکہ یہ نجاست کا مدفن ہے اور اگر منبوش ہونے میں شک ہو تو دو قول ہیں جن میں اصح قول یہ ہے کہ نماز صحیح ہوگی لیکن مکروہ۔

(وَتُكْرَهُ فِيْ حَمَّامٍ، اور مکروہ ہے) نماز پڑھنا (حمام میں) [پاک جگہ پر] اس لئے کہ یہ شیاطین کی پناگاہ ہے اور نجاست سے خالی نہیں ہوتی [ناپاک جگہ پر پڑھنے سے تو نماز ہی صحیح نہ ہوگی کیونکہ طہارت شرط ہے]

(وَمَسلَخِةٍ وَقَارِعَةِ الطَّرِيْقِ اور) مکروہ ہے نماز پرھنا (کپڑے اتارنے کی جگہ میں) اس لئے کہ یہ نجاست سے خالی نہیں ہوتی (اور) مکروہ ہے نماز پڑھنا (راستہ میں جو عام گزر گاہ ہو) اس لئے کہ گزر گاہ ہونے کی وجہ سے دل لوگوں کی طرف مائل ہوگا **[قوله و قارعة الطریق] وهی اعلاه وقیله صدره وقیل النازل منه قال فی المجموع وکله متقارب اهو المراد نفس الطریق اه**(حاشیۂ عمدة السالک ص ۱۱)

مصنفؒ کا قول " **قارعة الطریق** " اس سے مراد راستہ کا اعلی حصہ ہے، بعضوں نے کہا درمیانی حصہ اور بعضوں نے کہا اُتران والا حصہ، مجموع میں کہا ہے کہ یہ اقوال متقارب ہیں اھ صاحبِ حاشیہ فرماتے ہیں مراد نفسِ طریق ہے، لہذا قارعۃ الطریق کا معنی یہ ہوا: راستہ جو عام گزر گاہ ہو۔

چند علامتوں کی پہچان

الخ	مراد	الی آخرہ
اھ	”	انتھی
۱۲	”	حد کا عدد

(وَمَزْبَلَةٍ وَمَجْزَرَةٍ، اور) مکروہ ہے نماز پڑھنا (گوبر ڈالنے اور جانور ذبح کرنے کی جگہ میں) [اس لئے کہ یہ جگہیں نجاست سے خالی نہیں ہوتیں] (وَكَنِيْسَةٍ اور) مکروہ ہے نماز پڑھنا (نصاری) اور اسی طرح یہود (کی عبادت گاہ میں) [اس لئے کہ ان جگہوں میں غیر اللہ کی عبادت ہوتی ہے] اور یہ جگہیں شیاطین کی پناگاہ بھی ہیں (وَمَوْضِعِ مَكْسٍ، اور) مکروہ ہے، نماز پڑھنا (لوگوں کے اموال ناحق لینے کی جگہ میں) **علة الكراهة وجود الظلم فيه** (فیض ص ۹٤ ج ۱) لوگوں کے اموال ناحق لینے کی جگہ میں کراہتِ نماز کی علّت ظلم کا وجود ہے، لہذا مذکورہ جگہ کے علاوہ ہر ظلم کی جگہ میں نماز پڑھنا مکروہ ہوگا،

(وَخَمْرٍ وَظَهْرِ الْكَعْبَةِ، اور) مکروہ ہے نماز پڑھنا (شراب کی جگہ میں) نجاست کی بناء پر (اور) مکروہ ہے، نماز پڑھنا (کعبہ کی چھت پر) **قوله وظهر الكعبة اى سطحها لورود النهى عنه فى حديث لكن سنده ليس بقوى وقد حمله بعضهم على ما اذا كان على ظهرها وليس ثم شاخص من جزئها قدر ثلثى ذراع وحينئذ فيكون نهى تحريم لانها لا تصح فى هذه الحالة اه** (حاشیۂ عمدة السالک ص ۱۱) مصنفؒ کا قول: "**وظهر الكعبة**" یعنی کعبہ کی چھت پر [نماز مکروہ ہے] حدیث میں اس کی نہی وارد ہونے کی بناء پر لیکن اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے اور بعضوں نے اس کو محمول کیا ہے اس پر کہ جب کعبہ کی چھت پر ہو درانحالیکہ وہاں دو ثلث [یا زیادہ] کی مقدار کعبہ کا حصہ [بلند] نہ ہو تو ایسی صورت میں نہی تحریمی ہوگی اس لئے کہ اس حالت میں نماز صحیح نہیں ہوتی، (وَاِلَى

قَبْرٍ مُتَوَ جِّهًا اِلَيْهِ اور) مکروہ ہے، (قبر کی طرف رخ کئے ہوئے) نماز پڑھنا، لحدیث مسلم لا تجلسوا علی القبور و لا تصلوا الیها (فیض ص ۹٤ ج۱) حدیثِ مسلم کی بناء پر کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ اس کی طرف نماز پڑھو، اس حدیث کی بناء پر اگر نماز پڑھنا حرام کہا جائے تو بعید نہ ہو گا،

(وَاَعْطَانِ الْاِبِلِ اور) مکروہ ہے نماز پڑھنا (اونٹ باندھنے کی جگہ میں) تا کہ مصلی کو تشویش نہ ہو اور اس حدیث کی بناء پر کہ تم مرابض غنم [یعنی بکریوں کو باندھنے کی جگہ] میں نماز پڑھو نہ کہ اعطان ابل میں۔

(لَامُرَاحِ غَنَمٍ وَتَحْرُمُ فِي ثَوْبٍ وَاَرْضٍ مَغْصوبَيْنِ وَتَصِحُّ بِلَاثَوَابٍ، نہ کہ بکریوں کو باندھنے کی جگہ میں) یعنی مکروہ نہیں ہے مذکورہ حدیث کی بناء پر، (اور حرام ہے) نماز پڑھنا (مغصوب کپڑے اور مغصوب زمین میں لیکن) حرمت کے باوجود نماز (صحیح ہو گی ثواب ملے بغیر) اس لئے کہ یہ تحریم صحتِ نماز کے لئے مانع نہیں ہوتی، مطلب یہ ہیکہ نماز کا فریضہ ساقط ہو گا لیکن غصب کی وجہ سے گنہگار بھی ہو گا۔

(بَابُ سَترِ الْعَوْرَةِ)

(ستر چھپانے کا بیان)

(هُوَ وَاجِب بِالْاِ جْمَا عِ حَتّٰى فِي الْخَلَوَاتِ، ستر چھپانا بالا جماع واجب ہے یہاں تک کہ تنہائی میں بھی) اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ مستحق ہیں کہ اس سے شرم وحیا کی جائے، ستر چھپانے کا امر مطلق ہونے کی بناء پر خلوت میں بھی چھپانا واجب ہے، اجماع کی تعریف ابتداء میں ملاحظہ فرمائیں (اِلاَّ لِحَا جَةٍ، مگر حاجت کی بناء پر) کھلے ستر رہنا [صرف حاجت مکمل ہونے تک] جائز ہے، **ویجب ستر العورة فی غیر الصلاة ایضا ولو فی الخلوة الا لحا جة کا غتسال** (اقناع ص ۱۰۵ ج ۱) نماز کے علاوہ میں بھی ستر کا چھپانا واجب ہے اگر چہ خلوت میں ہو لیکن ضرورت کی بناء پر جائز ہے جیسے غسل [تکمیل ضرورت تک چونکہ عذرِ ضروری کی تکمیل سے حکم جواز ختم ہو جاتا ہے] مگر باستر ہو کر غسل کرنا افضل ہے،

(وَهُوَ شَرْ ط لِصِحَّة الصَّلاَةِ، اور ستر چھپانا شرط ہے نماز صحیح ہونے کے لئے) جبکہ چھپانے پر قادر ہو، اس لئے کہ جب نماز کے علاوہ میں ستر چھپانا واجب ہے تو مقتضی یہ ہوا کہ صحتِ نماز کے لئے بدرجۂ اولی شرط قرار دیا جائے، شرط کی تعریف ما قبل میں ملاحظہ فرمائیں۔

(فَاِنْ رَاَى فی ثَو بِهِ بَعْدَ الصَّلاَةِ خَرْ قًا فکَرُ ؤيَةِ النَّجا سَةِ، اگر مصلی نے اپنے کپڑے میں نماز کے بعد پھٹن دیکھی) جس کی بناء پر ستر میں سے وہ حصہ دکھائی دیا جس کا چھپانا ضروری ہے (تو) یہ ایسا ہوا (جیسے اس نے نجاست دیکھی) نماز سے قبل پھٹن کا یا تو علم نہ ہو گا یا ہو گا لیکن نسیان ہو گیا اس حال میں نماز پڑھ لی بہر حال دونوں صورتوں میں نماز کو لوٹانا واجب ہے وقت اگر باقی ہو اور اگر باقی نہ ہو تو وقت کے بعد لیکن یہ نماز قضاء شمار ہو گی

لوٹانے کا وجوب اس وجہ سے ہے کہ ترکِ طہارت میں زیادتی ہوئی اور یہ بھی وجہ ہے کہ ستر چھپانا جو واجب ہے وہ جہل سے ساقط نہیں ہوتا جیسے طہارتِ حدث [اس میں نسیان اور جہل کا اعتبار نہیں ہوتا]

(وَعَوْرَةُ الرَّجُلِ وَالاَمَةِ مَا بَيْنَ السُّرَّةِ وَالرُّكْبَةِ، اور مرد) اس میں بچہ بھی داخل ہے اگرچہ غیر ممیز ہو (اور باندی کا ستر ناف اور گھٹنہ کا درمیانی حصہ ہے) حدیثِ بیہقی کی بناء پر کہ جب تم میں سے کوئی اپنی باندی کا اپنے غلام یا اجیر سے نکاح کر دے تو باندی اپنے آقا کے عورت [یعنی ستر] کی طرف نہ دیکھے اور ستر ناف اور گھٹنہ کے درمیان کا حصہ ہے۔

اصح قول کے مطابق ناف اور گھٹنہ ستر میں داخل نہیں ہے،(اقناع ص ۱۱۳ج۱) (وَعَوْرَةُ الْحُرَّةِ كُلُّ بَدَنِهَا اِلاَّ الْوَجْهَ وَالْكَفَّيْنِ اور آزاد عورت کا ستر) اگرچہ بچی [غیر ممیز] ہو (اس کا پورا بدن ہے سوائے چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کے) مراد پہنچوں تک کا ظاہری اور اندرونی حصہ، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلاَ يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا(سورۂ نور آیت نمبر ۳۱) اور نہ دکھلائیں اپنا سنگار مگر جو کھلی چیز ہے اس میں سے، سنگار عرف میں خارجی اور کسبی آرائش کو کہتے ہیں جو مثلاً لباس یا زیور وغیرہ سے حاصل ہو، احقر کے نزدیک یہاں "زینت ""کا ترجمہ سنگار" کے بجائے "زیبائش "کیا جاتا تو زیادہ جامع اور مناسب ہوتا، زیبائش کا لفظ ہر قسم کی خلقی اور کسبی زینت کو شامل ہے، خواہ وہ جسم کی پیدائشی ساخت سے متعلق ہو یا پوشاک وغیرہ خارجی ٹیپ ٹاپ سے، خلاصہ یہ ہے کہ عورت کو کسی قسم کی خلقی یا کسی زیبائش کا اظہار بجز محارم کے کسی کے سامنے جائز نہیں، ہاں جس قدر زیبائش کا ظہور ناگزیر ہے اور اس کے ظہور کو بسبب عدم قدرت یا ضرورت کے روک نہیں سکتی اسکے بمجبوری یا بضرورت کھلا رکھنے میں مضائقہ نہیں [بشر طیکہ

فتنہ کا خوف نہ ہو] حدیث و آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ چہرہ اور کفین [ہتھیلیاں] "الا ماظھر منھا" میں داخل ہیں کیونکہ بہت سی ضروریاتِ دینی و دنیوی انکے کھلا رکھنے پر مجبور کرتی ہیں اگر انکے چھپانے کا مطلقا حکم دیا جائے تو عورتوں کے لئے کاروبار میں سخت تنگی اور دشواری پیش آئیگی [اگر حقیقت میں اس کی ضرورت ہو تو ورنہ آج کل دیکھا جاتا ہے کہ محرم یا شوہر کی موجودگی میں عورت کا خریدی وغیرہ کے لئے نکلنا محض مشغلہ بن چکا ہے لہذا ضرورت کے بغیر اس طرح نکلنا حرام اور گناہ کا باعث ہو گا] اور جب یہ اعضاء مستثنی ہوئے تو انکے متعلقات مثلاً انگوٹھی، مہندی یا کاجل وغیرہ کو بھی استثناء میں داخل ماننا پڑے گا۔

لیکن واضح رہے کہ "الا ماظھر منھا" سے صرف عورتوں کو بضرورت انکے کھلا رکھنے کی اجازت ہوئی، نامحرم مردوں کو اجازت نہیں دی گئی کہ وہ آنکھیں لڑایا کریں اور ان اعضاء کا نظارہ کیا کریں، شاید اسی لئے اس اجازت سے پیشتر ہی حق تعالیٰ نے غض بصر کا حکم مؤمنین کو سنا دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک طرف سے کسی عضو کے کھولنے کی اجازت اس کو مستلزم نہیں کہ دوسری طرف سے اس کو دیکھنا بھی جائز ہو، آخر مرد جن کے لئے پردہ کا حکم نہیں اسی آیتِ بالا میں عورتوں کو ان کی طرف دیکھنے سے منع کیا گیا۔ (ترجمہ مع تفسیرِ عثمانی)

(وَشَرْطُ السَّاتِرِ اَنْ یَمْنَعَ لَوْنَ الْبَشْرَةِ فَلَا یَکْفِیْ زُجَاجٌ وَمَاءٌ صَافٍ، اور ساتر) یعنی ستر کو چھپانے والی چیز (کی شرط یہ ہے کہ وہ چمڑی کے رنگ کو چھپائے لہذا کانچ اور صاف ستھرا پانی) ستر چھپانے کے لئے (کافی نہ ہو گا) اس لئے کہ ان سے چمڑی کا رنگ نظر آئے گا اور ساتر کی شرط یہ ہے کہ وہ چمڑی کے رنگ کو چھپائے اسی طرح مہندی، سیاہی اور ان کے مانند چیز کافی نہ ہو گی، اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک کو ساتر نہیں کہا جاتا (شرح ھیمتی فی حواشی المدنیہ ص ۲۷۷ ج ۱)

(وَيَكفِي التَّطْيِينُ وَلَوْ مَعَ وُجُوْدِ الثَّوْبِ وَيَجِبُ عِنْدَ فَقْدِهِ, اور کافی ہو گا) ستر چھپانے میں (مٹی سے آلودہ ہونا) اس طرح کہ بدن کو تر کر کے مٹی اس پر مل دے (کپڑا ہونے کے باوجود اور واجب ہو گا) مٹی اور اس جیسی چیز سے آلودہ ہونا (کپڑا نہ ہونے کے وقت) اور گدلا پانی جس سے چمڑی کا رنگ نظر نہ آئے کافی ہو گا، جبکہ رکوع و سجدہ کر سکے یہی حکم ہو گا سبز پانی کا، محلی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے جیسے کہ گدلے پانی میں جنازہ کی نماز پڑھے یا جنازہ کے علاوہ نماز پڑھے اور اس کے لئے پانی میں بلا مشقت اتمام رکوع و سجود ممکن ہو، علامہ خطیب اور ابن حجر علیہما الرحمہ کے نزدیک اس کے لئے اس حالت میں خشکی پر عاری و ننگا ہونے کی حالت میں نماز پڑھنے کی بھی گنجائش ہے بلا اعادہ، جب پانی میں سجدہ میں مشقت ہو تو خشکی پر بدرجۂ اولی جائز ہو گی اور امام رملی کے نزدیک اس صورت میں اختیار ہے چاہے مذکورہ صورتوں سے پڑھے چاہے پانی میں اشارہ سے پڑھے یا سجدہ کے لئے خشکی پر آئے اور پانی کی طرف لوٹ جائے ان صورتوں میں بھی اعادہ نہیں۔ اسی طرح اگر کانچ اس قسم کی ہو کہ اس سے چمڑی کا رنگ نظر نہ آئے کافی ہو گی۔

(وَاَنْ يَشْمَلَ الْمَسْتُوْرَ لبسًا فَلَوْ صَلَّى فِى خَيْمَةٍ ضَيِّقَةٍ عُرْيَانًا لَمْ تَصِح، اور) ساتر کی شرط (یہ) بھی ہے (کہ وہ محیط ہو چھپائی جانے والی چیز) یعنی ستر پر (بطور لباس کے) مطلب یہ ہے کہ ستر پر ملبوس ہونے کو کہا جائے، آگے مصنف اس شرط کے مفہوم پر جزئی مسئلہ بیان فرمارہے ہیں وہ یہ: (اگر کوئی شخص نماز پڑھے تنگ خیمہ میں برہنہ ہو کر تو اس کی نماز صحیح نہ ہو گی) اس لئے کہ تنگ خیمہ کو ملبوس نہیں کہا جاتا۔

خیمہ کا معنی لغت میں یہ ہے: گول اور مدوّر مکان، منڈیّا یعنی چھوٹا سا چھپر کا مکان، ہر وہ گھر جو درخت کی شاخوں وغیرہ سے بنالیا جائے، خیمہ کی جمع یہ ہے: خِيَم، خِيَام، خَيْمَاتِ (بیان اللسان ص ٢٦٨)

(وَيُشْتَرَطُ السَّتْرُ مِنَ الْاَعْلَى وَالْجَوَانِبِ اور) ساتر کے لئے ستر کو (چھپانا) بھی (شرط ہے اوپر سے اور چاروں جانب سے) اس میں مرد اور عورت دونوں برابر ہے کوئی فرق نہیں، **فلو رای عورته من كمه او من اعلى ثوبه بطلت صلاته** (انوار المسالک ص ۴۳) لہذا اگر مصلی آستین یا کپڑے کے اوپر سے اپنا ستر دیکھے تو نماز باطل ہوگی [اس لئے عورتوں کو چاہیئے کہ نماز کے وقت اتنی چوڑی آستین کا کپڑا نہ پہنے کہ جس سے رفعِ یدین وغیرہ کے وقت کلائی کا حصہ نظر آئے کیونکہ پھر نماز باطل ہوگی اس لئے کہ سوائے چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کے عورت کا پورا بدن ستر ہے] (لَا الْاَسْفَلِ نہ کہ نیچے سے) یعنی نیچے سے چھپانا شرط نہیں ہے، مصنفؒ کی عبارت میں لفظِ "اعلی" سے مراد ناف کے اوپر سے لے کر سر تک اور اسفل سے مراد: گھٹنہ سے لیکر قدم کے آخر تک، آگے مصنفؒ مذکورہ شرط کی بنیاد پر جزئی مسئلہ بیان فرمارہے ہیں وہ یہ: (فَلَوْ صَلَّى مُرْتَفِعًا بِحَيْثُ تُرَى عَوْرَتُهُ مِنْ اَسْفَلَ او كَانَ فِي سُتْرَتِهِ خَرْقٌ فَسَتَرَهُ بِيَدِهِ جَازَ اگر مصلی اونچی جگہ پر نماز پڑھے اس طور پر کہ نیچے سے) دیکھنے والے کو (مصلی کا ستر دکھائی دے) تو ایسی صورت میں نماز صحیح ہوگی، ایک یہ صوت اور دوسری یہ: (یا مصلی کے ستر میں پھٹن ہو) ایسی جگہ جس کا چھپانا ضروری ہے (لہذا پھٹن کو اپنے ہاتھ سے) تاخیر کئے بغیر (چھپائے تو جائز ہے) یعنی صحیح ہے پڑھی ہوئی نماز، اس مسئلہ میں سجدہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ رملیؒ فرماتے ہیں: سجدہ کی رعایت کرے [مطلب پھٹن کو نہ چھپائے] ابن حجر اور خطیب علیہما لرحمہ فرماتے ہیں: اختیار ہے، دوسرے فرماتے ہیں: ستر کی رعایت کرے، اس پر شیخینؒ کا اتفاق ہے۔

(وَيُنْدَبُ لِاِمْرَاَةٍ خِمَارٌ وَقَمِيصٌ وَمِلْحَفَةٌ غَلِيظَةٌ وَتُجَافِيهَا، اور مستحب ہے عورت کے لئے) کہ نماز کے وقت پہنے (اوڑھنی)

خمار:۔ اس کپڑے کو کہتے ہیں جس سے عورت اپنا سر ڈھانکتی ہے۔ مراد: اوڑھنی اور دوپٹہ۔

(اور کُرتا) **قمیص**: اس کپڑے کو کہتے ہیں جس کو عورت اپنے بدن میں پہنتی ہے اور وہ سر کی طرف سے کھلا رہتا ہے، مراد: کُرتا (اور موٹی چادر اور اس) یعنی چادر (کو جدا رکھے) نماز کے وقت تاکہ قیام اور جلوس وغیرھما کے وقت دشواری نہ ہو، نماز کے وقت مذکورہ تین کپڑے پہننا مستحب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ: عورت تین کپڑوں: درع، خمار اور ازار میں نماز پڑھے اور اس لئے بھی کہ نماز کے لئے زینت ہو اور ستر کی حفاظت ہو۔

(وَلِرَ جُلٍ اَحۡسَنُ ثِیَابِہٖ، اور مرد کے لئے) مستحب ہے کہ نماز کے وقت (اپنے بہتر کپڑے) پہننا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ (سورۂ اعراف آیت نمبر ۳۱) اے آدم کی اولاد لے لو اپنی آرائش ہر نماز کے وقت، (ترجمۂ قرآن) (وَیَتَقَمَّصُ وَیَتَعَمَّمُ، اور بہتر) کپڑوں کے ساتھ (قمیص پہننا اور عمامہ باندھنا) یہ بھی مستحب ہے، اس لئے کہ اس میں زینت ہے اور زینت کا آیتِ کریمہ میں حکم ہے (فَاِنِ اقۡتَصَرَ فَثَوۡبَانَ قَمِیۡص مَعَہٗ رِداء او اِزَار او سَرَاوِیۡل، اگر مرد اقتصار کرے) یعنی مذکورہ تمام کپڑے نہ پہنے (تو دو کپڑے پہنے قمیص اور اس کے ساتھ چادر یا) قمیص اور اس کے ساتھ (ازار یا پائجامہ) رداء: اس کپڑے کو کہتے ہیں جو بدن کا اعلیٰ حصہ چھپائے، مراد: چادر، ازار:۔ اس کپڑے کو کہتے ہیں جو ناف اور گھٹنہ کا درمیانی حصہ چھپائے، اسی کے مانند تہبند ہے، (حاشۂ عمدۃ ص ۱۲)

دو کپڑوں میں نماز پڑھنا مستحب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اس کو چاہیئے کہ دو کپڑے پہنے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ مستحق ہیں کہ ان کے لئے زنیت کی جائے (اقناع ص ۱۱۳ ج ۱) (فَاِنِ اقۡتَصَرَ عَلَی سَتۡرِ الۡعَوۡرَۃِ جَازَ، اور اگر اقتصار کرے ستر چھپانے پر) یعنی نماز کے لئے

صرف ناف اور گھٹنہ کا درمیانی حصہ چھپائے (تو جائز ہے) نماز صحیح ہو گی، اسی طرح عورت اگر اقتصار کرے ایک ایسے کپڑے پر جو سوائے چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کے پورا بدن چھپائے جائز ہے نماز صحیح ہو گی، لیکن مرد اور عورت دونوں اکمل [یعنی سنت طریقہ] کو ترک کرنے والے شمار ہوں گے۔

(لٰکِنْ یُنْدَبُ لَہٗ وَضْعُ شیْءٍ عَلٰی عَاتِقِہٖ وَلَوْ حَبْلاً، لیکن مستحب ہے مرد کے لئے اپنے) بائیں (کندھے پر کوئی چیز رکھنا اگرچہ) وہ چیز (رسی ہو) یارومال یا تولیہ ہو، روایت میں اس کا حکم وار دہے، (ابوداود ص ٩٢ ج١) (فَاِنْ فَقَدَ ثَوْبًاوَ اَمْکَنَ سَتْرُ بَعْضِ الْعَوْرَۃِوَجَبَ، اگر مصلی کپڑانہ پائے) کہ جس سے پوراستر چھپاسکے (لیکن ممکن ہو) اس کے لئے (بعض ستر کا چھپانا تو واجب ہو گا) بعض ستر کا چھپانا جو ممکن ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَایُکَلِّفُ اللہُ نَفْسًا اِلاَّوُسْعَھَا (سورۂ بقرہ آیت نمبر ٢٨٦) اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلف نہیں بناتا مگر اسی کا جو اس کی طاقت [اور اختیار] میں ہو، (ترجمۂ قرآن) اور میسور [یعنی بعض ستر کا چھپانا جو ممکن ہے] معسور [یعنی پورے ستر کو چھپانے والا کپڑانہ پانے] سے ساقط نہیں ہوتا (ویسترُ السَّوْأَتَیْنِ حَتْمًا اور) بعض ستر کا چھپانا ممکن ہونے کی صورت میں سب سے پہلے (اگلی اور پچھلی شرمگاہ کو چھپانا لازم ہو گا) اس لئے کہ یہ بالاتفاق ستر میں داخل ہیں اور سب سے زیادہ فحش ہیں۔

سوأتین: تثنیہ ہے، اس کی جمع: سوءات، اورواحد: سوءۃ ہے اس کا معنی ہے: بُرا، یہی وجہ ہے کہ اگلی، پچھلی شرمگاہ دونوں کو سوأتین کہاجاتا ہے کیونکہ ان کے دکھلانے والے کو بُرا شخص سمجھا جاتا ہے۔ (فَاِنْ اَمْکَنَ اَحَدُھُمَا فَقَطْ تَعَیَّنَ الْقُبُلُ، اور اگر دونوں شرمگاہوں میں سے صرف ایک) کو چھپانا (ممکن ہو تو اگلی شرمگاہ) کو چھپانے (کی تعیین ہو گی) اس لئے کہ یہ دبر [یعنی پچھلی شرمگاہ] سے زیادہ فحش ہے، اور دبر غالبا سرینوں میں چھپی ہوئی رہتی ہے، اور

اقناع میں ہے: فان لم یجد ما یکفیهما قدم قبله وجوبا (ص ۱۱۳ ج ۱) اگر ساتر [یعنی کپڑا وغیرہ] نہ پائے جو قبل اور دبر دونوں کو کافی ہو تو قبل کو مقدم کرنا [چھپانے میں] واجب ہے۔

(فَإِنْ فَقَدَ هَا بِا لكُلِّيَةِ صَلَّى عُرْ يَاناً بِلاَ اِعَادَةٍ فَإِنْ وَجَدَ السُّتْرَةَ فِى الصَّلاَةِوَ هِيَ بِقُرْبِهِ سَتَرَ وَ بَنىَ اِنْ لَمْ يَعْدِ لْ عَنِ الْقِبْلَةِ اَوْ بَعِيْدَةً سَتَرَ و استَا نَفَ اگر سترہ) یعنی ساتر (ہر اعتبار سے نہ پائے) مطلب یہ ہیکہ کسی بھی صورت میں پانے سے عاجز ہو (تو برہنہ نماز پڑھے لوٹائے بغیر) مطلب یہ ہیکہ برہنہ حالت میں پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ نہیں ہے اس لئے کہ مصلی ستر چھپانے سے عاجز ہے اور ستر چھپانے کی جو شرط ہے، وہ اس صورت میں ہے جبکہ قادر ہو (اور اگر سترہ نماز میں پائے اور وہ) یعنی رکھا ہوا سترہ (مصلی کے قریب ہو تو) لے لے اور ستر (چھپائے) ایسے کام کئے بغیر جو مبطلِ صلوۃ ہے (اور بناء کرے) یعنی سترہ کے بغیر پڑھی ہوئی نماز کے آگے سے بقیہ نماز سترہ کے ساتھ پوری کرے (اگر قبلہ سے اعراض نہ ہوا ہو) سترہ کو لیتے وقت (یا) یہ کہ اعراض تو نہ ہو لیکن (سترہ دور ہو) کہ اس کو لینے سے نماز باطل ہو گی (تو) بھی لیلے اور اس سے ستر (چھپالے) جتنا ممکن ہو ما قبل کی تفصیل کے مطابق (اور نماز کو شروع سے اداء کرے) [اس لئے کہ مصلی ستر چھپانے پر قادر ہوا]۔

(وَتُنْدَبُ الجَمَا عَةُ لِلْعُرَاةِ وَيَقِفُ اِمَامُهُمْ وَسَطَهُمْ، اور مستحب ہے جماعت بنانا سترہ نہ پانے والوں کے لئے) بھی اگر چہ وہ سب بینا ہوں، (اور ان کا امام ان کے درمیان کھڑا رہے) اس کی صورت یہ ہو گی کہ ایک ہی صف بنائے اگر ممکن ہو ورنہ ایک سے زائد بنائیں لیکن ایسی صورت میں ہر ایک کے لئے نگاہ نیچی رکھنا واجب ہو گا (وَاِنْ اُعِيرَ ثَوْ بًا لَزِمَهُ الْقَبُولُ فَإِنْ لَمْ يَقْبَلْ وَصَلَّى عُرْيَا نًا لَمْ تَصِحّ، اور اگر کپڑا عاریۃً دیا جائے تو مصلی پر لازم ہو گا قبول

کرنا) اس کپڑے کو (اگر قبول نہ کرے اور نماز پڑھے برہنہ تو صحیح نہ ہوگی) اس لئے کہ ستر ہ پر قادر ہے، اور اس نماز کا اعادہ کپڑے کے ساتھ لازم ہوگا بشر طیکہ کپڑے کا مالک عاریۃ دینے پر قائم رہے ورنہ نماز کا اعادہ کپڑے کے بغیر لازم ہوگا اور ایسی صورت میں مصلی گنہگار ہوگا کیونکہ ستر ہ کے ساتھ نماز پر قادر تھالیکن قبول نہ کرنے کی بناء پر ترک ستر ہ میں مقصر رہا۔

عاریت کی پہلی تعریف: عاریت کہتے ہیں دوسرے کو کوئی چیز دینا کہ وہ عین کو باقی رکھتے ہوئے فائدہ اٹھائے اور بعد میں واپس کردے (الالفاظ ابي شجاع مع اقناع ص ۳۰۴ ج ۱)

دوسری تعریف: قالو االعاریۃ شرعا اباحۃ الانتفاع من شخص فیه اهلیۃ التبرع بمایحل الانتفاع به مع بقاء عینه لیرده علی المتبرع (الفقة على المذاهب الا ربعة ص ۲۷۱ ج ۳) فقہاء نے فرمایا: شرعاً عاریت کہتے ہیں: فائدہ اٹھانا مباح کرنا ہو ایسے شخص کا جس میں تبرع کی اہلیت ہو ایسی چیز سے جس سے فائدہ اٹھانا جائز ہو اس کے عین کو باقی رکھتے ہوئے تاکہ اس کو متبرع [احسان کرنے والے] پر واپس لوٹادے (**وان وَهَبَهُ لَمْ يَلْزَمْهُ الْقَبُولُ**، اور اگر کوئی) مصلی کو (کپڑا ہبہ کرے تو اس کے لئے قبول کرنا لازم نہیں) اس لئے کہ اس میں احسانِ عظیم ہے یہ مسئلہ باب التیمم کے اس مسئلہ سے مخالف ہے وہ یہ کہ: مرید تیمم کے لئے کوئی انسان پانی ہبہ کرے یا بطور قرض دے تو قبول کرنا لازم ہے بشر طیکہ مالک کو اس کی حاجت نہ ہو اور پانی تلاش کرنے کے اعتبار سے وقت تنگ ہو، اس لئے کہ یہاں علّت احسانِ خفیف ہے، دونوں میں فرق یہ ہے کہ پانی کی کثرت ہونے کی بناء پر اس کو قبول کرنے میں دینے والے کا احسانِ خفیف ہوتا ہے، لہذا قبول کرنا لازم قرار دیا گیا اور کپڑا قیمتی ہونے کی بناء پر انسان اس کو سخاوت نہیں کرتا اس لئے اس میں دینے والے کا احسانِ عظیم ہوتا ہے لہذا قبول کرنا لازم نہیں قرار دیا گیا، (**وَسَبَقَ فِى التَّيَمُّمِ مَسَائِلُ**

فَيَعُوْ دُ مِثلُهَا هٰهُنَا، اور تیمم کے باب میں جو مسائل گذر چکے ان کے مانند مسائل یہاں لوٹ آئینگے) جیسے باب التیمم میں یہ مسئلہ ہے کہ: اگر متیمم کے لئے کوئی پانی اور ڈول کی قیمت ہبہ کرے یا بطورِ قرض دے تو قبول کرنا لازم نہیں اسی کے مانند مسئلہ یہاں ہوگا وہ اس طرح کہ: اگر کوئی مصلی کو کپڑے کی قیمت ہبہ کرے یا بطورِ قرض دے تو قبول کرنا لازم نہیں احسانِ عظیم کی بناء پر۔

واللہ الموفق

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ اِسْتِقْبَالِ الْقِبْلَۃِ)

(استقبال قبلہ کا بیان)

قبلہ: اس لئے کہتے ہیں کہ مصلی سینہ کے ساتھ قبلہ کے روبرو کھڑا ہوتا ہے، اس کو کعبہ بھی کہتے ہیں اس کے ارتفاع کی وجہ سے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فَوَلِّ وَجْهَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱٤٤) (اب پھیر منہ اپنا طرف مسجد الحرام کے) یعنی کعبہ کی طرف اور اس کو مسجد الحرام اس لئے کہتے ہیں کہ وہاں مقاتلہ کرنا اور شکار کرنا جانوروں کا اور درخت اور گھاس کا کاٹنا وغیرہ امور حرام ہیں اور کسی مسجد کی اتنی حرمت وعزت نہیں جس قدر مسجد الحرام کی حرمت ہے جب تحویلِ قبلہ کا یہ حکم نازل ہوا تو آپ ﷺ باجماعت مسجدِ بنی سلمہ میں ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے دو رکعت بیت المقدس کی طرف پڑھ چکے تھے نماز ہی میں آپ ﷺ نے اور سب مقتدیوں نے کعبہ کی طرف منہ پھیر لیا اور باقی دو رکعتیں پوری کیں اس مسجد کا نام مسجد القبلتین اور ذو قبلتین ہو گیا یعنی دو قبلہ والی (ترجمۂ مع تفسیرِ عثمانی)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے پھر آپ نے بیت المقدس کی جانب سولہ ماہ نماز پڑھی پھر آپ کا رخ کعبہ کی طرف کر دیا گیا، نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے والوں میں سے ایک صحابی انصار کی ایک جماعت سے گذرے تو انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا رخ کعبہ کی طرف پھیر دیا گیا ہے تو صحابہ نے کعبہ کی جانب رخ کر لیا (اخرجه النسائی) (المغنی فی فقه امام الا حمد ص ۲۵۸ ج ۱)

نماز میں استقبالِ خانۂ کعبہ کی وجہ

(۱)ظاہر کو باطن کے ساتھ ایک ایسا تعلق ہے کہ ظاہری یک جہتی اختیار کرنا باطنی توجہ کو یک طرف کر دینے میں مؤید (قوت دینے والا) ہوتا ہے اس لئے نماز میں استقبالِ قبلہ لازم ہوا(احکاالاسلام ص ۷۹ج ۱)

(۲)ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مکان کی طرف جاتا ہے تو مکان والا مقصود ہوتا ہے اور اس طرف آداب و نیاز بجالانے کو ہر شخص صاحبِ خانہ کے لئے سمجھتا ہے جیسے اگر کسی تخت نشیں کے تخت کی طرف جھک کر سلام کریں تو وہ صاحبِ تخت کو ہوتا ہے خود تخت کو نہیں چنانچہ لفظِ بیت اللہ اس جانب مشیر بھی ہے کہ خانہ مقصود نہیں بلکہ صاحبِ خانہ مقصود ہے(ایضا ص ۳۸۰ ج ۱)

(وَهُوَ شَرط لِصِحَّةِ الصَّلَاةِ اِلاَّ فِیْ شِدَّةِ الخَو فِ وَنَفلِ السَّفَرِ، اور قبلہ کی طرف رخ کرنا شرط ہے نماز صحیح ہونے کے لئے) چاہے نماز فرض ہو یا نفل اس کے بغیر نماز صحیح نہ ہوگی،(مگر شدتِ خوف اور حالتِ سفر کی نفل نماز میں) شدتِ خوف جیسے مباح قتال، سیلاب آگ یا سامان کی چوری کے وقت ان کے علاوہ اور بھی کسی شدتِ خوف کے وقت قبلہ کی طرف رخ کئے بغیر چاہے پیدل یا سوار ہو کر نماز پڑھے تو صحیح ہوگی اعادہ کے بغیر، نماز چاہے فرض ہو یا نفل اس لئے کہ یہ عذر غیر نادر ہے، استقبال کے بغیر اس وقت تک نماز صحیح ہوگی جب تک کہ خوف ہو ہاں اگر امن ہو جائے تو بلا استقبال نماز کی گنجائش نہ ہوگی۔

(فَلِلْمُسَا فِرِ التَّنَفُّلُ رَا کِبًاوَمَا شِیًاوَاِنْ قَصُرَ سَفَرُہُ مسافر کے لئے جائز ہے) مقصدِ معلوم [یعنی متعین منزل] کے لئے سفر مباح میں (نفل پڑھنا) مراد مطلق نفل نماز (سوار ہو کر یا پیدل) اس لئے کہ آپ ﷺ سفر میں اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے جہاں اس کا رخ ہوتا۔

اور مسند شافعی میں ہے: آپ ﷺ: اپنی سواری پر نوافل پڑھتے تھے ہر جہت میں (ص ۲٤) (اگر چہ اس کا سفر کم ہو) اس نماز کے لئے سفر طویل ہونا شرط نہیں ہے [**ولا يشترط طول سفر على المشهور لعموم الحاجة**] (منهاج مع تحفة ص ٤٨٩ ج ١) مشہور قول کے مطابق طولِ سفر کی شرط نہیں ہے، عموم حاجت کی بناء **والطويل: ثمانية واربعون ميلا بالهاشمي** (روضه كتاب صلاة المسافر ص ٣٨٥ ج ١) طولِ سفر کہتے ہیں ہاشمی اعتبار سے اڑتالیس میل کے سفر کو (**فَإِن كَانَ رَا كِبًا وَ اَمْكَنَ اِستِقبَا لُهُ وَاِتمَا مُ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ فِيْ مَحْمِلٍ اَو سَفِينَةٍ لَزِمَهُ وَاِن لَمْ يُمْكِنهُ لَزِمَهُ الِاستِقْبَالُ عِندَ التَّحَرُّمِ فَقَطْ اِن سَهُلَ بِاَنْ كَانَتْ وَاقِفَةً وَ اَمْكَنَ اِنحِرَافُهُ اَو تَحْرِيفُهَا اَو سَائِرَةً سَهلَةً وَزِمَامُهَا بِيَدِهِ وَاِن شَقَّ بِاَن كَانَتْ عَسِرَةً اَو مَقطُورَةً فَلَا وَيُومِئُ اِلَى مَقصِدِهِ بِرُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ وَيَجِبُ كَوْنُهُ اَخفَضَ وَلَا يَجِبُ غَايَةُ وُسْعِهِ وَلَا وَضْعُ الْجَبْهَةِ عَلَى الدَّابَّةِ فَلَوْ تَكَلَّفَهُ جَازَ** اگر مسافر سوار ہو اور اس کے لئے استقبال قبلہ اور اتمام رکوع وسجود ممکن ہو کجاوہ یا کشتی میں تو اس پر لازم ہو گا) استقبال پوری نماز میں اور رکوع اور سجدہ مکمل کرنا سہولت کی بناء پر، (اور اگر اس کے لئے ممکن نہ ہو) مطلب یہ ہیکہ پوری نماز میں استقبال اور رکوع اور سجدہ مکمل کرنا یا یہ کہ ان میں سے بعض چیزیں ممکن ہوں (تو اس پر استقبال لازم ہو گا صرف تکبیر تحریمہ کے وقت اگر سہولت ہو) مطلب یہ ہیکہ بصورت سہولت صرف تکبیر تحریمہ کے وقت استقبال لازم ہو گا، آگے مصنفؒ اس صورت سہولت کو بیان فرمارہے ہیں، (اس طرح کہ سوار سواری سے کھڑا ہو اور اس کے لئے) قبلہ کی طرف (پھر جانا یا سواری کے جانور کو پھرا نا ممکن ہو یا سواری بسہولت چلنے والی ہو) یعنی اس میں اڑیل پن نہ ہو (اور اس کی لگام سوار کے ہاتھ میں ہو) تو ان تمام صورتوں میں تکبیر تحریمہ کے وقت استقبال لازم ہو گا، آگے مصنفؒ صورت سہولت کے برعکس صورتِ مشقت کو بیان فرمارہے ہیں وہ یہ: (اور اگر دشوار ہو) مطلب یہ ہیکہ سوار کے لئے سواری سے قبلہ کی طرف پھر جانا یا

جانور کو پھرانا دشوار ہو، آگے مصنفؒ صورت مشقت کی تفصیل فرمارہے ہیں۔ (اس طرح کہ سواری بمشقت چلنے والی ہو یا) بسہولت چلنے والی ہو لیکن لگام سوار کے ہاتھ میں نہ ہو اس وجہ سے کہ (اس میں اڑیل پن ہو تو) تکبیر تحریمہ کے وقت بھی استقبال (لازم نہ ہو گا) مشقت کی بناء پر (اور) اس صورت میں (اپنے سفر کے رخ کی طرف اشارہ کرے اپنے رکوع اور سجدہ کا) مطلب یہ ہیکہ حصولِ منزلِ مقصود کے لئے جس طرف سواری کا رخ ہے اس طرف رکوع اور سجدہ کا اشارہ کرے (اور واجب ہے سجدہ کے لئے) رکوع سے (زیادہ جھکنا) تاکہ رکوع اور سجدہ میں فرق ہو (لیکن واجب نہیں ہے اپنی طاقت کی آخری حد تک) جھکنا بلکہ اتنا جھکنا ضروری ہے جس سے رکوع اور سجدہ میں فرق ہو (اور) مسافر پر (واجب نہیں ہے جانور پر پیشانی رکھنا لیکن اگر رکھنے کا اپنے نفس کو مکلف بنائے) مطلب یہ ہیکہ پیشانی رکھے (تو جائز ہے) اور رکھنے کی وجہ سے مسافر اکمل طریقہ پر عمل کرنے والا شمار ہو گا،

راکب کی دو قسمیں ہیں: (۱) راکب سفینة: کشتی پر سوار (۲) راکب بهيمة: جانور پر سوار (الحاوی الکبیر شرح مختصر المزنی ص ۷۴ج۱) مصنف علیہ الرحمہ راکب سے متعلق مسائل سے فارغ ہوئے اب ماشی سے متعلق مسائل شروع فرمارہے ہیں وہ یہ: (وَالْمَاشِيْ يَرْكَعُ وَيسجُدُ عَلَى الْأَرضِ اور ماشی) یعنی بحالتِ سفر پیدل چلنے والا، (رکوع اور سجدہ کرے گا زمین پر) بشرط سہولت اگر ماشی مثلاً پانی میں چلے تو اوجہ وجہ کے مطابق اس کا رکوع اور سجدہ کے لئے جھکنا کافی ہو گا۔ مشقتِ ظاہرہ اور بدن و کپڑے کے پانی کے ساتھ آلودہ ہونے کی وجہ سے۔

(وَيَمْشِيْ فِي الْبَاقِيْ اور باقی) یعنی قیام، اعتدال، تشہد [اور سلام] (میں چلتا رہے گا) فتح المعین وغیرہ میں بھی اس طرح ہے: **فلایمشی الا فی القیام والا عتدال والتشهد و السلام، ولا یمشی الا فی قیامه ومنه الاعتدال وتشهده مع السلام بطول زمنهما** (شرح علی مختصر فی حواشی المدنیه ص ۲۸۱ ج۱) (**ولا یمشی**) ای

لا يجوز له المشی (الا فی قیامه وتشهده) لطولهما هذا التعلیل یفید المشی فی الا عتدال دون الجلوس بین السجدتین (منهاج مع شرح محلی، حاشیه عمیریه فی حاشیتان ص ۱۳٤ ج ۱) اور نہ چلے یعنی ماشی کے لئے جائز نہیں ہے چلنا مگر قیام اور تشہد (اسی طرح سلام، حاشیه قلیوبی) میں ان دونوں کا طویل ہونے کی بناء پر۔ صاحبِ حاشیۂ عمیرہ فرماتے ہیں: یہ تعلیل فائدہ دیتی ہے چلنے کا اعتدال میں (بھی) نہ کہ دو سجدوں کے درمیان کی بیٹھک میں۔

(**وَيُشْتَرَطُ الِاسْتِقْبَالُ فِي الْإِحْرَامِ وَالرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ فَقَطْ**، اور شرط قرار دیا گیا ہے) مسافرِ ماشی کے حق میں (استقبال) قبلہ کی طرف رخ کرنا (صرف تکبیر تحریمہ رکوع اور سجدہ میں) اور جلسہ (یعنی دو سجدوں کے درمیان کی بیٹھک) میں [**واستقبال فیهما وفی تحرم**] **وجلوس بین السجدتین** (قرة العین مع فتح المعین) اور [مسافرِ ماشی] استقبال کرے رکوع، سجدہ اور تکبیر تحریمہ اور دو سجدوں کے درمیان کی بیٹھک میں [**وان کان**] **المسافر** [**ماشیا استقبل فی الاحرام والرکوع والسجود والجلوس بین السجدتین**] (مختصر مع شرح هیتمی فی حواشی المدنیه ص ۲۸۱ ج ۱) اور اگر مسافر پیدل ہو تو قبلہ کی طرف رخ کرے تکبیر تحریمہ اور رکوع اور سجدہ اور دو سجدوں کے درمیان کی بیٹھک میں [**ویستقبل فیهما وفی احرامه**] **وجلوسه بین السجدتین وجوبا** (منهاج مع تحفة المتحاج ص ٤٩٢ ج ۱) اور استقبال واجب ہے رکوع، سجدہ تکبیر تحریمہ اور دو سجدوں کے درمیان کی بیٹھک میں [**والاظهر ان الماشی یتم رکوعه وسجوده ویستقبل فیهما وفی احرامه**]۔ **ومثله الجلوس بین السجدتین** (منهاج مع حاشیۂ قلیوبی فی حاشیتان ص ۱۳٤ ج ۱) اور اظہر قول کے مطابق یہ ہے کہ ماشی اپنا رکوع اور سجدہ پورا کرے گا اور استقبال کرے گا ان دو میں اور تکبیر تحریمہ او راس کے مانند دو سجدوں کے درمیان کی بیٹھک میں۔

(وَيُشْتَرَطُ دَوَامُ سَفَرِهٖ، اور شرط قرار دیا گیا ہے مسافر کا سفر) نماز مکمل ہونے تک (جاری رہنا) چاہے سوار ہو یا پیدل [اس عبارت سے متعلق وضاحت آگے مذکور ہے] **يشترط ترک الا فعال التی لا يحتاج اليها فان رکض الدابة للحاجة فلا بأس وکذالوضربها او حرک رجله لتسير فلابأس ان کان لحاجة قال المتولی فان فعله لغير حاجة لم تبطل صلاته ان کان قليلا فان کثر بطلت ولو اجراها لغير عذر او کان ماشيا فعدابلا عذر قال البغوی بطلت صلاته علی اصح الوجهين** (شرح مهذب ص ۲٤۰ ج۳) [مسافر کے لئے] شرط ہے ان افعال کو ترک کرنا جن کی حاجت نہ ہوں اگر حاجت کی بناء پر جانور کو ایڑ لگائے تو کوئی حرج نہیں اور اسی طرح اگر جانور کو مارے یا اپنے پاؤں سے حرکت کرے آسانی کے لئے تو کوئی حرج نہیں اگر حاجت کی بناء پر ہو متولی نے کہا اگر حاجت کے بغیر کرے تو نماز باطل نہ ہوگی اگر (حرکت) قلیل ہو اور اگر کثیر ہو تو باطل ہوگی اور اگر بنا عذر جانور کو دوڑائے یا پیدل ہو اور بنا عذر دوڑے تو بغوی رحمہ اللہ نے کہا ہے اس کی نماز باطل ہوگی دو وجہوں میں سے اصح وجہ کے مطابق،

(وَلُزُوْمُ جِهَةِ مَقْصِدِهٖ اِلاَّ اِلَى الْقِبْلَةِ اور) شرط قرار دیا گیا ہے (مسافر کے لئے سفر کے رخ کو لازم پکڑنا مگر قبلہ کی طرف) مطلب یہ ہیکہ ترکِ استقبال کی حالت میں سفر کے رخ کو لازم پکڑنا ہے کسی اور جہت کی طرف موڑنا جائز نہیں ہاں اگر قبلہ کی طرف رخ موڑ دے تو جائز ہے، سفر کے رخ سے اپنا رخ قبلہ کے علاوہ جہت کی طرف پھیر دے "عالماً، مختاراً" تو نماز باطل ہوگی (اقناع ص ۱۱٦ ج ۱) "اور شرح میں "عامدا اور عالما" یہ دو قید ہیں" اگر بھولے سے یا غلطی یا جانور کے اڑیل پن کی وجہ سے قبلہ کے علاوہ جہت کی طرف رخ پھیر دے اور زیادہ دیر اسی حالت پر رہے تو نماز باطل ہوگی ورنہ یعنی زیادہ دیر سے قبل ہی اپنا رخ قبلہ کی طرف کرے تو نماز باطل نہ ہوگی لیکن سنت ہے کہ ایسی صورت میں سجدۂ سہو کرے اور یہی قول معتمد ہے، (ایضا) آگے مصنفؒ اشتراط دوام سفر کی بنیاد پر جزئی مسئلہ بیان فرمارہے ہیں۔

(فَإِنْ بَلَغَ فِيْ أَثْنَائِهَا مَنْزِلَهُ أَو مَقْصِدَهُ أَو بَلَدًا وَنَوَى الإِقَامَةَ بِهِ وَجَبَ إِتْمَامُهَا بِرُكُوْعٍ وَسُجُوْدٍ وَاسْتِقْبَالٍ عَلَى الأَرْضِ أَو دَابَّةٍ وَاقِفَةٍ، اگر مسافر دورانِ نماز اپنے منزل یا مقصود مقام پر یا کسی شہر میں پہنچے اور شہر میں اقامت کی نیت کرے تو نماز کو مکمل کرنا واجب ہوگا زمین پر رکوع اور سجدہ کے ساتھ اور قبلہ رو ہو کر یا کھڑے ہوئے جانور پر اشارے سے قبلہ رو ہو کر) مطلب یہ ہیکہ مذکورہ تینوں صورتوں میں باقاعدہ قبلہ رو ہو کر بقیہ نماز مکمل کرنا ضروری ہے کیونکہ سفر منقطع ہونے کی بناء پر مسافر پر وہ چیزیں لازم ہوتی ہیں جو مقیم پر لازم ہیں مذکورہ تینوں صورتوں میں سے پہلی دونوں صورتوں میں جو متقارب ہیں داخل ہونے سے ہی مقیم ہوگیا ان کے علاوہ تیسری صورت میں کسی شہر وغیرہ میں داخل ہو کر اقامت کی نیت سے مقیم ہوا، مقیم ہونے کی صورت میں بقیہ نماز سواری پر مکمل کرنا جائز ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے، مصنفؒ جواز کی طرف گئے ہیں لیکن صحیح اور منصوص وجہ کے مطابق مقیم کے لئے جائز نہیں ہے ماشی یا راکب ہو کر نفل نماز پڑھنا۔

فی تنفل الحاضر اربعة اوجه الصحیح المنصوص الذی قاله جمهور اصحابنا المتقدمین لا یجوز للماشی ولا للراکب بل لنا فلته حکم الفریضة فی کل شئی غیر القیام فانه یجوز التنفل قاعدا (شرح مهذب ص ۲۳۹ ج۳) مقیم کی نمازِ نفل کے بارے میں چار وجہ ہیں جن میں صحیح اور منصوص وجہ جس کے قائل ہمارے جمہور متقدمین اصحاب ہیں جائز نہیں ہے مقیم ماشی اور راکب کے لئے نفل پڑھنا پیدل اور سوار ہو کر بلکہ اس کے نفل کے لئے فرض کا حکم ہے ہر چیز میں سوائے قیام کے اس لئے کہ مقیم کے لئے نفل بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے، اس سے متقارب عبارت روضہ میں ہے: **یجوز التنفل ماشیا وعلی الراحلة سائرة الی جهة مقصده فی السفر الطویل، وکذا القصیر، علی المذهب، ولا یجوز فی الحضر علی الصحیح، بل لها فیه حکم الفریضة فی کل**

شیء، الا القیام، (ص ۲۱۰ج۱) فلو وصل المنزل فی خلال الصلاۃ اشترط اتمامھا الی القبلة متمکنا، وینزل ان کا ن راکبا، وکذا لو وصل مکان اقامته وجب علیه النزول واتمام الصلوۃ مستقبلا باول دخول البنیان وحکم نیة الاقامة کحکم من وصل منزل اقامته، واللہ اعلم، (کفایة الا خیار ص ۱۹۵ج۱) فلو بلغ المنزل فی خلال صلاته اشترط اتماما الی القبلة متمکنا وینزل ان کان راکبا ویتم الارکان (المجموع ص ۲۳۸ج۳) اگر دوورانِ نماز منزل پر پہنچے تو [بقیہ] نماز مکمل کرنا شرط ہے قبلہ رخ ہو کر اور اترے اگر سوار ہو اور ارکان مکمل کرے، فلو بلغ المنزل فی خلال الصلاۃ وجب اتمام الصلاۃ متمکنا متوجھا الی القبلة وینزل ان کان راکبا (فتح العزیز شرح الوجیز) گاؤں یا شہر میں داخل ہونے سے مسافر مقیم ہوتا ہے یا نہیں اس میں دو قول ہیں امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اظہر قول کے مطابق صرف داخل ہونے سے مقیم نہیں ہوتا (روضة ص ۲۱۴ج۱) اگر مسافر دوران سفر شہر میں داخل ہو اور اقامت کی نیت نہ کرے لیکن اپنی سواری پر کسی عذر سے انتظار میں ٹھہرا ہو تو ایسی صورت میں اس کے لئے سواری پر ہی نماز مکمل کرنا جائز ہے لیکن پوری نماز میں استقبالِ قبلہ جب تک وہ کھڑا ہے شرط ہے (المجموع ص ۲۳۹ج۳)

(وَمَنْ حَضَرَ الْكَعْبَةَ لَزِمَهُ اسْتِقْبَالُ عَيْنِهَا، اور جو شخص کعبہ کے پاس نماز پڑھے اس پر لازم ہے عین کعبہ کی طرف رخ کرنا) مطلب یہ ہیکہ جس طرف کعبہ ہے اس طرف پورے سینہ کے ساتھ رخ ہو، فان کان بحضرۃ البیت لزمه التوجه الی عینه لما روی اسامة بن زید رضی اللہ عنھما ان النبی ﷺ دخل البیت ولم یصل وخرج ورکع رکعتین قبل الکعبة وقال ھذہ القبلة (مہذب فی المجموع ۱۹۱ج۳) اگر بیت اللہ [کعبہ] کے پاس نماز پڑھ رہا ہو تو اس پر لازم ہے عین بیت اللہ کی طرف رخ کرنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنھما کی روایت کی بناء پر کہ نبی کریم ﷺ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور نماز نہیں پڑھی اور باہر تشریف لائے اور دو رکعتیں ادا کیں کعبہ کے سامنے اور فرمایا یہ کعبہ ہے۔

(فَلَوِاسۡتَقۡبَلَ الۡحَجَرَ اگر حجر) مراد حجر اسمعیل (کی طرف رخ کرے)
درانحالیکہ کعبہ کارخ نہ ہو تو نماز صحیح نہ ہو گی، ولو استقبل الحجر۔ ولم یستقبل الکعبة
فوجهان مشهوران، واصحهما بالاتفاق لاتصح صلاته لان كونه من البيت مظنون
غير مقطع به(شرح مهذب ص ١٩٢ ج٣) اور اگر حجر کی طرف رخ کرے اور کعبہ کی
طرف نہ ہو تو [اس مسئلہ میں] دو وجہ مشہور ہیں ان میں اصح وجہ کے مطابق بالا تفاق نماز
صحیح نہ ہو گی اس لئے کہ حجر کے حصہ کا بیت اللہ ہونا مظنون ہے قطعی نہیں ہے (اَوۡ خَرَجَ
بَعۡضُ بَدَنِهٖ عَنۡهَا لَمۡ تَصِحَّ، یا مصلی کے سینہ کا بعض حصہ کعبہ کے رخ سے نکل جائے تو نماز
صحیح نہ ہو گی) شرط ہونے کی بناء پر اور وہ شرط ہے پورے سینہ کے ساتھ کعبہ کی طرف رخ
کرنا، مصنفؒ کی عبارت میں لفظِ "بدن" سینہ کے معنی میں ہے، اس لئے کہ اعضاء بدن میں
سے دوسرے حصہ کا کعبہ کی رخ سے نکلنا نماز کو باطل نہیں کرتا۔

آگے مصنفؒ اس مذکورہ مسئلہ سے مستثنی صورت کو بیان فرمارہے ہیں وہ یہ: (اِلَّاۤ اَنۡ
یَمۡتَدَّ صَفٌّ بَعِیۡدٌ فِی آخِرِ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ وَلَوۡ قربوا لَخَرَجَ بَعۡضُهُمۡ فَاِنَّهٗ یَصِحُّ لِلۡکُلِّ، مگر
یہ کہ صف بعید طویل ہو مسجد حرام کے آخر میں اگر صف بعید کعبہ سے قریب ہو جائے تو ان
میں سے بعض) کعبہ کے رخ سے سینہ کے ساتھ (نکل جائیں تو یہ فعل ان سب کے لئے صحیح
ہے) اس صورت میں سب کی نماز درست ہے، شارحؒ فرماتے ہیں لانه كلما بعد الشخص
عنها اتسع نطاق جهتها، فلو بلغ الصف الذى هو بعيد عنها مابينِ المشرق والمغرب
لم يلزمه الا استقبال الجهة التى هى فيها (انوار المسالک ص ٤٥) اس لئے کہ آدمی
کعبہ سے جتنا زیادہ دور ہوتا جائیگا اس کی جہت اتنی ہی وسیع ہوتی جائے گی، اگر صف بعید
مشرق سے مغرب تک ہو تو فقط اس جہت کا رخ لازم ہو گا جس میں کعبہ ہے۔

مجموع میں ہے:۔ ولو وقف الامام بقرب الكعبة والماموموں خلفه مستد
يرين بالكعبة جاز ولو وقفوا فى آخر المسجد وامتد صف طويل جاز وان وقف بقربه

وامتد الصف فصلاۃ الخارجین عن محاذاۃ الکعبۃ باطلۃ (ص ۱۹۳ ج ۳) اور اگر امام کعبہ کے قریب کھڑا ہو اور مقتدی اس کے پیچھے کعبہ کا دائرہ بنا کر کھڑے ہوں تو جائز ہے اور اگر مسجد حرام کے آخر میں کھڑے ہوں اور صف طویل ہو تو بھی جائز ہے لیکن اگر کوئی امام کے قریب کھڑا ہو اور صف طویل ہو تو کعبہ کے محاذات [یعنی عین کعبہ] سے نکلنے والوں کی نماز باطل ہو گی، مذکورہ حکم ہوا کعبہ سے باہر نماز پڑھنے کا۔

اب آگے مصنفؒ کعبہ کے اندر پڑھنے کا حکم بیان فرمارہے ہیں: **(وَمَنْ صَلّٰی دَاخِلَ الْکَعْبَۃِ وَاسْتَقْبَلَ جِدَارَهَا اَوْ بَابَهَا الْمَرْدُوْدَ اَوِ الْمَفْتُوْحَ وَعَتَبَتُهٗ ثُلُثَا ذِرَاعٍ تَقْرِیْبًا صَحَّ وَاِلَّا فَلَا،** اور جو شخص کعبہ میں داخل ہو کر نماز پڑھے اس کے دیوار کی طرف رخ کرتے ہوئے) **فالمصلی فی جوف الکعبۃ یستقبل ای جدار شاء۔۔الخ** (الوجیز فی المجموع ص ۲۱۹ ج ۳) نمازی کعبہ کے اندر جس دیوار کی طرف چاہے رخ کرے (یا اس کے بند دروازہ کی طرف) رخ کرتے ہوئے نماز پڑھے اس لئے کہ بند رہنے کی صورت میں دروازہ کعبہ کا ایک جزء ہوتا ہے اگرچہ اس کی چوکھٹ بلند نہ ہو، کیونکہ جزء کی طرف بھی رخ کرنا کافی ہوتا ہے (یا اس کے کھلے دروازہ کی طرف) رخ کرتے ہوئے نماز پڑھے (درانحالیکہ اس) کھلے دروازہ (کی چوکھٹ زمین سے ایک ذراع کے تقریباً دو تہائی) یا اس سے زیادہ (مقدار بلند ہو تو) مذکورہ تمام صورتوں میں پڑھی ہوئی نماز (صحیح ہے) اس لئے کہ دو تہائی یا زیادہ بلند ہونے کی صورت میں مصلی مستقبل شمار ہوتا ہے (ورنہ) یعنی دو تہائی مقدار سے کم بلند ہوا ور نماز پڑھے تو (صحیح نہیں ہے) اس لئے کہ ایسی صورت میں مصلی غیر مستقبل شمار ہوتا ہے، ذراع سے مراد آدمی کے ہاتھ کی کہنی سے انگلی تک کا حصہ ہے **والمراد بالذراع ذراع الادمی** (شرح محلی علی منهاج فی حاشیۂ قلیوبی وعمیرہ ص ۴۰ ج ۱) یعنی ذراع سے مراد آدمی کا ذراع ہے، کعبہ کے اندر فرض اور نفل دونوں صحیح ہیں، امام نوویؒ فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب نے فرمایا کعبہ کے اندر نفل پڑھنا افضل ہے بہ نسبت

باہر پڑھنے کے، اور فرض کعبہ کے اندر پڑھنا افضل ہے اگر باہر جماعت ملنے کی امید نہ ہو تو ورنہ باہر پڑھنا افضل ہے، (روضہ ص ٢١٤ ج ١) اس لئے کہ ذاتِ عبادت سے متعلق افضلیت اولی ہے محل سے متعلق افضلیت سے۔ (حاشیۃ الجمل ص ٣٢٠ ج ١)

تعارض اور تطبیق

روی اسامة بن زید رضی اللہ عنهما ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم " دخل البیت و لم یصل و خرج و رکع رکعتین قبل الکعبة و قال هذه القبلة " (مهذب) و قوله دخل البیت و لم یصل قدروی بلال انه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی فی الکعبة " رواه البخاری و مسلم و اخذ العلماء بروایة بلال لانها زیادة ثقة و لانه مثبت فقدم علی النافی و معنی قول اسامة لم یصل لم اره صلی و سبب قوله ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دخل الکعبة هو و بلال و اسامة و عثمان بن شیبة و اغلق الباب و صلی فلم یره اسامة لا غلاق الباب و لا شتغاله بالدعاء و الخضوع (شرح مهذب ص ١٩١ ج ٣) امام نوویؒ فرماتے ہیں مصنفؒ کا قول کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے اور نماز نہیں پڑھی لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "کعبہ میں نماز پڑھی" (اس کو بخاری و مسلم نے رویت کیا ہے)۔ علماء رحمھم اللہ تعالیٰ نے روایتِ بلال رضی اللہ عنہ کو لیا ہے اس لئے کہ یہ ثقہ کی زیادتی ہے اور مثبت ہے لہذا اس کو مقدم کیا گیا ہے نافی پر، اور حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز نہیں پڑھی مطلب یہ ہیکہ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کا سبب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت بلال، اسامہ اور عثمان بن شیبۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کعبہ میں داخل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازہ بند فرمایا اور نماز پڑھی اس لئے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا دروازہ بند کرنے کی بناء پر اور آپ [یعنی حضرت اسامہ] کے دعاء اور خضوع میں مشغول ہونے کی بناء پر۔

تنبیہ

(تبنيه) لم يذ كرالرافعی دليل جواز الصلاة فی الكعبة وهوفی الصحيحين عن ابن عمرعن بلال ان رسول اللهﷺفی جوف الكعبة بين العمودين اليمانيين عن ابن عمر انه دخلها يوما فلم يصل ودخلها من الغد فصلی ولا بن حبان نحوه،(التلخيص فی المجموع ص ۲۲۲ج۳)صاحب تلخیص فرماتے ہیں امام رافعی علیہ الرحمہ نے کعبہ میں نماز جائز ہونے کی دلیل ذکر نہیں فرمائی حالانکہ وہ بخاری و مسلم میں ابن عمر سے مروی ہے آپ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی دو یمنی ستونوں کے درمیان، ابن عمر سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ایک دن کعبہ میں داخل ہوئے لیکن نماز نہیں پڑھی اور دوسرے دن داخل ہوئے تو پڑھی اور ابن حبان کی اس کے مانند روایت ہے۔

آگے مصنفؒ قبلہ کے بارے میں اجتہادی مسئلہ بیان فرمارہے ہیں:

(وَاِنْ كَانَ بِمَكَّةَ وَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَعبَةِ حَائِل خِلْقِيّ اَوْ طَارِئ فَلَهُ الْاِ جْتِهَادُ وَاِن وَضَعَ مِحْرَابَهُ عَلَى الْعِيَانِ صَلّى اِلَيْهِ اَبَدًا، اور اگر) مریدِ نماز (مکہ میں ہو) یا اس کے علاوہ کہیں (اور مریدِ نماز اور کعبہ کے درمیان حائل ہو خلقی) یعنی پیدائشی (چیز) جیسے پہاڑ جو کعبہ نظر آنے کے لئے حائل ہو (یا) حائل ہو (طاری) یعنی غیر خلقی چیز جیسے بلند عمارت اور دیوار وغیرہ، (تو مریدِ نماز کے لئے جائز ہے اجتہاد کرنا) قبلہ کے بارے میں جبکہ معتبر خبریں نہ پائیں کیونکہ اس صورت میں کعبہ کو دیکھنے کا مکلف بنانا باعثِ مشقت ہے، اگر خبریں پائیں تو یہ مقدم ہونگے اجتہاد پر، یعنی پہلے خبروں کے مطابق عمل کیا جائے گا (اور اگر کسی نے اپنے لئے محراب بنایا ہے کعبہ کو دیکھ کر تو) بنانے والا اجتہاد کے بغیر (ہمیشہ نماز پڑھے جہت محراب کی طرف متوجہ ہو کر) اس لئے کہ اس صورت میں وہ خود ہی اپنے طور پر خبروں کو پانے والا ہوا۔

محراب کہتے ہیں: اس مکان کو جس میں آدمی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔

محراب کو محراب اس وجہ سے کہتے ہیں: کہ نماز میں انسان کی شیطان کے ساتھ جنگ ہے، کہ وہ عبادت سے روکتا ہے انسان اس کی اطاعت نہ کرتے ہوئے عبادت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے۔

(وَمَنْ غَابَ عَنْهَا فَاَخْبَرَهُ بِهَا مَقْبُولَ الرِّوَايَةِ عَنْ مُشَاهَدَةٍ وَجَبَ قَبُوْلُهُ، اور جو شخص کعبہ سے غائب ہو) یعنی عین کعبہ کو نہ پہچانے جیسے نابینا (اس کو خبر دے عین کعبہ کی مقبول الروایہ شخص کعبہ کو دیکھتے ہوئے) مطلب یہ ہیکہ مقبول الروایہ شخص کو عین کعبہ کی سمت معلوم ہو کعبہ کو دیکھنے کی وجہ سے نہ کہ اجتہاد سے (تو اس پر واجب ہو گا خبر کو قبول کرنا) ایسی صورت میں اجتہاد کرنا صحیح نہ ہو گا، مقبول الروایہ ہونا شرط ہے نہ کہ مقبول الشھادۃ۔

مقبول الروایۃ کہتے ہیں: کہ وہ شخص مسلم ہو، بالغ ہو، عاقل ہو اور اس میں [صفتِ] عدالۃ ہو، کافر، نابالغ، بے وقوف اور فاسق کی خبر قبول کرنا صحیح نہیں ہے ہاں عورت کی خبر قبول کرنا صحیح ہے۔

(وَكَذَا يَجِبُ اِعْتِمَادُ مِحْرَابٍ بِبَلَدٍ اَوْ قَرْيَةٍ يَكْثُرُ طَارِقُهَا، اور اسی طرح واجب ہوتا ہے) اس شخص پر جو کعبہ سے غائب ہو (بھروسہ کرنا) بڑے (شہر یا) چھوٹے (گاؤں کے محراب پر) لیکن محراب کی پہچان کیسے ہو گی آگے مصنفؒ اس کو بتلا رہے ہیں کہ: (جہاں لوگوں کا گذر زیادہ ہو) یہ صورت اجتہاد پر مقدم ہو گی اس لئے کہ اس صورت میں اعتماد کرنا ایسا ہے جیسے معتبر خبروں کے ذریعہ عین کعبہ معلوم کرنا ہے۔

(وَكُلُّ مَكَانٍ صَلَّى اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضُبِطَ مَوْقِفُهُ مُتَعَيِّن وَلَا يَجْتَهِدُ فِيْهِ لَا بِتَيَامُنٍ وَلَا بِتَيَاسُرٍ وَيَجْتَهِدُ بِهِمَا فِيْ غَيْرِهِ مِنَ الْمَحَارِيْبِ وَاِنْ لَمْ يَجِدْ مَنْ يُخْبِرُهُ عَنْ مُشَاهَدَةٍ اِجْتَهَدَ بِالدَّلَائِلِ فَاِنْ لَمْ يَعْرِفْهَا اَوْ كَانَ اَعْمٰى قَلَّدَ وَاِنْ تَيَقَّنَ الْخَطَاَ بَعْدَ الصَّلَاةِ بِالْاِجْتِهَادِ اَعَادَ، اور) واجب ہوتا ہے بھروسہ کرنا (ہر

اس جگہ پر جہاں نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھی ہو اور) نماز کے لئے (آپ ﷺ کے کھڑے ہونے کی جگہ ضبط کرلی گئی ہو تو آپ ﷺ کے وقوف کی جگہ متعین ہے) اس سے عدول صحیح نہیں یہی وجہ ہے کہ مصنفؒ نے آگے اجتہاد سے منع فرمایا ہے، (اور) مریدِ نماز (اجتہاد نہ کرے آپ ﷺ کی نماز کے لئے متعینہ جگہ میں) یعنی نبی کریم ﷺ کے محراب کے بارے میں اجتہاد کرنا جائز نہیں ہے (نہ دائیں اور نہ بائیں اعتبار سے) مطلب یہ ہیکہ ایک اجتہاد ہوتا ہے عین کعبہ سے متعلق اور دوسرا عین کعبہ کی دائیں یا بائیں سمت سے متعلق (اور اجتہاد کرے دائیں اور بائیں اعتبار سے نبی کریم ﷺ کے علاوہ محرابوں میں سے کسی محراب کے بارے میں) اس لئے کہ محرابِ نبی کریم ﷺ کے علاوہ محراب میں دائیں اور بائیں اعتبار سے خطاء کا ہونا بعید نہیں ہے اس کے برخلاف کعبہ کی جہت میں خطاء ہونا بعید ہے (اور اگر ایسا شخص نہ ملے جو مریدِ نماز کو کعبہ کی خبر دے دیکھ کر تو اجتہاد کرے دلائل سے) **دلائل** کہتے ہیں: ان امور کو جو کعبہ کی معلومات پر دلالت کرنے والے ہوں، یہ اجتہاد واجب ہے اگر ممکن ہو جیسے بینا اور دلائل کو جاننے والا ہو (اگر دلائل کو نہ جانتا ہو یا) جانتا ہو لیکن (نابینا ہو تو تقلید کرے بینا کی) جو ثقہ ہو اور دلائل کو جاننے والا ہو اگر چہ عورت کیوں نہ ہو، اور اس تقلیدی صورت میں پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ نہیں ہے (اور اگر اجتہادی غلطی کا یقین ہو نماز کے بعد تو نماز کو لوٹائے) چاہے غلطی مقلِد کی ہو یا مقلَّد کی، اور یہ اعادہ واجب ہے اس لئے کہ غلطی کا یقین ہے، اور اگر دورانِ نماز غلطی کا یقین ہو تو نماز کو از سر نو پڑھنا واجب ہے، (منهج مع شرح منهج فی حاشية الجمل ص ٣٢٦ج١) دو آدمی کا اجتہاد جہتِ قبلہ کے بارے میں الگ الگ ہو تو دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کی تقلید اور اقتداء میں نماز نہ پڑھے اس لئے کہ ہر ایک دوسرے کے بطلانِ اجتہاد کا اعتقاد رکھتا ہے (مهذب فی المجموع ص ٢١٤ج٣) اور اگر کوئی اجتہاد سے کسی جہت کی

طرف نماز پڑھے اور دوسری نماز کا وقت ہو جائے تو دوسری نماز کے لئے اجتہاد دوبارہ کرنا واجب ہو گا یا پہلی نماز کا اجتہاد کافی ہو گا اس میں دو وجہ مشہور ہیں ان میں اصح وجہ کے مطابق دوسری نماز کے لئے بھی اجتہاد کرنا واجب ہو گا(ایضا ص ۲۱۶ ج۳) نفل کے لئے دوبارہ اجتہاد کی ضرورت نہیں(المجموع ص ۲۱۷ ج۳)

دلائلِ قبلہ کا حکم

دلائل قبلہ سیکھنے کے بارے میں تین وجہ ہیں۔ (۱)فرض کفایہ ہے(۲)فرض عین ہے(اس کو بغوی اور رافعی علیہما الرحمہ نے صحیح قرار دیا ہے)(۳)فرض کفایہ ہے مگر ارادۂ سفر کے وقت سیکھنا فرض عین ہے کیونکہ مسافر کو عموما اس کی ضرورت پیش آتی ہے اور کئی جگہوں میں آسانی سے قبلہ کا رخ معلوم نہیں ہوتا، مطلق فرض عین والا قول صحیح نہیں ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ اور اسلاف سے منقول نہیں ہے کہ انھوں نے نماز کے ارکان وشرائط کی طرح کسی کو دلائل سیکھنے کا پابند بنایا ہو(ایضا ص ۲۰۹ ج۳)

(وَيُنْدَبُ لِلْمُصَلِّي اَنْ يَكُوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ سُتْرَةٌ، اور مستحب ہے مصلی کے لئے کہ اپنے سامنے سترہ رکھے) آپ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اس کو چاہیئے کہ اپنے سامنے کوئی چیز رکھے اگر یہ نہ ہو تو عصا کھڑا کر دے اگر عصا نہ ہو تو خط[لکیر] کھینچے پھر سامنے سے کسی کے گذرنے میں مصلی کو کوئی نقصان نہیں، دوسری حدیث میں ہے: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اس کو چاہیئے کہ اپنے سامنے کوئی چیز رکھے (تقریراتِ نفیسہ فی حواشی المدنیہ ص ۳۰۱ ج۱) سامنے سترہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ تھوڑا دائیں یا بائیں جانب رکھے، یہ سنت ہے، بالکل سامنے رکھنا مکروہ ہے، حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے، مگر سترہ دیوار جیسی چوڑی چیز ہو اور اس کو اپنے دائیں بائیں کر لینا مشکل ہو تو سامنے رہنے میں کراہت نہ ہو گی(حواشی المدنیہ ص ۳۰۱ ج۱)

(ثُلُثَاذِرَاعٍ، دو تہائی ذراع) کی مقدار یا اس سے زیادہ اونچا اس لئے کہ سترہ کی سنت اس وقت حاصل ہو گی جبکہ وہ زمین سے کم سے کم دو تہائی ذراع کی مقدار اونچا ہو، ذراع کا معنی ما قبل میں ملاحظہ فرمائیں، سترہ کی چوڑائی کے لئے کوئی ضابطہ نہیں ہے بلکہ موٹا ہو یا پتلا کافی ہو گا کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی نماز میں سترہ حاصل کرو اگر چہ تیر ہو، (شرح المهذب ص ٢٤٨ ج٣) امام کا سترہ مقتدیوں کے لئے بھی کافی ہو گا (فقه السنه) جس چیز کے آڑ میں نماز پڑھی جائے اسے سترہ کہتے ہیں سترہ میں سب سے پہلے دیوار اور ستون کو مقدم کیا جائے گا ان دونوں کے بعد عصا کو اور پھر جائے نماز کو، اسی کی طرف مصنفؒ نے اشارہ فرمایا ہے اس قول سے (اَوْ يَبْسُطُ مُصَلَّى، یا جائے نماز بچھائے) یعنی جس پر نماز پڑھی جاتی ہے، اس کی لمبائی مصلی کے ایڑی سے لیکر تین ذراع تک ہو یا اس سے کم، اور بعضوں نے کہا انگلیوں کے سروں سے لیکر تین ذراع تک یا کم لمبائی ہو، یہ قول اوجہ ہے۔

عبارت میں "او" ترتیب کے لئے ہے، (فَاِنْ عَجَزَ خَطَّ خَطاً عَلَى ثَلاَثَةِ اَذْرُعٍ) اس میں فاء ترتیب اور تعقیب کے واسطے ہے، یعنی: (اگر) سترہ اور جائے نماز سے (عاجز ہو تو خط) لمبائی میں قبلہ کی طرف (کھینچے جو مصلی سے قریب ہو تین ذراع تک) یعنی مصلی اور سترہ کے درمیان تین ذراع یا اس سے کم کا فاصلہ ہو، اگر اس سے زیادہ کا ہو تو اس کو سترہ نہیں کہا جائے گا، آپ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی سترہ کی طرف نماز پڑھے تو اس کو چاہیئے کہ سترہ سے قریب رہے، اور جب آپ ﷺ نے کعبہ میں نماز پڑھی تو اپنے اور کعبہ کی دیوار کے درمیان تین ذراع سے قریب کا فاصلہ رکھا اس لئے کہ اس فاصلہ کی مقدار میں سجدہ کا ہونا ممکن ہے، اسی لئے ہر دو صف کے درمیان تین ذراع کی مقدار فاصلہ رکھنا سنت ہے۔ (شرح هيتمى فى حواشى المدنيه ص ٣٠١ ج١)

صفتِ خط کے بارے میں اقوال

(۱) بعضوں نے کہا: ہلال یعنی چاند کی طرح گول کھینچے (۲) بعضوں نے کہا: قبلہ کی طرف لمبا کھینچے (۳) بعضوں نے کہا: دائیں اور بائیں کھینچے لیکن نمبر ۲ والا قول مختار ہے،

(روضة ص ۲۹۵ج ۱) (فَيَحْرُمُ الْمُرُوْرُ حِيْنَئِذٍ، اس صورت میں گذرنا حرام ہو گا)
مطلب یہ ہیکہ سترہ ہو تو مصلی اور سترہ کے بیچ سے گذرنا حرام ہے، حدیث ابو جہیم انصاریؓ
کی وجہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز پڑھنے والے کے سامنے سے گذرنے میں
کتنا گناہ ہے اگر معلوم ہو تو آدمی چالیس برس تک کھڑا رہنے کو بہتر سمجھے گا بہ نسبت گذرنے
کے، سترہ کے پیچھے سے گذرنا حرام نہیں ہے، مصلی اور سترہ کے درمیان سے مرد، عورت
یا بچہ وغیرہ گذرے تو نماز باطل نہیں ہوتی (المجموع ص ۲۳۰ج ۳)

نماز میں سترہ کا راز

اس میں بھید یہ ہے کہ نماز شعائر الٰہی میں سے ہے اور اس کی تعظیم واجب ہے،
اور چونکہ نماز سے اس حالت کے ساتھ تشبیہ مراد ہے جو غلام کو اپنے مولا کے سامنے
سکون اور خاموشی کے ساتھ خدمت کے لئے کھڑے ہوتے وقت ہوا کرتی ہے اس واسطے
نماز کی ایک تعظیم یہ بھی مقرر کی گئی ہے کہ کوئی گذرنے والا نمازی کے سامنے ہو کر نہ
گذرے کیونکہ آقا اور اس کے غلاموں کے درمیان سے جو اس کے سامنے کھڑے ہوئے
ہیں گذرنا سخت بے ادبی ہے، چنانچہ حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں تم میں سے جب کوئی
نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے عرض معروض کرتا ہے جو کہ اس کے اور قبلہ
کے درمیان ہوتا ہے، نیز نمازی کے سامنے گذرنے سے اس کا دل اکثر بٹ جاتا ہے اسی
واسطے نمازی کو استحقاق ہے کہ آگے سے گذرنے والے کو ہٹادے پس ان دونوں حکمتوں
سے سترہ مقرر کیا گیا تاکہ اس کے باہر سے گذرنے میں ان دونوں خرابیوں سے حفاظت
رہے اسی کو آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: تم میں سے جب کوئی اپنے سامنے کجاوے کے
پشتے کے برابر کوئی چیز رکھ لے تو پھر وہ نماز پڑھتا رہے اور اس سے پار جو کوئی گذرے اس
کی کچھ پرواہ نہ کرے، اس میں بھید یہ ہے کہ چونکہ مطلق گذرنے سے ممانعت کرنے میں
حرج عظیم تھا اس واسطے آپ نے سترہ کے کھڑا کرنے کا حکم دیا تاکہ ظاہر میں نماز کی زمین

دوسری زمین سے علیحدہ ہو جاوے اور اس علیحدگی کے سبب پاس سے گذرنا بھی طبعا ایسا ہی سمجھا جاوے جیسے دور سے گذرنا،(احکام الا سلام ص ۱۰۸ ج ۱)

(**ویندب دفع المار بالاسهل ویزید قدر الحاجة کالصائل فان مات فهدر،**

اور مستحب ہے) مصلی وغیرہ کیلئے مصلی اور سترہ کے درمیان سے (گذرنے والے کو بہت ہی ہلکے طریقہ سے روکنا اور روکنے میں زیادتی کرے حاجت کی مقدار تو اس کا حکم حملہ آور کے حملہ کو روکنے کی طرح ہے) مطلب یہ ہیکہ صائل کسی پر حملہ کرے ظلما قتل کے لئے تو مظلوم دفع کرے ہلکے طریقہ سے پھر اگر صائل دوسری بار حملہ کرے تو مظلوم اسی کے مطابق دفع کرے لیکن دفع کی وجہ سے اتفاقا صائل مرجائے تو اس قتل کی وجہ سے مظلوم پر نہ قصاص ہوگا اور نہ دیت ہوگی، اسی طرح مصلی گذرنے والے کو روکے لیکن نہ ماننے کی وجہ سے پھر مناسب دفع کرے لیکن دفع کی وجہ سے [اگر گذرنے والا مرجائے تو یہ قتل بے کار ہے] مطلب یہ ہیکہ اس قتل کا نہ قصاص ہے اور نہ دیت، اس لئے کہ یہ صائل کی طرح مقصر ہے اور فرمانِ رسول اللہ ﷺ ہے کہ جب تم میں سے کوئی کسی چیز کی طرف نماز پڑھے جو اس کے لئے سترہ ہو پھر کوئی ارادہ کرے مصلی کے سامنے سے گذرنے کا تو اس کو چاہئے کہ اسے روکے اگر انکار کرے تو اس سے مقاتلہ کرے اس لئے کہ وہ شیطان ہے۔

روکنا اگر دو مرتبہ سے زائد پے درپے ہو تو نماز باطل ہوگی [پے درپے نہ ہو تو باطل نہ ہوگی] (**ولا یزید علی مرتین والا بطلت صلاته ان والی**) (شرح ھیتمی فی المدنیه ص ۳۰۲ ج ۱) اور [روکنا] دو مرتبہ سے زائد نہ ہو ورنہ نماز باطل ہوگی اگر پے درپے ہو تو [ورنہ باطل نہ ہوگی] (**فَاِنْ لَمْ یَکُنْ سُتْرَةٌ اَوْ تَبَاعَدَ عَنْهَا کُرِهَ الْمُرُوْرُ،** اگر سترہ نہ ہو) ایک یہ صورت (یا) ہو لیکن مصلی (سترہ سے) تین ذراع کی مقدار فاصلہ سے زیادہ (دور ہو) یہ دوسری صورت اور تیسری یہ کہ دور نہ ہو لیکن کوتاہی کرے کہ راستہ میں،

تنگ دروازہ یا مسجد کے دروازہ میں جہاں سے غالباً نماز کے وقت لوگوں کا گذر ہوتا ہے ایسی جگہوں میں نماز پڑھے (تو) ان تمام صورتوں میں مصلی کے سامنے سے (گذرنا مکروہ قرار دیا گیا ہے) نہ کہ حرام بلکہ کوتاہی کی صورتوں میں مکروہ نہیں ہے، شارحؒ فرماتے ہیں: **ولا یکرہ فی بعض الصور المذکورۃ عند التقصیر** (فیض ص ۱۰۳ ج ۱) مذکورہ بعض صورتوں میں کوتاہی کی بناء پر مکروہ (بھی) نہیں ہے لہذا مذکورہ بالا تینوں صورتوں میں گذرنا مکروہ نہ ہوگا کیونکہ مصلی کا اپنے سامنے سترہ نہ رکھنا بھی کوتاہی ہے جیسا کہ شارحؒ فرماتے ہیں: **(ولیس لہ الدفع) حینئذ لتقصیر المصلی بعدم السترۃ** (فیض ص ۱۰۳ ج ۱) سترہ نہ ہونے کی صورت میں مصلی (وغیرہ) کے لئے روکنا جائز نہیں ہے، سترہ نہ رکھنے سے مصلی کی کوتاہی ہونے کی بناء پر، اور "روضۃ" میں ہے: **ولو لم یکن سترۃ، او کانت، وتباعد منہا، فالاصح انہ لیس لہ الدفع لتقصیرہ** (ص ۲۹۵ ج ۱) اور اگر سترہ نہ ہو یا ہو اور مصلی اس سے دور ہو تو اصح قول کے مطابق مصلی [وغیرہ] کے لئے [گذرنے والے کو] روکنا جائز نہیں ہے تقصیر مصلی کی بناء پر، لیکن گذرنے والے کے لئے نہ گذرنا "اولی" ہے (ایضا)

(**وَلَیۡسَ لَہُ الدَّفۡعُ،** اور جائز نہیں ہے مصلی) وغیرہ (کے لئے) گذرنے والے کو (روکنا) سترہ رکھنے یا دور رہنے کی صورت میں کوتاہی ہونے کی بناء پر (**لو تعذرت علیہ السترۃ حتی الخط لم یجز لہ الدفع علی المعتمد**) (حواشی المدنیہ ص ۳۰۳ ج ۱) اگر مصلی کو سترہ رکھنا یہاں تک کہ خط کھینچنا دشوار ہو تو گذرنے والے کو روکنا جائز نہیں معتمد قول کے مطابق) اور اگر یہ صورت ہو کہ مصلی سترہ رکھے لیکن ہٹ جائے تو جس کو علم ہو ہٹ جانے کا اس کے لئے گذرنا حرام ہوگا اور جس کو علم نہ ہو اس کے لئے گذرنا حرام نہ ہوگا، **ولو ازیلت سترتہ حرم المرور علی من علم بہا لعدم تقصیرہ** (شرح ہیتمی فی المدنیہ ص ۳۰۴ ج ۱) اور اگر مصلی کا سترہ ہٹ جائے تو گذرنا حرام ہوگا اس شخص پر جس کو سترہ کے ہٹنے کا

علم ہو اس کے بر خلاف جس کو ہٹ نے کا علم نہ ہو (اس کے لئے گذرنا حرام نہ ہو گا) گذرنے والے کی تقصیر نہ ہونے کی بنا پر۔

(وَلَوْ وَجَدَ فِيْ صَفٍّ فُرْجَةً فَلَهُ الْمُرُوْرُ لِيَسْتُرَهَا، اور اگر کوئی شخص کسی صف میں) اتنی (خالی جگہ پائے) جس میں وہ نماز پڑھ سکتا ہے (تو اس) جگہ پانے والے (کے لئے) سترہ ہونے کے باجود مصلی کے سامنے سے (گذرنا جائز ہے) خالی جگہ رکھنے والوں کی کوتاہی کی بناء پر اور دوسری وجہ یہ ہے: (تاکہ خالی جگہ پُر ہو) خالی جگہ پُر کرنا سنت بھی ہے، حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صفیں سیدھی کرو، کندھے برابر رکھو اپنے بھائیوں کے لئے نرم ہو جاؤ خالی جگہیں پُر کرو کیونکہ شیطان تمہارے درمیان بھیڑ کے بچہ کی طرح داخل ہو جاتا ہے (احمد) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص خالی جگہ پُر کرے اس کی مغفرت کی گئی، (الترغیب والترھیب ص ۳۲۲ ج ۱) صف کے درمیان خالی جگہ چھوڑنے سے جماعت کی فضیلت فوت ہو جاتی ہے، عبادت میں توجہ نہ ہونا اس کا باعث ہے اور اسی طرح ہر صف کے درمیان تین ذراع سے زائد فاصلہ رکھنے سے بھی جماعت کی فضیلت فوت ہو جاتی ہے، عبادت میں توجہ نہ ہونا اس کا باعث ہے۔

صف بندی میں ممانعتِ فرجہ کا راز

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ہم نے اس بات کا تجربہ کیا ہے کہ ذکر کے حلقوں میں مل کر بیٹھنے سے دل جمعی خوب ہوتی ہے اور ذکر کی حلاوت معلوم ہوتی ہے اور وسوسے بند ہوتے ہیں اور اس بات کے ترک کرنے سے یہ باتیں کم ہو جاتی ہیں اور ان باتوں میں سے جس قدر کسی بات میں کمی ہوتی ہے اسی قدر وہاں شیطان کو دخل ہوتا ہے۔
(احکام الاسلام ص ۸۴ ج ۱)

و اللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالی

باب صفۃ الصلاۃ و دیگر ابواب ان شاء اللہ جلد دوم میں آئیں گے۔

ماخذو مراجع

اسمائے کتب	اسمائے مصنفین
جلالین (اول)	علامہ جلال الدین سیوطیؒ
حاشیۂ جلالین	
حاشیۃ الصاوی	احمد بن محمد صاویؒ
التفسیر الکبیر	امام فخر الرازیؒ
الاتقان فی علوم القرآن	حافظ جلال الدین سیوطیؒ
ترجمۂ قرآن	مولانا اشرف علی تھانویؒ
ترجمۂ قرآن	مفتی محمود الحسن صاحبؒ
تفسیر	مولانا شبیر احمد عثمانیؒ
معارف القرآن	مفتی محمد شفیع پاکستانیؒ
بخاری شریف	محمد بن اسماعیل جعفیؒ
فتح الباری شرح بخاری	حافظ احمد بن علی عسقلانیؒ
مسلم شریف	امام ابو الحسین قشیریؒ
شرح مسلم	محی الدین بن شرف النوویؒ
ریاض الصالحین	محی الدین بن شرف النوویؒ
نزهة المتقین شرح ریاض الصالحین	دکتور مصطفی سعید الخن و دکتور مصطفی البغاء
ترمذی شریف	محمد بن عیسی سلمیؒ
تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی	محمد عبد الرحمن مبارکپوریؒ
معارف السنن شرح ترمذی	شیخ سید محمد یوسف بنوریؒ
ابوداود	سلیمان سجستانیؒ
حاشیۂ ابوداود	مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ
بذل المجهود شرح ابوداود	خلیل احمد سهارنپوریؒ
نسائی شریف	حافظ احمد بن شعیب نسائیؒ
حاشیۂ نسائی	علامہ اشفاق الرحمن کاندهلویؒ

کتاب	مصنف
مرقاۃالمفاتیح شرح مشکوۃالمصابیح	علی بن سلطان محمدقاریؒ
اعلاءالسنن	علامہ ظفراحمدعثمانی تھانویؒ
الترغیب والترھیب	امام ذکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذریؒ
تعلیق فی الترغیب	مصطفی محمدعمارہؒ
طبرانی	ابوالقاسم سلیمانؒ
دارقطنی	امام علی بن عمردارقطنی
تعلیق فی دارقطنی	علامہ ابوطیب آبادی
کتاب الام	محمدبن ادریس شافعیؒ
مسندشافعی	محمدبن ادریس شافعیؒ
مھذب	ابراھیم بن علی شیرازیؒ
المجموع شرح مھذب	محی الدین بن شرف النوویؒ
روضۃالطالبین وعمدۃالمفتین	محی الدین بن شرف النوویؒ
کتاب الاذکار	محی الدین بن شرف النوویؒ
منھاج الطالبین	محی الدین بن شرف النوویؒ
شرح محلی علی منھاج فی حاشیتان	جلال الدین محلیؒ
حاشیئہ قلیوبی علی شرح محلی	شھاب الدین بن احمدقلیوبیؒ
حاشیئہ عمیرہ // //	شھاب الدین عمیرہؒ
تحفۃالمحتاج شرح منھاج	شھاب الدین احمدھیتمیؒ
حاشیئہ شروانی علی تحفۃ	شیخ عبدالحمیدشروانیؒ
سراج الوھاج شرح منھاج	شیخ محمدزھری غمراویؒ
نھایۃالمحتاج شرح منھاج	شمس الدین محمدبن ابی العباسؒ
مغنی المحتاج شرح منھاج	شیخ محمدشربینیؒ
تحقیق وتعلیق فی المغنی	شیخ علی محمدمعوض وعادلؒ احمدعبدالموجودؒ
حواشی المدنیۃ	شیخ محمدبن سلیمان کردیؒ
تقریرات نفیسۃ فی حواشی المدنیہ	شیخ محمدبن سلیمان کردیؒ

مختصر فی حواشی المدنیة	علامہ عبداللہ بافضل حضرمیؒ
شرح علی مختصر // //	شہاب احمد بن حجر ہیتمیؒ
فتاوی کبری الفقهیة	شہاب احمد بن حجر ہیتمیؒ
الفاظ ابی شجاع (متن الغایة)	ابی شجاع احمد اصفہانیؒ
اقناع فی حل الفاظ ابی شجاع	شیخ محمد شربینیؒ
حاشیۂ اقناع	فاضل مولانا شیخ عوض بکمالہؒ
التعلیق علی الاقناع	محمد محمد تامر
کفایة الاخیار شرح متن الغایه	تقی الدین ابی بکر دمشقیؒ
تحقیق وتعلیق فی کفایة	الشیخ کامل محمد محمد عویضہؒ
تحفة الحبیب علی شرح الخطیب	سلیمان بن عمر بجیرمیؒ
قرة العین	زین الدین ملیباریؒ
فتح المعین شرح قرة المعین	زین الدین ملیباریؒ
اعانة الطالبین شرح فتح المعین	سید الکبری دمیاطیؒ
ترشیح المستفیدین شرح فتح المعین	سید علوی بن سید احمد سقافؒ
الباقیات الصالحات فی ترشیح	سید علوی بن سید احمد سقافؒ
فیض الالہ المالک شرح عمدة السالک	سید عمر برکات مکیؒ
تعلیقات مفیده فی فیض	مصطفی محمد عمارہؒ
انوار المسالک شرح عمدة السالک	شیخ محمد زہری غمراویؒ
تحقیق علی عمدة	صالح مؤذن و محمد غیاثؒ
تعلیقات فی حاشیه عمدة السالک	بعض العلماء الثقاتؒ
الحاوی للفتاوی	علامہ عبدالرحمن سیوطیؒ
الاشباہ والنظائر	علامہ عبدالرحمن سیوطیؒ
الحاوی الکبیر	ابی الحسن علی بن محمد الماوردیؒ
تحقیق وتعلیق فی حاوی الکبیر	شیخ علی محمد معوضؒ وعادل احمد عبدالموجودؒ
المغنی فی فقه امام الاحمد	ابی محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہؒ

کتاب	مصنف
الدرر البهيه	السيد ابی بکر بن محمدؒ
انوار السنيه شرح الدرر البهيه	عبدالحميد بن محمد علی قدس خطيبؒ
الفقه علی المذاهب الاربعه	عبدالرحمن جزيریؒ
وجيز فی المجموع	حجة الاسلام ابو حامد محمد غزالیؒ
فح العزيز شرح وجيز	امام ابو القاسم عبدالکريم بن محمد رافعیؒ
التلخيص الحبير فی المجموع	حافظ احمد بن علی عسقلانیؒ
القلائد الخرائد	الفقيه عبدالله بن محمد باقشير حضرمیؒ
فقه السنة	السيد سابقؒ
حاشيۂ فقه السنة	السيد سابقؒ
منهج الطلاب	ابی يحی زکريا انصاریؒ
فتح الوهاب شرح منهج الطلاب	ابی يحی زکريا انصاریؒ
الاعلام والاهتمام	ابی يحی زکريا انصاریؒ
حاشية الجمل علی شرح المنهج	علامه شيخ سليمان الجملؒ
الايضاح والتبيان فی معرفة المکيال والميزان	علامه نجم الدين بن الرفعه الانصاریؒ
احکام الاسلام عقل کی نظر میں	مولانا اشرف علی تهانویؒ
حاشيۂ احکام الاسلام	مفتی جميل احمد تهانویؒ
فتاوی رحيميه	مفتی سيد عبدالرحيم لاجپوریؒ
درمختار	علامه علاؤ الدين حصفکیؒ
ورقات	امام جلال الدين محلیؒ
شرح ورقات	احمد بن محمد الدمياطیؒ
شرح جمع الجوامع	جلال الدين محلیؒ
لب الاصول	ابی يحیٰ زکريا انصاریؒ
غاية الاصول شرح لب الاصول	ابی يحیٰ زکريا انصاریؒ
تيسير الاصول	ابراهيم بن عبدالله قاسمیؒ
بيان اللسان	قاضی زين العابدين سجاد میرٹهیؒ
کتاب التعريفات	علامه علی بن محمد جرجانیؒ
طبقات الشافعيه	ابی بکر بن احمد بن محمد الدمشقیؒ